ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ
پھول
لاہور

وہ اپنی زندگی میں ہی لیجنڈ بن گیا

دنیا کے نامور فری فال پاکستانی ڈیمولیشن ٹی ایم شہید پر خصوصی تحریر

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے اور پسند کیا جانیوالا میگزین

نوائے وقت

پھولوں کے بادشاہ پر خصوصی تحریر اور تصاویر

"میں ایک آم ہوں"!!

"کرکٹ بڑی بے اعتبار گیم ہے"

تقلین مشتاق

پھول نومبر

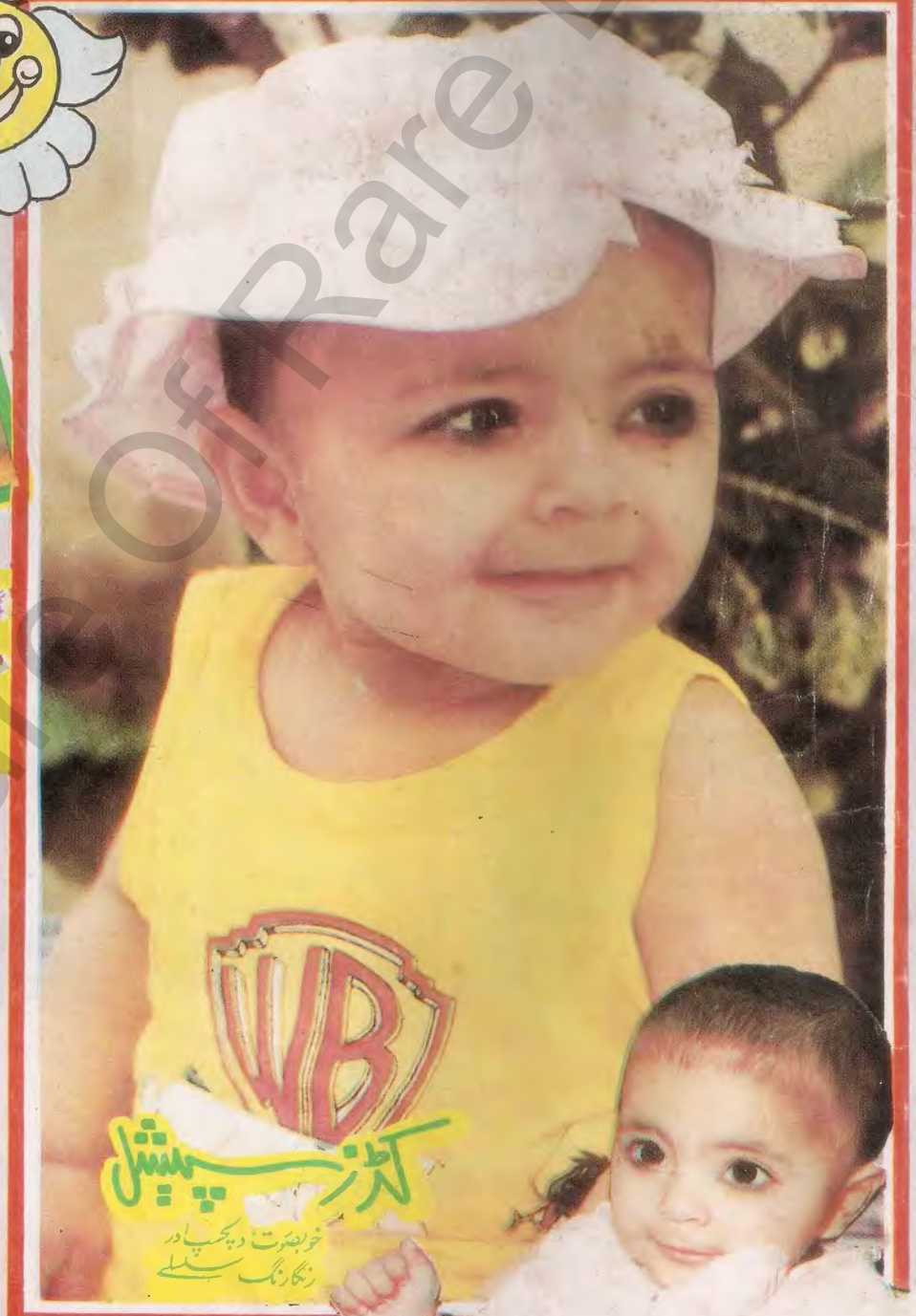

کڈز سپیشل

خوبصورت دو چمکیلے اور رنگا رنگ سلسلے

Treasure Of Rare Books

جولائی 1996 جلد 6 شمارہ 10

ماہنامہ پھول لاہور

کون رکھتا ہے ہواؤں کو سدا پابہ رکاب
پھول کو تقسیم خوشبو کا ہنر دیتا ہے کون

چیف ایڈیٹر: مجید نظامی

ایڈیٹر: اختر عباس

ایسوسی ایٹ ایڈیٹر: مہین چودھری

ایڈیٹر: عامر کفیل عامر

ایڈیٹر: سعید پراچہ

لے آؤٹ: شعیب قادری

انچارج پھول کلب: محمد اعظم یاد

قیمت: 12

فہرست

انصاف	مجیب ظفر انوار	4
فاضل ٹکٹ	سید کاشان جعفری	6
چند آہیں	فائمہ عروج	7
پھول فورم	آمنہ اعظم	8
پگھلا ہوا سیسہ	شمی احمد	10
تلافی	علی اکمل تصور	11
دوہرا فائدہ	اشتیاق احمد	12
اجالا	عدنان جہانگیر	14
کوئی تو روکے	خواجہ مظہر نواز	16
سانجھے دکھ سکھ	مسائل اور حل	18
کوئی شعر نیا	ماہ منیر	19
پھول کلینک	ڈاکٹر اظہر اے انور	21
انعام بھی.....	آسیہ ناز	23
واہ کیا بات ہے	دلچسپ تحریریں	24
ٹیلی فونک کالم	ایڈیٹر بھیا	26
مختصر مگر متوثر	مختصر کہانیاں	28
صفحہ بتایئے	نام	30
سرپرائزوزٹ	ریحان حیدر	32
فری فال ڈائیور	فریحہ عرفان	33
آگہی کے گلاب	سمیرا کلثوم	37
چوٹیل	نیاز حاصف	40
یادگار سفر	اعظم یاد	43
کلیاں	آمنہ سحر	44
اونے پونے	عائشہ میر	46
پھول بڑا مقبول	خطوط	54
کڈز سپیشل	مہین چودھری	61
چیک بک	بیڈ ٹائم سٹوری	68
چابی	بشیر احمد بھٹی	72

اس کے علاوہ !! سپورٹس کوئز، صفحہ بتایئے، خوب سوچیئے، میں ایک آم ہوں، ہارون آباد، گوجرانوالہ، کوئٹہ اور جھنگ پھول کلبوں کی دلچسپ رپورٹیں؟

سرورق: شائیلہ عکاسی مظہر شیخ

☆..... رکن پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی

☆..... مجید نظامی پر تعزیت نمبر نے ادارے کی ساکھ میں اضافہ کر دیا

☆..... پتہ = ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور فون 4- 6367551

☆..... آفٹ ہوزہ آف ہرکولیس سے ماخوذ

☆..... صور تحال پہ جملہ لکھیئے اور.....

Popular News Agency
Hospital Road, Lahore

A Treasure Of Rare Books

کرنیں

زندگی
ایک طویل اکتا دینے والی
کہانی ہے
اس کو وہی شخص
کامیابی سے پڑھ سکتا ہے
ہمیشہ کہانی کے
اگلے پیراگراف پر
لگی رہے جسکی نظر

اپنے حق
سے زیادہ چاہنا
اپنے آپ کو
اپنے واقعی حق سے
محروم کر لینا ہے

جو شخص
اپنے آپ پر فتح حاصل کر۔
اس کے لئے
دوسروں پر فتح پانا
کچھ مشکل نہیں رہتا

سو سال
کا سفر
کبھی اس طرح طے نہیں ہوتا
کہ
ہم اپنے کاغذی کیلنڈر
میں
سو سال
آگے کا ہندسہ
لکھ لیں

سب کچھ کھونے
کے بعد
اگر آپ کے اندر
حوصلہ باقی ہے
تو سمجھ لیں
کہ ابھی آپ نے
کچھ نہیں کھویا

بڑے دل والا آدمی
ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے
اور
چھوٹے دل والا
ہمیشہ ناکام

شکست
خواہ کتنی بڑی ہو
ہمیشہ وقتی ہوتی ہے
اور دوبارہ
زیادہ بہتر منصوبہ بندی سے
فتح میں بدل سکتی ہے

مواقع نکل جاتے ہیں
مگر
مواقع ختم نہیں ہوتے

جلدی نہ کرو
کیونکہ
تم جتنی جلدی کرو گے
اتنی ہی زیادہ دیر لگے گی

تجربہ وہ ہے
جو دوسروں سے سیکھا جائے
کیونکہ اپنا تجربہ تو ہمیشہ
نقصان کی قیمت پر
حاصل ہوتا ہے

عقل مند وہ ہے
جو
دوسروں کی غلطیوں کو بھول جائے
اور
اپنی غلطیوں کو ہمیشہ یاد رکھے

اگر آپ اسٹیشن دیر میں
پہنچے ہوں تو
ٹرین سے شکایت کیسی کہ وہ آپ
کو لئے بغیر کیوں چلی گئی

چھوٹے برتن میں زیادہ پانی نہیں
سماتا
ٹھیک اسی طرح چھوٹے دل کے
ساتھ
بڑی کامیابی جمع نہیں ہوتی

کوئی بھی شخص
اتنا
طاقت ور نہیں ہوتا
کہ
اپنا برا کئے بغیر
دوسرے کا برا کر سکے

اقوال حکمت از مولانا وحید الدین خاں انتخاب: شہناز عباس

A Treasure Of Rare Books

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حوصلہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا" وزیر صاحب نے بچے کے آنسوؤں اور روتی صورت سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے بے دلی سے کہا..... بچے کی ماں تھوڑی دور بیٹھی خالی نگاہوں سے میز کو تکے جا رہی تھی..... ممکن ہے رو رو کر اس کے آنسو خشک ہو گئے ہوں..... ان کی ایک ہی التجا تھی "خدا کیلئے کچھ کریں' انہیں کہیں ساری عمر جیل میں رکھ لیں مگر پھانسی نہ دیں"..... "اچھا ٹھیک ہے کوشش کرتے ہیں" لمبی سی میز کی دوسری طرف بیٹھی شخصیت کی آواز میں شدید بے زاری تھی..... جیسے چاہ رہے ہوں کون سالمحہ ہو کہ یہ سامنے سے دور ہو جائیں..... بچہ کرسی سے اٹھا تو صاف محسوس ہو رہا تھا..... خود نہیں اٹھا۔ زبردستی اٹھایا گیا ہے۔ اس نے آخری لمحے ایک اور کوشش کی "انکل..... ! میں نے تو سکول بھی چھوڑ دیا ہے' کسی دوست کو بھی نہیں ملتا' سب کی نگاہیں پوچھتی ہیں تمہارا باپ حج پہ گیا تھا' واپس کیوں نہیں آیا' ہمارے پاس سوائے بے بسی' شرمندگی اور بے چارگی کے کچھ نہیں ہے' اپنے عزیزوں تک سے بات نہیں کر سکتے' ہم کریں تو کیا کریں..... ؟ بتائیں تو کیا بتائیں..... ؟"

میں بالکل اتفاقی طور پہ یہاں آیا تھا۔ زبیر کی تو میٹنگ طے تھی میں نے بہت کہا تم مل آؤ میں گاڑی میں انتظار کرتا ہوں مگر وہ مجھے ساتھ گھسیٹ لایا جہاں یہ منظر ہمارے سامنے تھا..... وزیر صاحب ان کے جانے کے بعد بڑبڑائے "آپ بتائیے ہم اب کیا کریں پہلے تو سرکاری کوٹے پہ حج کے لئے بھجوایا..... وہاں جاتے ہوئے کیا ہم نے کہا تھا کہ دو کلو ہیروئن ساتھ لے جاؤ..... انہوں نے ائیر پورٹ پہ ہی 12 لوگوں کو پکڑ لیا ثبوت ساتھ تھے۔ انہوں نے سزا سنا دی..... اکثر کی تو گردنیں بھی اڑا دی گئی ہیں..... ہم کس منہ سے کہیں کہ چھوڑ دو..... ایک تو ملک کی اتنی بدنامی ہوتی ہے پھر وہ پاکستانی وزیر اعظم کے خصوصی مہمان تھے"..... زبیر بولا ہاں سر..... ! "کرپشن کی تو حد ہو گئی ہے..... نہ جگہ دیکھتے ہیں نہ مقام..... جہاں داؤ لگتا ہے لگاتے ہیں چاہے ملک بے عزت ہو چاہے قوم رسوا ہو.....

ان کی باتیں سنتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے ایک اور منظر آ گیا وہ 70 کی دہائی کا درمیانی سال تھا جب ہمارے گھر میں ایک دم سارا منظر اور مزہ ہی بدل گیا تھا۔ ابو جان کو حکومت نے امریکن یونیورسٹی آف بیروت لبنان میں اعلیٰ تعلیم کیلئے منتخب کیا اور دو دن بعد وہاں پہنچنے کا پیغام بھی بھجوا دیا..... تب چھٹی یا ساتویں کلاس میں زیر تعلیم تھا۔ جہاں ابو کے جانے کی خوشی اور فخر تھا وہاں ان کی غیر موجودگی میں اکیلے رہنے کی پریشانی بھی بہت تھی..... تیاریاں' مشورے' خوشی' پریشانی سب جاری تھے کہ دو دن ختم ہو گئے اور وہ چلے گئے..... بیروت یونیورسٹی دنیا بھر میں اعلیٰ پیشہ وارانہ تعلیم اور بیروت شہر اپنی خوبصورتی اور آزاد ماحول کی وجہ سے بے حد مشہور تھے۔ کورس مکمل کر کے ابو واپس آئے تو انہیں اپنی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کی اتنی خوشی نہ تھی جتنی اس بات کی کہ عالم عرب میں پاکستانیوں کی اس قدر عزت اور قدر و منزلت ہے کہ وہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں..... تب بھی لوگ سرکاری وظائف پر جاتے تھے مگر مفت کے وظیفے کھانے اور سیر سپاٹوں میں اڑانے والے سو میں سے کوئی ایک آدھ ہی ہوتا تھا..... لگن تعلیم کی ہو یا اپنے ملک اور معاشرے کیلئے نیک نامی ڈھونڈنے' وقار بڑھانے اور عزت کمانے کی ہمیشہ پوری ہوتی ہے وہاں جانے والے پاکستانی اپنی تعلیم مکمل کرتے پھر بذریعہ سڑک مصر' شام سے ہوتے ہوئے سعودی عرب جاتے' عمرے کرتے اور مسکراتے چہروں اور مطمئن دلوں کے ساتھ محبت' ایثار' قربانی' عزت افزائی کی بے شمار کہانیاں ساتھ لاتے ہاں ساتھ میں ایک دکھ ضرور ہوتا کہ لبنان اتنا خوبصورت ملک ہے اتنا پیارا علاقہ ہے کہ خوبصورتی دیکھ کر آنکھیں نہیں بھرتیں..... اللہ نے ہر نعمت سے نواز رکھا ہے ہر طرح کی دولت کی فراوانی ہے مگر ہر طرف نافرمانی ہے..... وہ سارے کام ہوتے ہیں جن کی دنیا کے رب اور مالک نے ممانعت کی ہے..... نافرمانی اور خوشحالی کا کبھی مستقل ساتھ نہیں رہا..... یہ ہمیشہ ایک دوسرے کو دور دور سے دیکھا اور منہ بسورا کرتی ہیں یہاں سے جانے والے پاکستانی حیرت سے وہ ملک اور معاشرہ دیکھتے اور سوچتے..... الٰہی اتنی نعمتیں اور آسانیاں پھر بھی نافرمانیاں۔ غلط رویوں گناہوں اور بد عنوانیوں کی روش جب عام ہو جائے تو پھر ان ملکوں اور معاشروں کے بچنے کے امکان بہت کم ہو جاتے ہیں..... 70 کی دہائی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی جب لبنان میں عذاب پھوٹ پڑا..... پہلے خانہ جنگی ہوئی..... پھر اسرائیل نے اپنی توپوں کے دہانے کھول دیئے..... تب وہاں خوبصورتی دیکھنے والا بھی کوئی نہ بچا وہ شہر جو دنیا بھر کے سیاحوں اور نافرمانوں کی جنت تھا یوں برباد ہوا کہ کھنڈر بھی اس سے بہتر ہوتے ہونگے..... جن آسانیوں' سہولتوں اور خوبصورتیوں پر وہ ناز کرتے تھے سب خواب ہوئے..... پوری دو نسلوں کو ان خرابیوں اور بد عنوانیوں کا کفارہ ادا کرنا پڑا ہے..... اور ابھی تک وہ ملک اور شہر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے سے قاصر ہے.....

نافرمانی اور زیادتی تو کسی بچے کی برداشت نہیں ہوتی..... کوئی قوم بحیثیت مجموعی اس گناہ کو کرنے لگے تو نتیجہ کیسے دل پسند نکل سکتا ہے' کسی کے ماتھے پہ شکن نہ بھی آتی ہو' ہاتھ دکھ سے نہ بھی ملتے ہوں۔ زبانیں مفاد کی پٹی سے بندھوں اور دلوں کی دھڑکنوں میں سکون و آرام ہو تو اس کی گارنٹی کہ مالک اور خالق کی ناراضگی کی بجلی نہیں چمکنے والی..... کچھ نشانیاں بیماری کی ہوتی ہیں ڈاکٹران کو جان پہچان کر مرض دور کرتے ہیں..... کچھ علامتیں معاشروں کیلئے بھی مقرر ہیں..... ان کے عزت و وقار اور اعتبار کے بھی کچھ پیمانے طے ہیں..... کیا آپ کو محسوس نہیں ہوتا گھروں میں لوگ پریشان ہیں..... سفارت خانوں میں جا کر بے عزتی پہ حیران ہیں..... ویزوں سے انکار پہ ایک دنیا پشیمان ہے..... نہ کہیں عزت نفس بچی ہے نہ احترام..... دوسرے ملک اپنے ائیر پورٹ پہ سبز پاسپورٹ والے بچے بڑوں سب کو الگ کر کے یوں چیک کرتے ہیں جیسے شودر ہوں.....

آخر کیا ہے کہ — اپنے ہی ہاتھوں ہر جگہ اپنی رسوائی بانٹ دی گئی ہے صرف اٹھارہ بیس سالوں میں سب دوست دشمنوں میں اور خیر خواہ بد خواہوں میں بدل گئے ہیں..... جن کے چہرے مل کر خوشی سے چمکنے لگتے تھے وہ اب منہ کیوں پھیر لیتے ہیں..... کون کسے سمجھائے' کہ جنہوں نے سمجھنا ہے وہ ان ملکوں سے واپس آ کر فخر سے بتاتے ہیں کہ ہم نے مفت ٹیلی فون کرنے کیلئے سکوں کے برابر برف کے سکے بنائے اور چلائے ہیں..... بھری دکانوں سے بغیر ادائیگی کے دھوکے سے اپنے تھیلے بھرے ہیں اور ہر وہ حرکت کی ہے جس کا انہیں فائدہ اور قوم کو نقصان ہوا ہے' یہاں سے جانے والوں نے چاولوں میں مٹی' سبزیوں میں ہیروئن اور روئی میں ریت بھجوائی ہے..... اور جواب میں صرف ذلت پائی ہے.....

ایسے میں آپ ہی تو ہیں جن سے دکھوں اور داغوں کی بات کی جا سکتی ہے۔ ان سے ہم کیا کہیں جو اس نامبارک کام کو اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے ہیں اور شرماتے نہیں..... وہ ہیں تو ہمارے آپ کے ہی کچھ نہ کچھ لگتے..... وہ ہمارے سامنے ہمارے کل کے لئے بدنامی اور رسوائی کی گہری کھائیاں کھود رہے ہیں..... کیا ہمارا سارا کل صرف ان داغوں کو دھوتے' صاف کرتے اور ان گہرے گڑھوں کو پر کرنے میں گذرے گا..... دل اور دماغ آج کسی نیک نامی' کامیابی اور فلاح والی منزل کا طے کر لیں تو پھر بہت سے راستے ابھی سے بدلنے ہونگے..... یہ سرپٹ بھاگنے اور بد عنوانی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے والوں سے الگ راستے اپنانے ہونگے..... ان کے راستے..... ان کی منزلیں تو سامنے ہیں کہ جہاں قدم قدم پہ یہ سننا پڑتا ہے حوصلہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا حالانکہ چراغوں کو بجھانے اور داغوں کے لگانے سے سب ٹھیک نہیں ہوتا..... کیا خیال ہے آپ کے راستے آپ کی منزلیں ان سے بہت مختلف نہ ہونگی.....!!

آپ کے ایڈیٹر بھیا (اختر عباس)

Aiwaan-e-Iqbal.com

انصاف

مجیب ظفر انوار

"قسم کھانا درست نہیں!" ارسلان نے کہا۔

"تمہیں کس نے بتلایا؟ اطہر نے پوچھا۔

"اسلامیات کی مس بتلا رہی تھیں..... وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا، چاہے وہ جھوٹی ہو یا سچی ہو..... اور بھی غلط ہے، ارسلان نے بتلایا۔

اطہر نے سینڈوچ کا آخری ٹکڑا منہ میں ٹھونس کر ہاتھ پتلون پر رگڑتے ہوئے کہا۔

شب برات کا انار ہوا کہ ذرا سی آگ دھندلاتے ہی چھوٹ پڑا!" ارسلان کی بات پر اطہر جھینپ گیا۔

"یار چلتا ہے سب آج کل!"

"نہیں چلتا پیارے....." ارسلان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل بھی نہیں چلتا..... نہ چلانا چاہئے..... غلط بات تو بغیر یہ بیبوں کی بس ہونی چاہئے، لاکھ زور لگائیے مگر چل کر ہی نہ دے!"

"اوہو..... فلسفہ رہنے دو..... بات قسم سے شروع ہوئی تھی اب ختم کرو اس موضوع کو..... ہاں بھائی عشاء کی نماز آج کیوں نہ مسجد میں ہی ادا کر لی جائے!"

اطہر نے کہا۔ ارسلان نے سوچ کر جواب دیا! "مسجد گھر سے دور ہونے کی وجہ سے امی جان فجر اور عشاء کی نمازوں کی اجازت مسجد میں ذرا مشکل ہی سے دیتی ہیں ہے نا اور پھر اپنی جان کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے بھی بتلائی ہے۔ اس لئے عموماً" میں فجر اور عشاء کی نمازیں گھر پر ہی ادا کر لیتا ہوں۔ ہاں! انشاءاللہ آج سے چونکہ امتحانات میں کامیابی کے لئے خاص دعا کرنی ہے اس لئے آؤں گا مسجد میں!"

"میں واقف نہیں کہ پل بھر میں اور پل بھر بعد زندہ بھی رہوں گا یا نہیں۔ انسان کو اپنے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اگر اللہ میاں نے عشاء کے وقت تک مجھے سلامت رکھا تو ضرور با جماعت نماز ادا کرنے آؤں گا!" ارسلان نے ٹھہر ٹھہر کر بتلایا۔

"اچھا اللہ حافظ دوست!"

"اللہ حافظ!"

عشاء کی نماز ختم ہو چکی تھی.....

فضا میں جھینگروں کی موسیقی رچی بسی تھی۔ مسجد آبادی سے دور ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی تعداد بھی ذرا کم ہی تھی۔ پسماندہ بستی تھی جہاں کے باسی عبادت کو بھی "غرض" سمجھ کر کیا کرتے تھے ضرورتاً"۔ یعنی فلاں کام ہو جائے۔ نماز پڑھنی شروع کر دی۔ فلاں مسئلہ حل ہو جائے۔ نمازی بن گئے۔ جمعہ کے جمعہ مسجد آباد کر دی۔ انہیں یہ حقیقت معلوم نہ تھی کہ عبادت "غرض" نہیں بلکہ "فرض" ہے۔ ہر حال میں اپنی جبیں سجدہ گاہ پر رکھنے کا حکم ہے۔

ارسلان اور اطہر بھی نماز ادا کرنے کے بعد دیر تک دعائیں کرتے رہے۔ پاس ہونے کی دعا مانگی۔ دولت مند ہونے کی دعا۔ ضروریات پوری ہونے کی دعا۔ اور بہت سی دوسری دعائیں۔

مسجد آہستہ آہستہ نمازیوں سے خالی ہوتی جا رہی تھی۔ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور جھینگروں کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ "آمین....." اطہر نے ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہوئے زیر لب کہا۔ "چلو بھائی ارسلان کافی دیر ہو چکی ہے!"

ارسلان نے بھی دعائیں ختم کیں اور دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد سے باہر آ گئے۔ چپلیں پیروں میں ڈالیں اور مسجد سے ملحقہ کچے مدرسے کی عمارت تک آ گئے۔

A Treasure of Pakistani Books

اطہر اور ارسلان آہستہ آہستہ گھر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ مدرسے کی عقبی دیوار کے پیچھے ساتھ ہی ساتھ گھنی جھاڑیاں تھیں جو رات کے اندھیرے میں اور زیادہ پراسرار اور خطرناک لگ رہی تھیں۔

"ادھر سے نہ جاؤ!" ارسلان نے اطہر کو روکا۔

"ڈر گئے؟"

"نہیں..... احتیاط تو شرط ہے نا..... ہم پگڈنڈی والا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ وہاں ابھی نمازیوں اور لوگوں کی آمدورفت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے!"

ابھی دونوں مدرسے کی عقبی دیوار کے قریب ہی پہنچے تھے کہ جھاڑیوں کے پیچھے سے اچانک ایک ہانپتا ہوا شخص نمودار ہوا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں تازہ تازہ لہو ٹپکتا خنجر تھا۔ اسے دیکھتے ہی ارسلان اور اطہر نیچے بیٹھ گئے۔ قاتل نے دونوں کو نہیں دیکھا' البتہ فوراً اپنی قمیض اتاری' خنجر قمیض میں لپیٹا اور مدرسے کی دیوار پھاند کر اندر کود گیا۔

"اطہر....." ارسلان کی خوف زدہ آواز ابھری۔

ارسلان نے اطہر کا ہاتھ تھاما' برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"آیت..... تل..... کر..... کرسی پڑھو!"

ارسلان کی توتلی (ہوئی) سرگوشی ابھری۔

"کک..... کس بے چارے کا قتل کر کے اندر کودا ہے یہ آدمی؟"

"معلوم نہیں!" گرم گرم سانسیں تیزی سے خارج ہونے لگیں۔

"پھر بھی....."

"میں نے کہا تھا نا کہ نماز گھر پر ہی پڑھ لو۔ کیا کریں اب؟"

"میں نے سوچ لیا ہے!"

"کیا؟"

"تم راضی ہو جاؤ گے؟"

"پہلے بتاؤ تو سہی!"

"ہم پر آنچ آئے تو آئے مگر اللہ میاں کے گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے!"

"پھر کیا کریں ہم؟"

"شور مچا کر قاتل کو پکڑوا دیں گے۔"

"اندر کود دو گے؟"

"ہاں!" لہجہ میں مضبوطی تھی۔ ایمان کی مضبوطی۔

"مگر..... مگر اس کے پاس آلہ قتل ہے' دھار کیسی چمک رہی تھی خنجر کی۔ وہ ہمیں مار سکتا ہے!"

"کوئی بات نہیں..... اگر اللہ کی راہ میں موت آجائے تو کوئی حرج نہیں!"

اچانک فضا میں ایک تیز سیٹی گونجی۔ پولیس ملزم کے تعاقب میں تھی۔

پولیس کی سیٹیوں اور گالیوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ ذرا ہی دیر بعد پولیس مدرسے کے دروازے کو اپنے بھاری بھر کم بوٹوں سے توڑتی' ٹاٹ کے پڑے ہوئے پردے کو لیرا لیر کرتی اندر داخل ہو گئی۔

"یہیں ہے..... یہاں ہی آیا ہے..... ادھر ہی ہو گا ڈھونڈو..... اوئے محمد بشیر..... سونگھ اس حرام کے پلے کی بو۔ وہ آج اللہ بخش کا قتل کر کے ادھر کو بھاگا ہے۔"

ایک سپاہی نے اپنا ڈنڈا اپنی ٹانگ پر آہستہ آہستہ مارتے ہوئے کہا۔

"قتل..... کس اللہ بخش کا قتل؟ "چاچا" تو نہیں اپنا۔" اطہر اور ارسلان سر سے پیر تک کانپ کر رہ گئے۔

ملزم کا ننگا سیاہ بدن اندھیرے میں چم چم چمک رہا تھا جیسے گٹر سے نکلا ہوا خاکروب۔

وہ ادھر ادھر دوڑا مگر ذرا ہی دیر بعد پکڑ لیا گیا۔

پولیس نے تو جو کیا وہ کیا..... البتہ اطہر اور ارسلان دونوں کانپنے لگے..... "بول..... قتل تو نے کیا ہے؟"

"اللہ پاک کی قسم..... اللہ پاک کی قسم..... میں نے تو قتل نہیں کیا!" وہ گڑگڑا رہا تھا۔

"سچ سچ بک کہ تو نے قتل کیا ہے کہ نہیں!" ایک اور ڈنڈا پڑا۔

"ہائے ربا..... اللہ پاک کی قسم سنتری جی!؟ اس کی یک ہی رٹ تھی۔

"ڈھونڈ..... اوئے کمالے..... ڈھونڈ ثبوت اور آلہ قتل کو!"

ذرا ہی دیر بعد مدرسے کا چپہ چپہ چھان لیا گیا۔

"سر جی..... ثبوت نہیں مل رہا!" ایک سپاہی نے آکر بتایا۔

"بتلا اوئے..... کدھر چھپایا ہے؟"

پھر تو جیسے قاتل پر ڈنڈوں کی بارش ہونے لگی۔ مگر وہاں تو ایک ہی کلمہ تھا..... "اللہ پاک کی قسم..... میں نے قتل نہیں کیا ہے۔ اللہ پاک کی قسم!"

"ابے مسلمان کا بچہ ہو کر جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ شرم کر سالے!" ایک سپاہی دہاڑا۔

"کلام پاک کی قسم۔ نبی پاک ﷺ کی قسم۔ میں نے جھوٹی قسم نہیں کھائی۔ میں نے قتل نہیں کیا!" وہ چلا رہا تھا۔ رو رہا تھا۔ گڑگڑا رہا تھا۔ پولیس مایوس ہوتی جا رہی تھی۔ ساتھ آیا ہوا انسپکٹر سخت تذبذب کے عالم میں تھا۔

پورے مدرسے اور مسجد کی تلاشی لے لی گئی مگر آلہ قتل کہیں سے برآمد نہ ہوا۔ ادھر اس کو مار مار کر چوڑی کی طرح نیلا کر دیا گیا تھا۔ مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ "اللہ پاک کی قسم..... اللہ پاک کی قسم!"

"کہیں یہ مرنہ جائے پٹ پٹ کر۔ بار بار تو اللہ کی قسم کھا رہا ہے اس کی بات کا یقین کیوں نہیں کرتے؟" اطہر بدبدایا۔ "جو زیادہ قسمیں کھاتا ہے وہ اتنا ہی جھوٹا ہوتا ہے" ارسلان بڑبڑایا۔

وہ پٹتا جاتا تھا اور قسموں پہ قسمیں کھاتا جاتا تھا۔ تنگ آکر ایک سپاہی نے اس کو زور سے دھکا دیا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ جھٹکے سے آیت الکرسی کے فریم کی کیل نکل گئی اور پورا فریم نیچے آرہا۔ معہ خون آلود ثبوت کے۔ پولیس انسپکٹر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آگے بڑھ کر عقیدت سے فریم کو اٹھا کر بوسہ دیا اور حقارت سے ملزم کو تکنے لگا جیسے کہہ رہا ہو تم نے اللہ کے نام کی قسم کھا کر کیا کیا ظلم کمائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی جھوٹی قسم کا راز خود ہی فاش کر دیا سب کے سامنے اسے رسوا کر دیا۔ اس انصاف پر اطہر اور ارسلان کی آنکھیں تشکر کے احساسات سے بھیگنے لگیں۔ جیسے ان کے سر سے بہت سارا بوجھ اتر گیا ہو۔

سادگی

ایک میاں کو رات بھر دوستوں کی محفل میں تاش کھیلنے کی عادت تھی۔ ایک دن حسب معمول وہ رات بھر دوستوں میں تاش کھیلنے کے بعد صبح چار بجے گھر واپس آئے تو بیوی جلی بھنی بیٹھی تھی۔ بیوی نے میاں کو دیکھ کر کہا'

تمہیں تاش کھیلنے کے سوا بھی کوئی کام ہے یا نہیں' ساری رات دوستوں میں گزار دیتے ہو۔

میاں چپ چاپ سب سنتے رہے۔ آخر بیوی نے غصے سے کہا' ارے تم بھی منہ سے کچھ بولو' آخر ساری رات کے بعد صبح چار بجے کیا کرنے آئے ہو؟

ناشتہ کرنے۔ بڑی سادگی سے جواب ملا

سبطین احمد شاہد خانیوال

فرق

ایک انگریز نے ایک امریکی سے پوچھا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ گدھے اور امریکی میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

امریکی بولا "نہیں"

انگریز نے کہا "امریکی لالچی ہوتا ہے اور گدھا ایسا نہیں ہوتا۔"

اب امریکی نے پوچھا۔ "کیا تم کو معلوم ہے کہ گدھے اور انگریز میں کیا فرق ہوتا ہے؟"

انگریز بولا "نہیں"

امریکی بولا۔ "میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں کہ انگریز اور گدھے میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

حسنہ بتول۔ حافظ آباد

Archive of Rare Books

فاضل ٹکٹ

سید کاشان جعفری

اسکیم تو خوب سوچ سمجھ کر تیار کی تھی۔ وقاص اپنی جگہ کافی مطمئن اور بے خوف نظر آ رہا تھا..... اس کی جیب میں ایک سو روپیہ کا نیا کڑکڑاتا نوٹ جو موجود تھا۔ وہ بڑی فے فکری سے سامنے کی سیٹ پر بیٹھے دیہاتیوں کی بے معنی لٹھ مار قسم کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پتہ نہیں کیوں اسے دیہاتیوں سے خدا واسطے کا بیر سا تھا ممکن ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ خود شروع سے ہی ایک بڑے متمدن شہر میں رہتا چلا آیا تھا۔ یا پھر کوئی اور بات ہو..... مگر یہ بات طے تھی کہ وہ دیہاتیوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کرنے میں کبھی بخل سے کام نہ لیتا اسے نہ تو ان کی بات چیت کا انداز ہی پسند تھا اور نہ ہی ان کا لباس اٹھنا بیٹھنا وغیرہ..... اور یوں انہیں وہ بڑے انداز سے پینڈو کہتا.....

آج وہ بہت خوش تھا ابھی تین دن پہلے ہی کی تو بات ہے وہ اپنے ڈیڈی کے ساتھ اسلام آباد جیسے وی آئی پی قسم کے شہر سے لوٹا تھا اس کی خواہش تھی کہ ابھی وہ اسلام آباد میں مزید کچھ اور دن قیام کرے مگر ڈیڈی کے سامنے تو وہ چوں بھی نہ کر سکتا تھا اس لئے ان کے ہمراہ خاموشی سے لوٹ آیا مگر اللہ نے اسے مایوس نہ ہونے دیا..... وزیر آباد پہنچتے ہی انہیں یاد آیا کہ وہ کچھ ضروری سامان اور کاغذات تو جلدی میں اسلام آباد ہی بھول آئے ہیں دفتری مجبوریوں کی وجہ سے خود تو نہ جا سکتے تھے اسے ہی سارے نشیب و فراز اچھی طرح سمجھا کہ اسلام آباد بھیج دیا تھا اور آج دوسرے ہی دن وہ پھر اسلام آباد جا رہا تھا۔

سو روپیہ اور اسلام آباد جانے کی بات سن کر وقاص کے سازی ذہن میں نئی نئی ترکیبیں سر اٹھانے لگی تھیں اس نے دل ہی دل میں سوچ لیا تھا کہ دو تین دن تو وہ خوب جی بھر کر اسلام آباد کی سیر کریگا ڈیڈی تاخیر سے آنے کا سبب معلوم کریں گے تو بہانہ بنا دے گا..... مگر پھر فوراً ہی اس نے سوچا، محض سو روپیہ آج کل تو کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ اسی میں کرایہ آمد و رفت بھی شامل ہے..... کاش.....! کرائے کی رقم الگ سے مل جاتی تو..... پھر اس کے ذہن میں آیا کیوں نہ بغیر ٹکٹ سفر کر کے کرائے کی رقم بچائی جائے اسی خیال کے آتے ہی اس کا ہاتھ خود بخود جیب کے اندر چلا گیا ہاتھ جیب سے باہر نکلا تو اس میں چار پرانی ٹکٹیں وزیر آباد تا راولپنڈی اور پنڈی تا وزیر آباد تھیں یہ ٹکٹیں وہ تھیں جو آتے جاتے وقت اس کے ڈیڈی نے خریدی تھیں اور راستے میں چیک نہ کیے جانے کی وجہ سے اس کے ہی پاس رہ گئی تھیں وقاص نے ٹکٹوں کو دیکھا دن کی تاریخ کافی مدہم تھی جبکہ مہینہ اور سن صاف واضح نظر آ رہا تھا وقاص دل ہی دل میں کچھ سوچ کر مطمئن ہو گیا۔

ریل اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ جانب منزل اڑی چلی جا رہی تھی سامنے والی سیٹ پر چار پانچ دیہاتی آپس میں بیٹھے بظاہر گفتگو کر رہے تھے مگر وقاص کے خیال میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ لٹھیار ہے تھے یعنی لٹھ بازی کر رہے تھے ان کی باتوں کا انداز ہی کچھ ایسا تھا جیسے وہ آپس میں لڑ رہے ہوں..... اس کی اپنی سیٹ پر دو مسافر بیٹھے اخبار کی سرخیوں میں گم تھے جبکہ ایک نوعمر تیز طراز سا لڑکا بڑے ہی چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا اس کا اندازہ وقاص نے اس کی تیزی کے ساتھ چلتی ہوئی آنکھوں سے لگا لیا تھا جو سارے ڈبے کا معائنہ کرنے میں مصروف تھیں وہ ابھی اتنا ہی جائزہ لینے پایا تھا کہ ایک درمیانی چھوٹے سے اسٹیشن پر گاڑی کی رفتار کچھ کم ہوئی دو چار لوگ وہاں اترے اور دو چار نئے مسافر چڑھے بھی وقاص نے اپنی نظریں ادھر، ادھر دوڑائیں وہ ٹی ٹی پر نظر رکھنا چاہتا تھا مگر ایسی کوئی شخصیت اسے اترتی یا چڑھتی نظر نہیں آئی گاڑی پھر اپنی رفتار پر آ گئی وقاص کافی حد تک مطمئن ہو کر بیٹھ گیا اور ساتھ ہی لاہور سالہ کھول کر پڑھنے لگا۔

اچانک اس کے کانوں میں ایک آواز سنائی دی۔ ٹکٹ پلیز..... اس نے رسالے پر سے نظر اٹھا کر دیکھا ایک سادہ سے لباس میں ملبوس شخص سامنے والی سیٹ پر بیٹھے مسافروں سے ٹکٹ چیک کر رہا تھا لمحے بھر تو وہ سوچ میں پڑ گیا..... تو اب ٹکٹ چیکر بھی ہوشیار ہو گئے ہیں..... اپنی یونیفارم بھی استعمال نہیں کرتے..... اسی لمحے اس کے قریب بیٹھا ہوا وہ ہوشیار سا لڑکا اپنی جگہ سے اٹھا اور نہایت تیزی کے ساتھ چلتی ٹرین کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ بقیہ صفحہ 52 پر

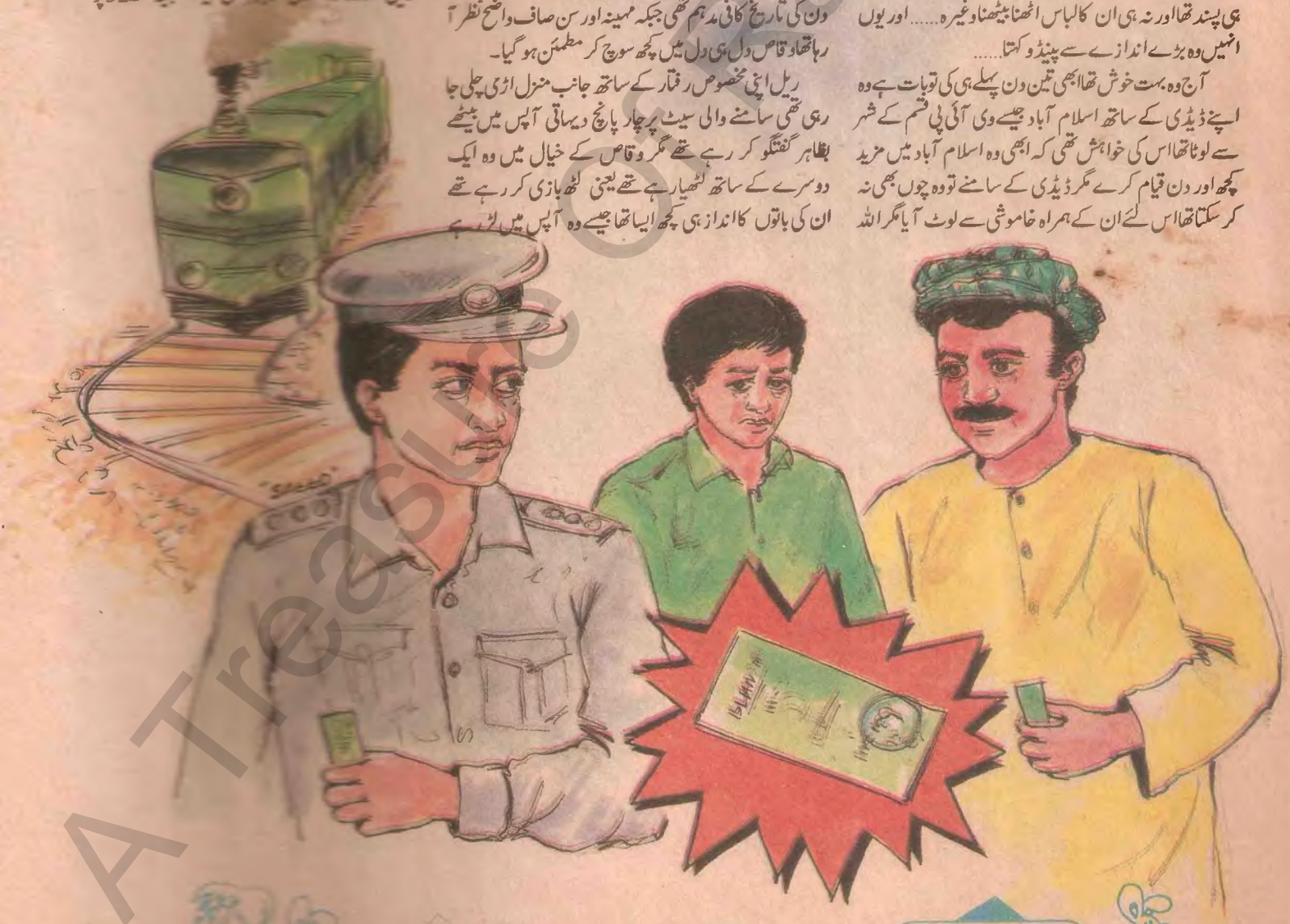

A Treasure of Pakistan Books

چند آہیں

فائمہ عروج بھکر

ٹرن.... ٹرن... "ہیلو کون بول رہا ہے؟"

"میں چاند بول رہا ہوں"

"اوہ اچھا.... چاند بھائی آپ ہیں کہئے کیسے فون کیا؟"

"دراصل کافی عرصہ ہوا آپ کے ہاں سے کوئی آیا گیا ہی نہیں میں نے سوچا فون ہی کر لوں"۔ چاند نے جواب دیا

"شکر کریں چاند بھائی کہ آپ کی طرف کوئی نہیں گیا۔ ورنہ میں تو خود ان انسانوں سے عاجز آچکی ہوں"۔ زمین ٹھنڈی آہ بھر کر بولی

چاند نے بڑی بہن کی افسردہ آواز سنی تو بولا: "کیوں کیا ہوا کیا کسی انسان نے آپ کو پھر کوئی دکھ دیا ہے"۔

چاند کی ہمدردی سن کر زمین کا لہجہ بھر آیا "ارے چاند بھائی کیا کیا بتاؤں؟ کیا کیا دکھ نہیں دیئے مجھے انسانوں نے؟ شروع میں ان کے آپس میں ظلم و ستم دیکھ کر جلتی کڑھتی تو تھی ہی مگر اب جب سے انہوں نے مجھ کو نشانہ بنالیا ہے میری رونقیں اور میرا حسن پہلے سے آدھا بھی نہیں رہ گیا۔

کہنے کو تو یہ انسان کارخانے، ملیں اور فیکٹریاں لگا کر ترقی کر رہا ہے۔ لیکن ان فیکٹریوں اور گاڑیوں کے دھوئیں نے میری فضا کو آلودہ کر دیا ہے۔ اسی زہریلے دھوئیں نے میرے لبادے یعنی کرہ ہوائی میں شگاف ڈال دیئے ہیں"

زمین نے پھر ایک آہ بھری اور بولی "یہی نہیں کارخانوں سے نکلنے والا آلودہ پانی جب میری سطح پر موجود دریاؤں اور سمندروں میں جا گرتا ہے تو نہ صرف مجھے تکلیف پہنچاتا ہے بلکہ معصوم آبی جانوروں کی ہلاکت کا سبب بھی بنتا ہے۔

یہیں پر بس ہوتی تو بھی مسئلہ حل ہو سکتا تھا مگر انسان جس بے دردی سے درختوں کو کاٹ رہا ہے اس کے نتائج بہت بھیانک نکلیں گے۔ میری خوشنمائی، خوبصورتی اور یہ سبزہ تو ختم ہو گا ہی ساتھ ساتھ تازہ فضا اور صاف پانی میں بھی کمی آتی جائے گی صرف ناقص غذائیں بیماریاں اور محرومیوں رہ جائیں گی۔

میرا کیا ہے میں تو روتی سسکتی ایک روز بوڑھی اور بدنما ہو جاؤں گی۔ فکر تو مجھے ان انسانوں کی لگی ہوئی ہے جو اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اپنے سر سے آسمان (اوزون) اور پیروں تلے سے زمین خود کھسکا رہے ہیں۔

کاش انسان میری سسکیوں کو سن لے میری آہوں پر کان دھر لے۔ معصوم بچوں اور پھولوں کو کملانے سے بچا لے۔ دھنک رنگ پرندوں اور تتلیوں کے رنگ اڑنے نہ دے۔ میرا حسن مجھ سے نہ چھینے"۔

زمین نے ہچکی لی اور رونے لگی۔ چاند بڑی بہن کو روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا اور مغموم لہجے میں اسے دلاسا دینے لگا

"زمین بہن روئیے مت سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟" زمین نے درد سے آنکھیں بند کیں دو آنسو آنکھوں سے نکل کر گالوں پر ڈھلک گئے۔

"آپ حوصلے سے کام لیں میں انسان کو سمجھاؤں گا اس سے التجا کروں گا اپنے گھر کو آلودہ کرنے میں اسکا اپنا نقصان ہے۔ ایسا کر کے وہ اپنی آنے والی نسلوں کو خود تباہی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ مجھے امید ہے وہ ضرور سمجھ جائے گا۔ اسے اپنی اور آپ کی بقا کیلئے کوئی نہ کوئی حل نکالنا پڑے گا۔ اسی میں اس کی بہتری ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خوبصورتی و خوشنمائی برقرار رکھے بلکہ آپ کے حسن اور رونق میں مزید اضافہ کرے۔ ساتھ ہی انسان کو اس بات کا شعور عطا کرے کہ وہ اپنے آپ کو تباہی کے راستے پر چلنے سے بچالے۔ اس دعا کے ساتھ ہی اب میں آپ سے اجازت چاہوں گا کیونکہ کال لمبی ہو رہی ہے"

"خدا حافظ بہن"

"خدا حافظ چاند بھائی"

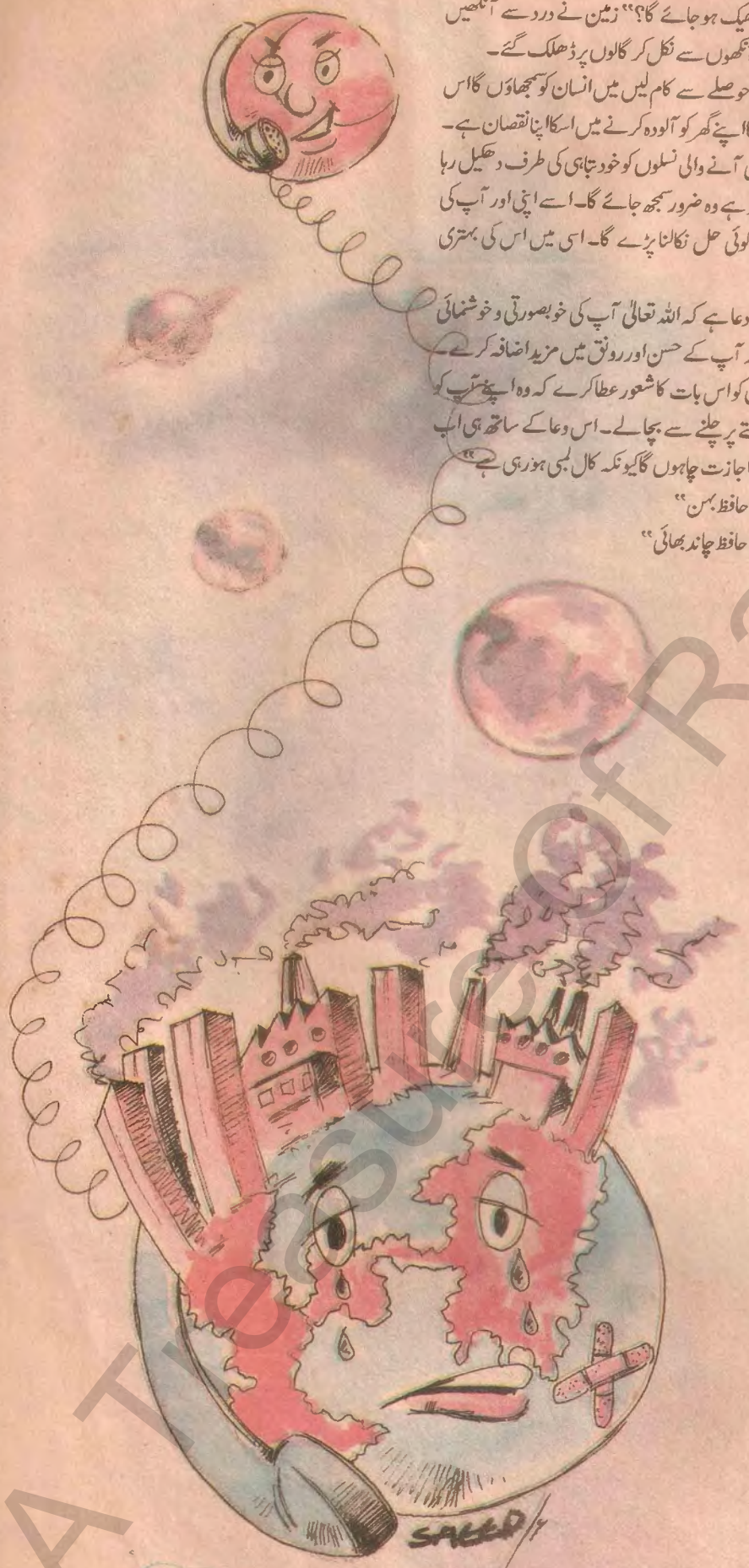

A Treasure of Rare Books

رپورٹ = آمنہ اعظم

کرکٹ بڑی بے اعتبار گیم ہے

قومی کرکٹ ٹیم کے ثقلین مشتاق کا پہلا پہلا انٹرویو

ساتھیو! ہمارے ہاں مہمانوں کے دیر سے آنے کی عادت تو اب ایک روایت بن گئی ہے مگر ثقلین مشتاق جو کہ پاکستان کرکٹ ٹیم کے سب سے کم عمر کھلاڑی ہیں وہ لیٹ تو آئے ہی مگر انہوں نے آتے ہی بڑی شرمندگی سے ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ اپنے لیٹ آنے کی معذرت کی۔ ہم سب کافی حیران تھے کیونکہ یہ واحد مہمان تھے۔ جو کہ لیٹ آنے پر واقعی معذرت خواہ تھے اور شاید ایسی ہی کوئی خوبی ان کے اتنے کم عرصے میں کامیابی حاصل کرنے کی وجہ بنی ہو کیونکہ کہتے ہیں بڑا انسان وہی ہوتا ہے جو اپنی غلطی کو خود تسلیم کرے۔

ثقلین مشتاق ایوان وقت میں آئے تو ایسے لگا کہ شاید کوئی ساتھی پھول پینل میں شامل ہونے آیا ہے مگر پھر ایڈیٹر بھیا نے ان کا تعارف کروایا اور کہا کہ یہ بہت سے لوگوں کے لئے نئے ہیں مگر اپنے گھر والوں کے لئے بالکل نئے نہیں ہیں چھوٹے چھوٹے لگتے ہیں مگر کام تو بڑے بڑے کرتے ہیں۔ کرکٹ کے شائقین تو ان سے بھی بڑی توقعات لگائے بیٹھے ہیں یہ آج اپنے پہلے تفصیلی انٹرویو کے لئے پھول فورم میں آئے ہیں۔ گفتگو کے آغاز میں ہی ثقلین بھائی نے کہا میری پیدائش لاہور ہی میں ہوئی اور میں 29 دسمبر 1976ء کو پیدا ہوا اور میں پاکستانی کرکٹ کی تاریخ کا سب سے کم عمر کھلاڑی ہوں اور خدا کی ذات کا ممنون ہوں کہ آج مجھے یہ عزت اور اعزاز کا مقام حاصل ہے۔ میرے بڑے بھائی کرکٹ کھیلتے تھے شروع میں تو بڑے بھیا کی دیکھا دیکھی کھیلتا تھا پھر ذرا اچھا کھیلنا شروع ہوا تو مختلف کرکٹ کلب جوائن کئے ظریف میموریل کرکٹ کلب میں مجھے اچھی فیلڈنگ کی وجہ سے سینئر ٹیم میں بھی شامل کر لیا جاتا تھا پھر آہستہ آہستہ کامیابیاں حاصل ہوتیں گئیں۔ پھر پی آئی اے کو جوائن کیا اس کی طرف سے کرکٹ کھیلی انڈر 19 کرکٹ کھیلی کافی کامیابی حاصل ہوئی تو پھر اچانک نیشنل ٹیم میں سلیکشن ہو گئی پہلے تو کرکٹ میرا شوق تھا مگر اب میں نے اسے پروفیشن کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔

☆..... جب آپ کی سلیکشن نیشنل ٹیم میں ہو گئی تو آپ کے کیا تاثرات تھے؟

☆☆☆..... پہلے تو یقین ہی نہیں آیا کہ میں بھی کبھی پاکستانی ٹیم میں شامل ہو سکتا ہوں کیونکہ یہ میرا ایک خواب جس کے پورا ہونے کی میں اکثر دعا کرتا تھا مگر جب مجھے پتا چلا کہ میں سلیکٹ ہو گیا ہوں تو خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ چلیں کسی طرح بھی میں اس قابل تو ہوا کہ ایک کھلاڑی ہی کی شکل میں اپنے ملک کی خدمت کر سکوں۔

اسی دوران کئی ساتھیوں نے ثقلین بھائی سے ورلڈ کپ کے بارے میں اور خاص طور پر انڈیا سے ہارنے پر کافی سوالات کئے۔ جواب میں ثقلین بھائی نے نہایت ہی مدبرانہ انداز میں صرف یہی کہا کہ کرکٹ ایک بے اعتبار گیم ہے اس میں کب کیا ہو جائے کسی کو معلوم نہیں اور ویسے بھی کھیل تو کھیل ہوتا ہے جس میں ہار اور جیت یقینی ہوتی ہے جب ایک ٹیم جیت جاتی ہے تو دوسری کو ہارنا ہی پڑتا ہے۔ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ جب ہم ہارتے ہیں تو ہمیں دکھ نہیں ہوتا بلکہ ہمیں تو زیادہ دکھ ہوتا ہے ہر کھلاڑی صرف اپنے لئے نہیں کھیلتا بلکہ وہ اپنے ملک اور اپنے ہموطنوں کی طرف سے

A Treasure Of Rare Books

کھیل رہا ہوتا ہے۔ انڈیا سے ہارنا ہمیں بھی اچھا نہیں لگا مگر آپ اسے ہماری بدقسمتی سمجھ لیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت۔ ساری دنیا نے دیکھا کہ جب سری لنکا جیتی تو انڈیا کے عوام نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا مگر خیر میں ایک دفعہ پھر کہوں گا کہ کھیل کو بطور کھیل ہی لینا چاہئے اس کو اپنی انا ذات یا مذہب کی بنیاد نہیں دیکھنا چاہئے یہ تو ٹیلنٹ اور مہارت کی بات ہے جو بھی استعمال کر لے گا وہ جیت جائے گا۔ عوام کا کیا رویہ

نہایت ہی مایوس کن رویہ تھا کھیل میں تو ہار جیت ہوتی ہی رہتی ہے کم از کم پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگوں کو تو ایسی باتیں بالکل نہیں کرنی چاہئے اور ویسے بھی جو لوگ کرکٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے وہی غلط قسم کی افواہیں اڑاتیں ہیں

اور جہاں تک اخبارات کا تعلق ہے تو یہاں تو یہ حال ہے کہ لوگ جو پڑھنا چاہتے ہیں وہی چھپتا ہے لوگ مصالحہ دار اور چٹ پٹی خبریں پڑھنا چاہتے ہیں اور اخبار والوں کو اپنا اخبار بیچنے کے لئے ایسی ہی خبریں بنانی پڑتیں ہیں ان کی بات کی تائید مبین بھائی بولے "جیسی روح ویسے فرشتے" اعظم بھائی نے گفتگو کا رخ بدلا اور پوچھا کہ آپ کے پسندیدہ کھلاڑی کونسے ہیں؟

☆☆☆..... مجھے سب سے زیادہ عمران خان، جاوید میاں داد اور ظہیر عباس پسند ہیں۔ جاوید میاں داد تو بہت ہی زیادہ پسند ہیں اور میں نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میں ان کے ساتھ کھیلوں گا۔ ☆..... کھیلنے کے علاوہ آپ کے اور کیا مشاغل ہیں؟

☆☆☆..... سارا وقت تو کرکٹ کھیلنے اور اس کی پریکٹس میں ہی گزر جاتا ہے ویسے میں پڑھتا بھی ہوں۔ بی اے کی تیاری کر رہا ہوں اور میرا خیال ہے کہ کسی بھی پروفیشن میں جانے کے لئے تعلیم بہت زیادہ ضروری ہے اور تعلیم حاصل کرنا ہم سب کا پہلا اور اولین مقصد بھی ہونا چاہئے۔ جب کبھی فارغ ٹائم ملتا ہے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر بیٹھتا ہوں۔ میری سب سے زیادہ دوستی امی جان سے ہے اور میں اپنی ہر پرابلم صرف انہی کو بتاتا ہوں۔

☆..... آپ تو مختلف ملکوں میں بھی گئے ہیں سب سے زیادہ کونسا ملک اچھا لگا؟

☆☆☆..... اپنے ملک اور شہر لاہور سے اچھا نہ تو کوئی ہے اور نہ ہی ہو گا۔ ویسے تمام ملکوں میں سے نیوزی لینڈ سب سے اچھا لگا ہے دوسرے ملکوں میں یہ خوبیاں ہیں کہ وہاں کے قوانین اور اصول اچھے ہیں تمام شہری قوانین کا احترام کرتے ہیں۔ وہاں زیادہ سہولتیں ہیں اور وہاں کے موسم بھی اچھے ہیں مگر یہاں پر لوگ تو کیا موسم بھی بے اعتبار ہیں اور خاص طور پر کرکٹ کے لئے تو موسم سب سے اہم ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں میں لوگ بہت ہی مخلص اور پیار کرنے والے ہوتے ہیں ہاں ساتھیو!

ثقلین بھائی نے بازو میں ایک کڑا بھی پہنا ہوا تھا پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ ان کی چھوٹی بہن کا ہے۔ ایک دن اچانک شوق شوق میں پہن لیا اسی دن اتفاق سے ان کی کارکردگی بہت اچھی ہوئی بس اسی دن سے اس کڑے کو خوش قسمت سمجھ کر پہنے ہوئے ہیں مگر شاید کھلاڑیوں کو اس بات کا اندازہ نہیں کہ ان کے مداح نہ صرف ان کی ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں نوٹ کرتے ہیں بلکہ ان کو فیشن کے طور پر اختیار کر کے امی ابو کی خوب ڈانٹیں بھی کھاتے ہیں ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ اور ہاں چلتے چلتے

ایک اور بات ثقلین بھائی قومی پرچم میں ملبوس تھے ارے نہیں..... نہیں بھئی اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جھنڈے میں لپٹے ہوئے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سبز پینٹ اور سفید شرٹ پہن رکھی تھی یعنی کہ وہ کپڑوں اور باتوں سے خالصتاً پاکستانی لگ رہے تھے۔ وقت تو کافی گزر چکا تھا لہٰذا ہم نے اس دعا کے ساتھ ان کو جانے کی اجازت دی کہ خدا آپ کو مزید کامیابیاں دے اور ہماری کرکٹ ٹیم کے تمام کھلاڑی متحد ہو کر پاکستان کا نام روشن کریں۔ (آمین)

Treasure Of Rare Books

پگھلا ہوا سیسہ

ضحیٰ احمد

دھڑ سے دروازہ کھلا، تیزی سے مشین چلاتے ہاتھ خود بخود رک گئے۔ میں نے دروازے کی سمت دیکھا اور دھک سے رہ گئی۔ میرا لال میرا بیٹا انس زخموں سے چور لڑکھڑاتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ رہا تھا اور میرے ہاتھوں پیروں سے جان جیسے نکلتی چلی جارہی تھی۔

اماں..... ایک سسکاری میری سماعتوں سے ٹکرائی تو میں ایک دم ہوش میں آ گئی دیوانہ وار انس کی جانب بڑھی دوسرے ہی لمحے وہ میری آغوش میں تھا اس کے زخموں سے بہتا خون میرے وجود میں آگ لگا رہا تھا مگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں..... میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ مرہم بن کر اس کی ہر چوٹ کو ٹھیک کر دوں۔

میرے چاند میرے بچے کیا ہوا یہ.....؟ کس نے تیرا یہ حال کر دیا؟ یا اللہ میرے بچے پر رحم کر یا اللہ میری مدد کر، اسے آرام دے..... دعائیں میرے لبوں سے ورد کی طرح ادا ونے گلیں انس مسلسل کراہ رہا تھا اس کی آہیں میری برداشت سے باہر تھیں میں نے بمشکل اسے گھسیٹ کر چارپائی پر لٹایا خود باورچی خانے کی طرف بھاگی تیل میں ہلدی ملا کر لائی تاکہ چوٹوں پر لگا سکوں انس درد سے بے حال ہوا جارہا تھا ہلدی ملے تیل میں میرے آنسو بھی ایک تواتر سے شامل ہو رہے تھے میں اس کے قریب بیٹھ گئی ماتھے پر آنکھ کے پاس نیل کا نشان تھا ہونٹ سوج چکے تھے نچلے پھٹے ہونٹ سے مسلسل خون نکل رہا تھا فیض اٹھا کر دیکھا تو کمر پر چاقو سے لگے زخم دیکھ کر میری ہمت جواب دینے لگی دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔

ہائے..... اف اماں..... میرا ہاتھ لگنے سے شاید اسے زیادہ درد ہوئی۔

بس میرے بچے تھوڑا صبر کر لے اللہ رحم کرے گا میں نے جلدی جلدی زخموں سے خون صاف کر کے تیل لگا دیا پھر دودھ گرم کر کے لائی قطرہ قطرہ اس کے حلق میں ٹپکایا اس کے سرہانے بیٹھ کر مسلسل خدا سے فریاد کرتی رہی میری متاع میری جان کو بچانے والا بس وہی ایک ہے وہی مدد کرنے والا ہے انس آہستہ آہستہ نیند کی وادیوں میں کھو رہا تھا اس کی آہیں تھمیں تو میرے دل کو بھی ذرا سکوں ملا لیکن جونہی نظر بھر کے اسے دیکھتی تو آنسو بند توڑے امڈے چلے آتے۔

ہندوستان کے حالات مسلمانوں کے لئے ٹھیک تو کبھی بھی نہ رہے تھے مگر ایسے برے بھی کبھی نہ تھے۔ انس تو ویسے بھی بڑا خاموش طبع تھا زیادہ ہنگاموں میں خود ہی نہیں پڑتا تھا۔ لیکن آج اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ مسلم ہندو فسادات میرے گھر کی بے زبان دیواروں تک بھی آپہنچے ہیں پاکستان میں مقیم اپنے بھائی کو پہلے بھی دو خط لکھ چکی تھی کہ وہ ہمیں پاکستان بلانے کی کوشش کرے انس کے ابو کی وفات کے بعد اتنے بڑے ہندوستان میں ہمارا کوئی نہ تھا اور حالات ایسے تھے کہ لوگ خاندانوں کے ہوتے ہوئے بھی بے سہارا تھے۔ احمد علی میرے بھائی مسلسل کوشش کر رہے تھے مگر تاحال کوئی شنوائی نہ ہوئی تھی خدا جانے کب حالات ٹھیک ہونگے ہندوستان ہمارا ملک ہوتے ہوئے بھی ہمارا نہیں تھا.....!

یا اللہ..... اماں..... انس نے پکارا تو میں جاگ اٹھی رات اپنے ہی خیالوں میں گم جانے کس وقت نیند نے آگھیرا تھا۔

انس میرا بچہ..... اٹھ گیا تو..... کیا حال ہے اب تیرا؟ اب تو ٹھیک ہے ناں..... میں نے بے تابی سے سوال کئے تو وہ ہنسنے لگ گیا۔

کیا صورت ہو گئی میرے بچے کی اچھا یہ بتا کیا کھائے گا تو.....؟ میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا

کچھ نہیں اماں بس تو میرے پاس بیٹھی رہو انس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

میں صدقے جاؤں پر بیٹا کچھ کھائے گا نہیں تو بستر سے کیسے اٹھے گا چل میں تیرے لئے دودھ لے کر آتی ہوں ساتھ میں

بقیہ صفحہ 53 پر

A Treasure Of Rare Books

تلافی

علی اکمل قصور

سرخ رنگ کی چھوٹی سی کار تیز رفتاری سے شہر کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کار میں موجود ائر کنڈیشنر کی وجہ سے کار کا اندرونی ماحول خاصا سرد تھا۔ لیکن پھر بھی اندرونی جذبات کی شدت کی وجہ سے اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گھٹن میں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔

پھر اچانک ہی کار کے اسٹیرنگ پر موجود اس کے ہاتھوں میں لرزہ سا طاری ہوا۔ کار ایک لمحے کے لئے لہرائی۔ لیکن پھر اس کے ساتھ ہی اس نے بریک پر اپنے پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ کار ایک جھٹکے سے رک گئی اور وہ کار کا دروازہ کھول کر سڑک پر اتر آیا۔ دوسرے ہی لمحے گرم ہوا کے ایک جھونکے نے اس کا استقبال کیا۔ اور وہ دوبارہ کار میں آکر بیٹھ گیا۔

سڑک دور دور تک ویران تھی۔ سورج سر پر چمک رہا تھا۔ اس نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے خود پر قابو پایا اور پھر کار کو آگے بڑھا دیا۔ لیکن اب کار کی رفتار بہت آہستہ تھی۔

"اے خدا..... میرے بیٹے کو سلامت رکھنا....." اس نے زیر لب سسکتے ہوئے کہا۔ پھر وقت گزرنے لگا۔ وہ بہت بے چین تھا۔ لیکن بے بس تھا۔ پھر اچانک ہی اس کے کانوں سے گڑ گڑاہٹ کی مخصوص سی آواز ٹکرائی۔ اس کے ساتھ ہی وہ تڑپ کر رہ گیا۔

ابھی پچھلے دنوں ہی اس نے اپنی کار میں موجود خرابی کی مرمت کرائی تھی۔ لیکن کار پھر سے خراب ہونے والی تھی۔ اور شہر ابھی بہت دور تھا۔

"اے اللہ..... میرا شہر پہنچنا بہت ضروری ہے، میرے بیٹے کا آپریشن ہونے والا ہے..... میری مدد فرما..... مجھے آفات سے محفوظ رکھ....." کار کے انجن میں ہونے والی گڑ گڑاہٹ کی آواز تھم چکی تھی۔ اس نے کار کی رفتار میں اضافہ کیا۔ اور دور سڑک پر اپنی نظریں جمادیں۔

دس منٹ کے سفر کے بعد اسے ایک بورڈ نزدیک آتا نظر آیا۔ اور پھر فوراً ہی اس نے بریک پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ زنگ آلودہ بورڈ پر گاڑیوں کی مرمت کے حوالے سے عبارت لکھی ہوئی تھی۔ اور سڑک سے قدرے ہٹ کر ایک ورکشاپ بھی نظر آرہی تھی۔ اس نے اپنی گاڑی ورکشاپ کی طرف بڑھا دی۔ ورکشاپ میں ایک آدمی اور چند لڑکے کام کرنے میں مصروف تھے۔

گاڑی دیکھ کر وہ آدمی اپنا کام چھوڑ کر گاڑی کے قریب چلا آیا۔

"کار کے انجن میں تھوڑا نقص ہے اور مجھے جلدی شہر پہنچنا ہے....." وہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے نیچے اترا۔ اور نرم لہجے میں ورکشاپ کے مالک سے کہا۔

ورکشاپ کا مالک اسے دیکھتے ہی چونکا۔ اور پھر محتاط لہجے میں بولا۔

"آپ کا نام ڈاکٹر عزیز ہے....."

"ہاں..... ہاں میں ڈاکٹر عزیز ہوں۔ لیکن تم مجھے کیسے جانتے ہو....." ڈاکٹر عزیز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ ورکشاپ کے مالک کا چہرہ سرخ پڑتا جارہا تھا۔ وہ خاموشی سے ڈاکٹر عزیز کو گھور رہا تھا۔

"دیکھو وقت ضائع مت کرو۔ مجھے جلدی ہے..... میرے بیٹے کا آپریشن ہونے والا ہے۔ میرا شہر پہنچنا بہت ضروری ہے..... تم..... تم مجھ سے جتنی چاہے مزدوری لے لو۔ لیکن انجن میں موجود نقص دور کر دو....." وہ کہتا چلا گیا۔

ورکشاپ کے مالک نے اپنے لڑکوں کو اشارہ کیا۔ اور پھر وہ انجن کا جائزہ لینے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ گاڑی کے نیچے گھس گیا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے لڑکوں کو ہدایات بھی دیتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے انجن سٹارٹ کر کے دیکھا اور مطمئن ہو جانے کے بعد وہ ایک کپڑے کی مدد سے اپنے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

ڈاکٹر عزیز نے اپنی جیب میں سے پرس نکال کر کھولا۔ اس میں ایک ایک ہزار والے کتنے ہی نوٹ موجود تھے۔

"ہاں تو تمہاری مزدوری کتنی ہے....."

"مزدوری.....؟" ورکشاپ کے مالک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کتنی مزدوری دے سکتے ہیں آپ....."

"میں..... میں سمجھا نہیں....." ڈاکٹر عزیز نے حیرت سے کہا۔

"آپ سمجھ بھی کیسے سکتے ہیں۔ سمجھنے کے لئے انسان کے پاس ایک دردمند دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن آپ آپ جیسے لوگوں کے پاس وہ دل موجود نہیں ہو سکتا۔ آپ..... آپ لوگ تو صرف دولت کی زبان جانتے ہیں۔ اور..... اور آپ جیسے لوگوں کے دلوں کی جگہ پر صرف اور صرف نوٹوں کی گڈی دھڑکتی ہے....." بقیہ صفحہ 17 پر

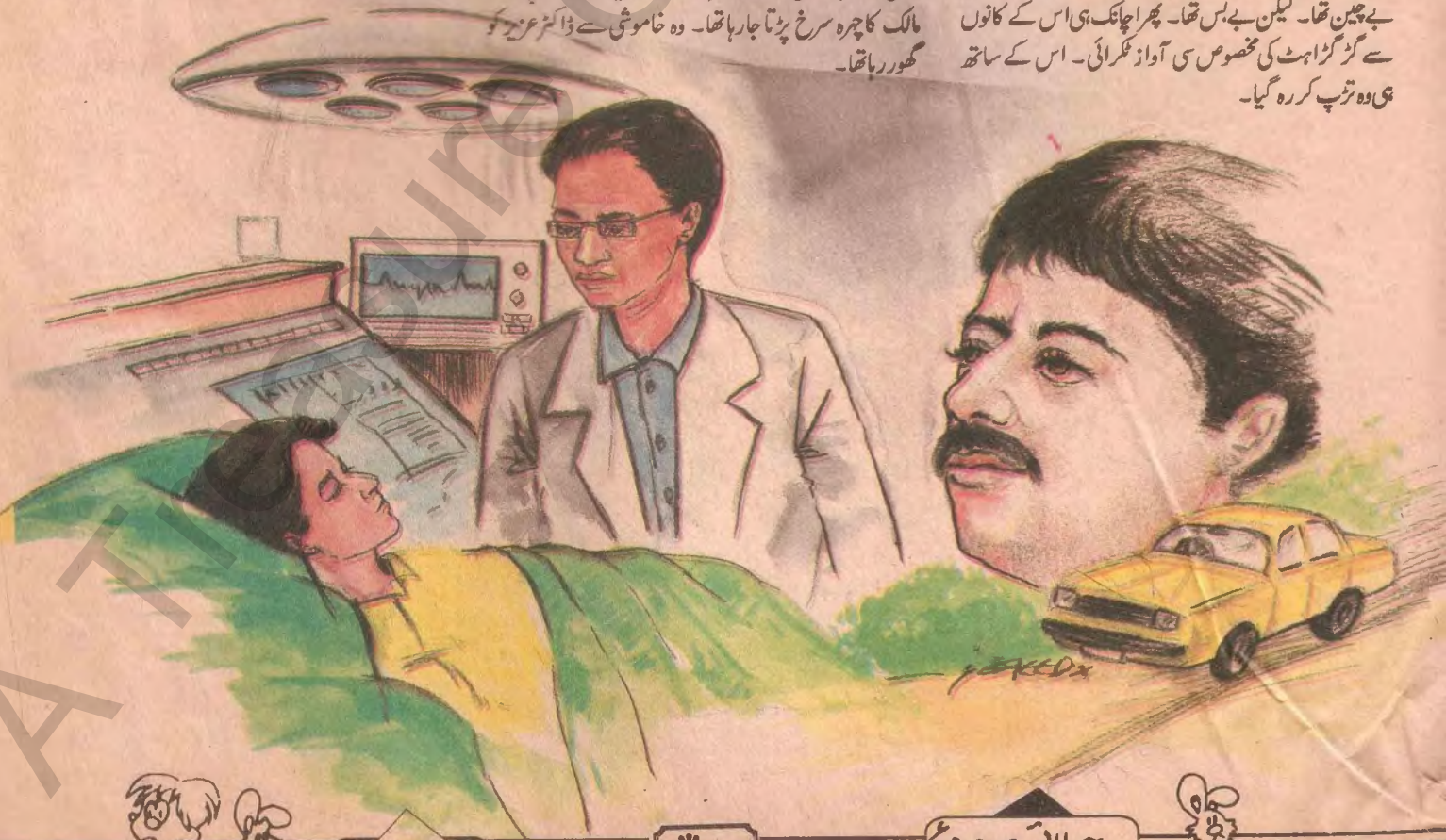

A Treasure Of Rare Books

دوہرا فائدہ

اشتیاق احمد

"انسپکٹر جاوید! آپ کی مسلسل ناکامیوں سے میں تنگ آ چکا ہوں..... تین بار آپ کو کسی نامعلوم آدمی نے مجرموں کے اڈوں کے بارے میں فون کیا..... لیکن ان اڈوں سے آپ ایک بھی مجرم گرفتار نہیں کر سکے..... یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ اطلاع غلط نہیں تھی کیونکہ تینوں اڈوں سے منشیات کی کچھ مقدار پکڑی گئی ہے۔ آخر مجرم تینوں بار فرار کیسے ہو گئے۔ افسران بالا بار بار مجھ سے پوچھ رہے ہیں..... اب میں انہیں کیا جواب دوں..... میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ کو معطل کر دوں" ڈی ایس پی خاور بیگ نے انہیں تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"سر! میں نے تینوں بار پوری راز داری سے کام لیا..... اپنے ماتحتوں کو اشارتاً بھی نہیں بتایا کہ کہاں جانا ہے۔ کیا پروگرام ہے۔ اس کے باوجود مجرموں کو معلوم ہو گیا کہ چھاپہ پڑنے والا ہے..... لہٰذا وہ فرار ہو گئے..... اتنا ضرور ہے کہ منشیات منتقل نہیں کر سکے اور وہ ہمارے قبضے میں آ گئیں..... ذرا غور کریں۔ پہلی بار جب اس نامعلوم آدمی کا فون ملا، میں نے اس کی بتائی ہوئی جگہ پر چھاپہ مارنے میں بالکل بھی وقت ضائع نہیں کیا۔ دوسری بار تو میں نے اور بھی پھرتی دکھائی..... اور تیسری بار تو میں فون سنتے ہی دوڑ پڑا تھا..... ماتحتوں کو راستہ میں وائرلیس پر ہدایات دی تھیں..... ان سب کوششوں کے باوجود میں کامیاب نہیں ہو سکا..... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مجرموں کو تینوں بار کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ چھاپہ پڑنے والا ہے اور وہ فرار ہو گئے"

"تو پھر آپ کا فرض ہے..... یہ معلوم کریں..... انہیں کس طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ میں آپ کو صرف ایک موقع اور دیتا ہوں، اگر اس شخص کی طرف سے ایک اور اطلاع ملی اور آپ مجرموں کو نہ پکڑ سکے تو پھر میرے پاس آپ کو معطل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا"

"اوکے سر..... انشاء اللہ اس بار میں مجرموں کو ضرور پکڑ لوں گا..... آپ مطمئن رہیں"

"ٹھیک ہے، آپ جا سکتے ہیں"

انسپکٹر جاوید گھر لوٹے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ وہ زور سے چونکے..... ان کے ذہن میں خیال گونجا، ہو نہ ہو یہ اسی نامعلوم آدمی کا فون ہے۔ انہوں نے ریسیور اٹھانے سے پہلے دوسرے فون پر ایک نمبر گھمایا۔

"میرے دوسرے نمبر پر کس کا فون آ رہا ہے..... میں جاننا چاہتا ہوں..... فون کس نمبر سے کیا گیا ہے..... انسپکٹر جاوید بات کر رہا ہوں"

"بہت بہتر..... آپ بات کریں"

انہوں نے ریسیور اٹھایا تو اس نامعلوم آدمی کا فون تھا..... ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"انسپکٹر جاوید بات کر رہے ہیں؟" انداز سوالیہ تھا۔

"اور آپ وہی مہربان ہیں..... جو پہلے بھی تین بار مجھ پر مہربانی کر چکے ہیں"

"جی ہاں بالکل..... لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ تینوں بار ناکام رہے ہیں۔ جبکہ میری اطلاع ایک بار بھی غلط نہیں تھی"

"ہاں! یہ تو خیر ٹھیک ہے..... خیر..... اس بار آپ کی اطلاع کیا ہے"

"رام نگر، پیلی بلڈنگ کے عقب میں ایک مندر ہے..... باہر سے گرا پڑا نظر آتا ہے..... لیکن اندر سے بالکل درست حالت میں ہے..... آج کل وہ منشیات فروشوں کا مرکز بنا ہوا ہے..... اس وقت بھی وہاں پچاس سے زیادہ منشیات فروش موجود ہیں....."

"آپ کا بہت بہت شکریہ..... لیکن آپ کون ہیں..... کچھ اپنے بارے میں بھی تو بتائیں؟"

"میں منشیات کا دشمن ہوں..... لیکن اپنا نام پتا نہیں بتاؤں گا۔ اس لئے کہ یہ لوگ پھر مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔ انسپکٹر جاوید نے فوراً ایکس چینج کے نمبر ملائے۔

"ہاں! کس نمبر سے فون تھا"

"ایک پبلک فون بوتھ سے"

"اور یہ پبلک فون بوتھ کہاں واقع ہے"

"راجہ ٹاؤن فون بوتھ نمبر 5"

"شکریہ بہت بہت" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ان کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔ انہوں نے خود سے کہا۔ "نہ میں چھاپہ ماروں گا..... نہ مجھے معطل کیا جائے گا..... لیکن میں تنہا وہاں ضرور جاؤں گا"

اور پھر وہ اپنی جیپ میں نکل گئے۔ رام نگر پہنچنے میں انہیں صرف پندرہ منٹ لگے۔ پیلی بلڈنگ کے عقب میں انہیں مندر دور سے نظر آ گیا..... انہوں نے جیپ کچھ فاصلے پر روک دی۔ اس وقت وہ سادہ لباس میں تھے۔ سیدھے مندر میں داخل ہو گئے..... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا..... البتہ ہیروئن کی کچھ مقدار ضرور تلاش کرنے پر مل گئی..... ان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مندر سے نکلے اور گھر آ گئے..... عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف ان کے ڈی ایس پی خاور بیگ کی آواز سنائی دی۔

"یہ آپ نے کیا کیا انسپکٹر جاوید"

"میں سمجھا نہیں سر..... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" انہوں نے دھک دھک کرتے دل

Archive Of Rare Books

کے ساتھ کہا۔

"آپ نے چھاپہ کیوں نہیں مارا"

"آپ کو کیسے علم ہوا سر" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"اسی نامعلوم آدمی نے اس بار ساتھ میں مجھے بھی اطلاع دی تھی"

"اوہ نہیں" وہ بولے۔

"ہاں! اس نے کہا تھا کہ وہ آپ کو یہ اطلاع دے کر اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ انسپکٹر جاوید کو وہ پہلے بھی فون کر چکا ہے"

"ہوں! یہ ٹھیک ہے سر..... اس نے مجھے فون کیا تھا۔ میں مندر ہو آیا ہوں..... وہاں کوئی نہیں تھا سر..... اور منشیات کی بھی صرف چند پڑیاں ملی ہیں"

"لیکن آپ تنہا کیوں گئے..... آپ کو اپنے ماتحتوں کو ساتھ لے جانا چاہئے تھا"

"میں دیکھنا چاہتا تھا..... کہیں یہ بھی کوئی چکر تو نہیں ہے" ان کا لہجہ پر سکون ہو چکا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی..... کیا آپ کے خیال میں کوئی آپ کے خلاف چکر چلا رہا ہے"

"فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا..... لیکن سر بہت جلد میں اس راز سے پردہ اٹھا دوں گا"

"مجھے افسوس ہے..... میں آپ کو صبح معطل کر رہا ہوں..... آپ کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ جانا چاہئے تھا اور تلاشی کے وارنٹ پر مجھ سے دستخط کرانے چاہئیں تھے"

"لل..... لیکن سر..... میں"

"مجھے افسوس ہے..... آپ صبح آکر اپنی معطلی کے آرڈر وصول کر لیجئے گا" ان الفاظ کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

وہ سکتے میں آ گئے۔ انہیں پریشان دیکھ کر ان کے بیوی بچے بھی پریشان ہو گئے۔

"گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں..... حوصلہ رکھیں۔ اللہ بہتر کرے گا"

یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل گئے اور سیدھے راجہ ٹاؤن پہنچے۔ پبلک فون بوتھ نمبر پانچ میں داخل ہو کر انہوں نے مختلف جگہوں پر پاؤڈر چھڑکا..... اس طرح ابھرنے والے نشانات کو کیمرے میں محفوظ کیا..... گھر آئے، فلم کو دھویا، اب وہ نشانات ان کے پاس تھے..... یہ کئی آدمیوں کی انگلیوں کے تھے لیکن انہیں یقین تھا کہ ان میں اس شخص کی انگلیوں کے نشانات بھی ضرور ہیں..... جو انہیں فون کرتا رہا ہے..... یہ نشانات لے کر وہ ریکارڈ روم میں آئے۔ ابھی ان کی معطلی کی خبر کسی کو نہیں ہوئی تھی..... انہوں نے مجرموں کی انگلیوں کے نشانات کا ریکارڈ نکال لیا اور چوکڑی مار کر بیٹھ گئے..... وہ مسلسل ایک ایک نشان کو ان نشانات سے ملاتے رہے..... آخر کئی گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد انہیں ریکارڈ میں وہ نشان مل گئے جو انہیں فون بوتھ سے ملے تھے۔

ان کے چہرے پر رونق آ گئی..... انہوں نے فوراً اپنے ماتحتوں کو فون کیا..... وہ چند منٹ بعد ان کے پاس پہنچ گئے..... انہیں لے کر وہ اس مجرم کے پتہ پر پہنچے..... دستک دی گئی تو خود اسی نے دروازہ کھولا اور دروازے پر انسپکٹر جاوید اور ان کے ماتحتوں کو دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔

"سیٹھ کالیا..... میں آپ کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں" انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے انسپکٹر صاحب..... آپ رات کو اس وقت؟" اس نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"انہیں گرفتار کر لیا جائے" انسپکٹر جاوید کی آواز سرد تھی۔

"مگر کیوں..... کس سلسلے میں" اس نے بوکھلا کر کہا۔

انسپکٹر جاوید نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا..... اس کے ہاتھوں میں فوراً ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے..... میرا جرم کیا ہے..... چند ماہ پہلے ہی تو میں سزا کاٹ کر آیا ہوں..... اور جیل سے باہر آنے کے بعد سے اب تک میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔

"ایک جرم کیا ہے..... اور وہ یہ کہ تم مجھے راجہ ٹاؤن کے فون بوتھ سے فون کرتے رہے ہو اور تم خود بھی راجہ ٹاؤن میں ہی رہتے ہو"

"کیا!!" وہ بری طرح اچھلا.....

انسپکٹر جاوید اسے لئے ڈی ایس پی خاور بیگ کے پاس پہنچے۔ خاور بیگ نے ان سب کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔

"اصل مجرم حاضر ہے سر..... یہ ہے وہ شخص جو مجھے گمنام فون کرتا رہا ہے..... کئی سال کا سزا یافتہ..... سیٹھ کالیا..... منشیات فروش..... چند سال پہلے اسے میں نے ہی گرفتار کرایا تھا..... باہر آکر اس نے مجھ سے انتقام لینے کا یہ انوکھا طریقہ اختیار کیا..... اس سے یہ دوہرا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا"

"دوہرا فائدہ..... کیا مطلب؟"

"ایک طرف تو یہ مجھ سے انتقام لیتا، دوسری طرف منشیات کا دھندہ آزادانہ کرتا..... کیونکہ مجھے معطل کرانے کے بعد اسے کوئی فکر نہ رہ جاتا"

"اوہ..... اوہ..... لیکن جن جگہوں کی اس نے نشاندہی کرائی تھی..... وہاں سے بہت سے لوگوں کے قدموں کے نشانات ملتے رہے ہیں اور ہیروئن اور چرس کی کچھ نہ کچھ مقدار بھی ملتی رہی ہے"

"یہ اس کے لئے کیا مشکل تھا..... اس کے لئے کام کرنے والے کئی ہیں..... ان کے ذریعے قدموں کے نشانات بنوا دیئے..... تھوڑی سی مقدار منشیات کی وہاں رکھ دی اور پھر مجھے فون کر دیا..... آپ ہی فرمائیں..... ان حالات میں چھاپہ کس طرح کامیاب ہو سکتا تھا"

"اوہ....." وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے سر..... صبح آکر میں....."

"صبح آکر آپ اپنی ڈیوٹی سرانجام دیں گے..... آپ جیسے پولیس آفیسر کو معطل ہرگز نہیں کیا جانا چاہئے"

"شکریہ سر"

انہوں نے مسکرا کر کہا..... ادھر مجرم انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

بجٹ نامہ

= ٹ ن ا ل ا

عمران سہیل بوبی او کاڑہ

ایڈیٹر بھیا!! تازہ تازہ بجٹ پیش ہوا ہے اور لوگ غصے میں ہیں۔ احتیاطاً اپنا پانی اور پنکھا ساتھ لیتے جائیں

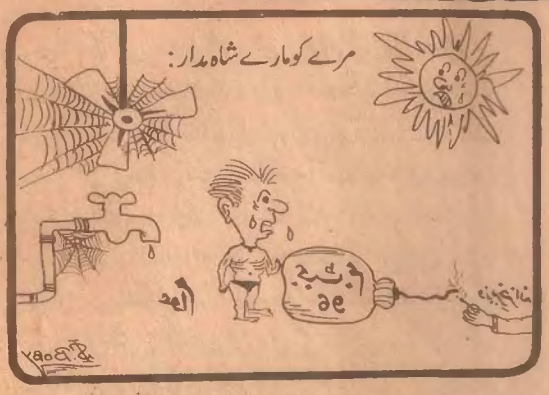

A Treasure of Rare Books

اجالا

عدنان جہانگیر

اجالا کے کمرے میں مکمل طور پر خاموشی چھائی ہوئی تھی کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا وہ ایک کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ اجالا اردو کی چھوٹی بڑی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتی تھی۔ اس کے والد افتخار صاحب یونیورسٹی میں اردو پڑھاتے تھے۔ وہ ہمیشہ اجالا کے لئے معیاری اصلاحی اور اسلامی کتب کے علاوہ معاشرتی موضوعات پر لکھی ہوئی کتابیں بھی لا کر دیتے۔ مگر چند دنوں سے اجالا نے اپنے طور پر کچھ ایسی کتابیں بھی پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ جن سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ وہ چوری چھپے ایسے ناولوں کا مطالعہ کرتی کہ جن میں سنسنی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ایک ایسا ہی ناول پڑھنے میں مصروف تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ "بیٹی اجالا تمہارے ابو جان آ گئے ہیں اور تمہیں بلا رہے ہیں" اجالا کی والدہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اجالا اچانک اپنی والدہ کی آمد سے گھبرا گئی۔ اس نے فوراً ناول چھپانا چاہا مگر والدہ نے اجالا کو کتاب چھپاتے دیکھ لیا اجالا بستر سے اٹھی اور اپنی والدہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی آئی، جس میں افتخار صاحب اس کے منتظر تھے۔

"آؤ اجالا بیٹی کیسی ہو؟" اجالا کے والد نے حال پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ابو جان"

سکول کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے" افتخار صاحب نے دوبارہ سوال کیا۔

"ابو جان پڑھائی تو بہت اچھی جا رہی ہے آج تمام اساتذہ سے شاباش ملی ہے ہوم ورک ابھی کرنا ہے" اجالا نے بتایا۔

جس دوران اجالا اور اس کے والد باتیں کر رہے تھے اس دوران اجالا کی والدہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اجالا کے کمرے میں سے "عمرو عیار اور چالاک جن" ناول اٹھا لائی اور اجالا کے والد کے سامنے رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے بیگم؟" اجالا کے والد نے پوچھا۔

"یہ آپ اجالا سے خود ہی پوچھ لیں" انہوں نے جواب دیا۔

"بیٹی یہ گھٹیا اور سستا ادب ہمارے گھر میں کیسے؟" افتخار صاحب نے سوال کیا۔

"ابو جان میں یہ ناول اپنی ایک دوست سے لائی تھی" اجالا نے سچ بتایا۔

"بیٹی ان جیسی کتابوں کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیشہ اس کتاب کو پڑھنا چاہئے جس سے انسان کی اصلاح ہو، کوئی نہ کوئی فائدہ ہو۔ اس جیسے ناول ہمارے لئے فائدہ مند نہیں، بلکہ یہ انسان کو خیالاتی دنیا کا انسان بنا دیتے ہیں اور انسان عملی طور پر کچھ کرنے کی بجائے صرف خیالات کی دنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ عمرو عیار جیسے کرداروں کو ہیرو بنانے کی بجائے انبیاء اور بہادر انسانوں جیسے محمد بن قاسم، خالد بن ولید، محمود غزنوی، ٹیپو سلطان جیسے کرداروں کو جو اصلی اور سچے ہیرو ہیں کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔" افتخار صاحب نے اجالا کو پیار سے سمجھایا۔

"سوری ابو جان میں آئندہ ایسی کتابوں کا مطالعہ نہیں کروں گی، جن سے کوئی فائدہ نہ ہو۔" اجالا نے کہا۔

"سوری کی کوئی بات نہیں بیٹی چلو پہلے مل کر کھانا کھاتے ہیں، پھر میں تمہیں ایک سچی اور خوبصورت کتاب سے ایک قصہ سناتا ہوں۔"

سب نے مل کر کھانا کھایا کھانا کھانے کے بعد اجالا اور اس کے والد اسی کمرے میں بیٹھ گئے۔

"بیٹی یہ کتاب پکڑو، میں ذرا قرآن مجید لے آؤں" افتخار صاحب نے کہا۔

"قرآن مجید کیوں؟" اجالا نے پوچھا۔

"اس لئے کہ جو قصہ آج ہم نے پڑھنا ہے اس کی تفصیل قرآن مجید کی تفسیر میں لکھی ہوئی ہے۔" افتخار صاحب اتنا کہہ کر اپنے کمرے میں سے تفہیم القرآن جلد دوئم لے آئے۔

"بیٹی آج کا پہلا قصہ جو ہم نے پڑھنا ہے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ جس کے پہلے حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے دوسرے بھائیوں نے اندھے کنوئیں میں کیسے پھینکا اور پھر وہ مصر تک کیسے پہنچے۔ بیٹی قرآن مجید کی سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے ابتدائی آیات میں کہا ہے "یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی بے شک ہم نے اتارا اسے یعنی قرآن عربی کو تاکہ تم "اسے" خوب سمجھ سکو۔ ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ایک بہترین قصہ۔ اس قرآن کے ذریعہ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں سے تھے۔" "آیت نمبر 1-3)

دیکھا بیٹی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو بہترین قصہ کہا ہے۔ ان یوسف کے بارے میں جو خوابوں کی تعبیر بتا سکتے تھے، جو مصر کے حکمران بنے تھے۔" افتخار صاحب نے بتایا۔

"وہ کیسے ابو جان؟" اجالا نے پوچھا۔

"بیٹی میں یہ تمام باتیں تمہیں بتاؤں گا، پہلے قرآن مجید سے، پھر تم خود اسے اس کتاب میں پڑھ لینا۔ اللہ تعالیٰ سورہ یوسف کی اگلی ہی آیت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "(یاد کرو) جب کہا یہ یوسف نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔" افتخار صاحب نے آیت نمبر 4 کا ترجمہ سناتے ہوئے کہا اور پھر اجالا سے پوچھا۔

"بیٹی یہ بتاؤ کہ حضرت یوسف ؑ کے والد کون تھے؟"

"ابو جان حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوب ؑ تھے جو خود بھی پیغمبر تھے۔"

"بالکل ٹھیک، اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا.....

"آپ نے فرمایا اے میرے بچے بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اسی طرح چن لے گا تجھے تیرا رب اور سکھا دے گا تجھے باتوں کا انجام (یعنی خوابوں کی تعبیر) او پورا فرمائے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوبؑ کے گھرانے پر جیسے اس نے پورا فرمایا اپنا انعام اس سے پہلے تیرے

A Treasure of Pakistan

دو باپوں ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ، یقیناً تیرا رب سب کچھ جاننے والا بہت دانا ہے۔" (آیت نمبر5۔6 سورہ یوسف)

"ابو جان حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو اپنا خواب اپنے بھائیوں کو سنانے سے کیوں منع کیا تھا؟" اجالا نے پوچھا۔

"وہ اس لئے بیٹی حضرت یوسفؑ کے بھائی ان سے حسد کرتے تھے، کیونکہ حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کو بہت زیادہ پیار کرتے تھے اس کے علاوہ حضرت یعقوب نے اپنے فرزند کو یہ خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کرے گا۔" اجالا کے والد نے بتایا۔

"کیا حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کو اس خواب کا علم نہیں ہوا؟" اجالا نے پوچھا۔

"ہو گیا تھا، قرآن مجید کی تفسیر میں ہے حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے حضرت یوسفؑ اور بنیامین ایک والدہ سے تھے۔ ان کا نام راحیل تھا اور تورات میں راحل ہے۔ یہ آپ کے ماموں کی لڑکی تھی۔ روبیل، شمعون، لاوی، یہودہ، ریان اور نفتالی چھ بیٹے اور ایک بیٹی دینہ لیا کے بطن سے تھے جو راحیل کی بہن تھیں اور چار بیٹے دان، نفتالی، جاد اور آشر کنیزوں کی اولاد تھے۔ (مظہری) حضرت یعقوب کی یوسفؑ سے خصوصی محبت کے باعث بھائیوں کے دلوں میں حسد کا جذبہ پہلے ہی سلگ رہا تھا۔ اب اس خواب کے متعلق سنا تو وہ جذبہ بھڑک اٹھا۔ انہوں نے اپنے احساس میں چبھنے والے کانٹے کو نکال پھینکنے کا فیصلہ کر لیا۔" اجالا کے والد نے بتایا۔

"پھر کیا ہوا؟" اجالا نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے بعد دوسرے بھائیوں نے مل کر مشورہ کیا کہ حضرت یوسفؑ کو قتل کر دیا جائے یا اسے کسی دور دراز علاقے میں پہنچا دیا جائے تاکہ حضرت یعقوبؑ ان سب سے زیادہ پیار کریں مگر ایک بھائی شمعون نے کہا کہ معصوم بچے کو بلاوجہ موت کے گھاٹ اتار دینا گناہ عظیم ہے۔ اگر یوسف کو اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر ہی چکے ہو تو اسے کسی سنسان جنگل کے ویران و تاریک کنوئیں میں پھینک دو۔ کوئی قافلہ گزرے گا تو اس کی آواز سن کر وہ اسے نکال لے گا او اپنے ساتھ کسی ملک میں لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور بے گناہ کے خون ناحق سے بھی بچ جائیں گے۔ اس تجویز کو دوسرے بھائیوں نے منظور کر لیا۔"

"مگر وہ حضرت یوسفؑ کو جنگل میں کیسے لے کر گئے۔" اجالا نے مزید سوال پوچھا۔ اس کی دلچسپی اس سچے قصے میں بڑھتی جا رہی تھی۔

"بیٹی قرآن مجید میں آیا ہے کہ "انہوں نے (آکر) کہا اے ہمارے باپ! کیا ہوا آپ کو کہ آپ اعتبار ہی نہیں کرتے ہم پر یوسفؑ کے بارے میں حالانکہ ہم تو اس کے سچے خیر خواہ ہیں۔ آپ بھیجئے اسے ہمارے ساتھ کل تاکہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور (کوئی فکر نہ کیجئے) ہم اس کے نگہبان ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک مجھے غمزہ بناتی ہے یہ بات کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کھا نہ جائے اس کو بھیڑیا اور تم (سیر و تفریح کے باعث) اس سے بے خبر ہو۔ کہنے لگے اگر کھا جائے اسے بھیڑیا حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھہ ہیں بلاشبہ ہم تو بڑے زیاں کار ہوئے۔ پھر جب (بڑے اصرار سے) اسے لے گئے اور سب نے یہی طے کر لیا کہ ڈال دیں اسے کسی گہرے کنوئیں کی تاریک تہ میں اور (عین اس وقت) ہم نے اس کی طرف وحی کی (گھبراؤں نہیں) تم ضرور انہیں آگاہ کرو گے ان کے فعل پر۔" (آیت نمبر11۔15) دیکھا بیٹی کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کیسے حضرت یوسف کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا جس کی ساری تفصیل قرآن مجید میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہے تاکہ بعد میں آنے والے بھائی کبھی اپنے بھائی سے حسد نہ کریں بلکہ اس قصے سے سبق حاصل کریں اور ہمیشہ پیار و محبت سے رہیں۔" افتخار صاحب نے بتایا۔

"ابو جان جب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو گہرے اور تاریک کنوئیں میں پھینک دیا اور گھر آ کر حضرت یعقوبؑ کو کیا بتایا۔" اجالا نے پوچھا۔

"بیٹی جب وہ عشا کے وقت چیختے چلاتے، شور مچاتے گھر لوٹے حضرت یعقوبؑ یہ شور سن کر بے چین ہو گئے۔ پوچھا کیا ہو گیا ہے۔ کیوں رو رہے ہو؟ مجھے یوسف نظر نہیں آ رہا ہے وہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے انتہائی فریب کاری سے کہا ہمیں یقین ہے کہ آپ ہماری اس بات کو مانیں گے نہیں، کیونکہ پہلے ہی آپ کا دل ہماری طرف سے صاف نہیں۔ لیکن آپ مانیں یا نہ مانیں جو قصہ ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں سو فیصد سچا ہے۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اس کے ساتھ ایک اور فریب کیا۔ ایک دنبہ یا ہرن ذبح کیا اور یوسف کی قمیص کو اس کے خون میں لت پت کر کے لے آئے اور اسے اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے بطور ثبوت پیش کر دیا۔" افتخار صاحب نے بتایا۔

"کیا حضرت یعقوب نے اس جھوٹ کو سچ سمجھ لیا؟" اجالا نے پوچھا۔

افتخار صاحب نے بچپن سے ہی اجالا کی تربیت اس انداز سے کی تھی کہ کوئی بھی کام ہوتا چاہے لکھنے کا یا پڑھنے کا سوالات کی بوچھاڑ کر دیتی۔ یہی وجہ تھی کہ اجالا بے حد ذہین تھی۔ اجالا کے سوال کا جواب دیتے ہوئے افتخار صاحب نے کہا۔

"حضرت یعقوب نے یہ سن کر فرما دیا یہ محض تمہارے نفسوں کی فریب کاری ہے اور تمہارے اس دعویٰ میں سچائی کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ قمیص جو تم کسی کے خون میں لت پت کر کے لائے ہو یہ بھی صاف صاف بتا رہی ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ ارے بھیڑیئے نے یوسف کو کھایا ہوتا تو کیا یہ قمیص جگہ جگہ سے پھٹ نہ گئی ہوتی۔ ایسا عقل مند بھیڑیا تو آج تک دیکھنے سننے میں نہیں آیا کہ اس نے آدمی کو تو کھا لیا ہو اور قمیص پر خراش تک نہ آنے دی ہو۔ یہ تمام تفصیل اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف کی آیت نمبر16 سے آیت نمبر18 تک لکھی ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" اجالا نے پوچھا۔

"اب مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے آج کے لئے اتنا قصہ کافی ہے تم نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ اس قصہ کو کتاب میں تفصیل سے پڑھنا۔ باقی قصہ میں تمہیں کل یونیورسٹی سے آکر قرآن مجید کی تفسیر سے سناؤں گا۔ اس میں تمہیں بتاؤں گا کہ وہ کنوئیں سے مصر کے بازار بکنے کے لئے کیسے پہنچے اور پھر مصر کے حکمران کیسے بنے؟" یہ کہہ کر وہ نماز مغرب ادا کرنے مسجد روانہ ہو گئے اور اجالا پریشانی سے بیٹھی سوچنے لگی یا الٰہی یہ حسد کرنے اور جھوٹ بولنے والے اتنے کیوں گر جاتے ہیں کہ اپنے ہی باپ کو دھوکا دینے سے باز نہیں رہتے۔

(باقی آئندہ)

خوب سوچئے

درست جوابات کچھ یوں ہیں (1) غوطہ (2) دل (3) گھڑی (4) حضرت زید بن حارث (5) لفظ "شروع" (6) باپ بیٹا (7) خواب انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب ساتھی۔ (1) سیدہ عفت اختار ملتان روڈ لاہور (2) در نجف اقبال لاہور (3) سونیا صدیق محمد نگر لاہور (4) وقاص سرفراز اقبال ٹاؤن لاہور (5) طاعت فخرین گجرات (6) محمد طلحہ حیدر آباد آپ سب کو انعام مبارک ہو! قرعہ اندازی لیٹ سے آنے والے مہمان۔ سچ اخبار کی۔

کوئز کی دنیا

پہلے سوال کا جواب شہزاد عبدالرحمن جن کا تعلق سعودی عرب سے ہے۔ دوسرے سوال کا جواب تھائی لینڈ کو سفید ہاتھیوں کا ملک کہا جاتا ہے۔ تیسرے سوال کا جواب "کوکا" امریکہ میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ چوتھے سوال کا جواب سورج کی روشنی زمین پر 8 منٹ اور 20 سیکنڈ میں پہنچتی ہے۔

قرعہ اندازی سے انعام کے حقدار ٹھہرنے والے پھول ساتھی۔ (1) طاہر منظور کھیر والا خانیوال (2) صائمہ صدیق لالہ موسیٰ (3) فیصل بیگ گل گشت کالونی ملتان (4) صائمہ کنول اسلام گنج لاہور۔

صفحہ بتائیے

صفحہ بتائیے کا انعام مبارک ہو۔ آپ پھول ساتھی قرعہ اندازی کے ذریعے انعام کے حقدار ٹھہرے۔ (1) سیدہ رباب جعفری اسلام آباد (2) محمد عابد قلبی ناظم آباد کراچی (3) فریحہ صفدر ڈاکخانہ چوک لعل آباد (4) جمیلہ شہشاد آرمر کالونی نوشہرہ (5) مصباح وقار پنڈی سیدپور خان (6) راحیلہ عنایت کالونی روڈ لالہ موسیٰ (7) عدیل مسعود کینٹ لاہور۔ (8) ارم ناز شاہ عالم مارکیٹ لاہور (9) عمرش سرفراز شاہدرہ لاہور (10) طاہر اکرم جناح ٹاؤن صادق آباد۔

ساتھیو! اس ماہ کے چھ حاضر ہیں جلدی سے ڈھونڈ کر 10 جولائی سے پہلے پہلے ہمیں بھجوا دیں تاکہ صحیح حل قرعہ اندازی میں شامل کئے جا سکیں۔

1. پاپا! خوب زور سے ہارن بجائیں
2. آپ نے مجھے گھاس نہیں ڈالی
3. بس وہ آواز ہی نہیں سن سکا
4. یہ تو ہمارا مطلوبہ گھر نہیں ہے
5. سکول کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے
6. اللہ نے اسے مایوس نہ ہونے دیا

A Treasure Of Rare Books

کوئی تو روکے

خواجہ مظہر نواز صدیقی۔ ملتان

یہ مقبوضہ کشمیر کا علاقہ بارہ مولا ہے۔ بارہ مولا کے فدا شہید پارک میں لوگوں کا جم غفیر مجمع تھا۔ جلسہ زوروں پر تھا۔ بچے، بوڑھے، نوجوان اور خواتین سب آزادی کی تڑپ سینوں میں لئے اپنے کشمیری رہنماؤں کی تقاریر سن رہے تھے۔ ایک دم فضاء نعروں سے گونج اٹھی۔ فراخ حوصلہ ممتاز کشمیری رہنماء سید علی گیلانی آخری مقرر کے طور پر خطاب کرنے کے لئے آگے تھے۔ وہ مخاطب ہوتے ہوئے بولے۔

"تحریک آزادی کے متوالو! اسلام علیکم،

"کشمیر کی تحریک آزادی نے گذشتہ کئی سالوں میں حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ یہ تحریک دور و نزدیک تک پھیل گئی ہے۔ اس وقت ہم سب کی زبانوں پر تکبیر کے نعرے اور آزادی کے ترانے ہیں۔ ہمارے جذبے ایمان کی روشنی سے سرشار ہیں۔ ہم اللہ کے سپاہی ہیں اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ ہمیں دھمکانے، جھکانے اور خریدنے کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ یہ ہندو سامراج کی بھول ہے کہ بخارا اور سمرقند کی طرح یہاں سے بھی اسلام اور مسلمانوں کو دیس سے نکال دیا جائے گا؟ نہیں..... ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ ہندو بنئے کی سازش کبھی کامیاب نہیں ہوگی"۔ زوردار تالیوں میں حاضرین نے اپنے رہنماء کی پذیرائی کی اور نعرے بلند کئے۔ وہ پھر سے کہنے لگے۔

"عزیزو! ہمارے دلوں میں شہادت کی آرزو ہے۔ دنیا بھر کے ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات ہم پر ہونے والے ظلم کا واویلا کر رہے ہیں۔ مگر بھارتی حکومت نہتے کشمیریوں پر ظلم و ستم تیز تر کئے جا رہی ہے۔" وہ کچھ دیر کے بعد پھر بولے "ہماری بستیاں، لائبریریاں، درس گاہیں اور مساجد ان ظالموں نے تباہ و برباد کر دیں۔ ظالمو! تم نے آزادی کے متوالوں کو جیلوں میں دھکیلا مگر یہ تحریک کسی بھی طرح کچلی نہیں جا سکتی۔

یاد رکھو! جیل ہمارا مسکن، ہتھکڑی زیور اور زنجیر کی کھنکھناہٹ آزادی کا ترانہ بن گئی ہیں۔" ابھی تقریر جاری تھی کہ انڈین آرمی نے آنسو گیس کے شیل جلسہ گاہ کے بیچوں بیچ پھینک دیئے۔ لوگ تتر بتر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ تمام پروگرام درہم برہم رہ گیا۔ جلسہ کی انتظامیہ پہلے سے اس کارروائی کے لئے اپنے آپ کو تیار کئے ہوئے تھی۔ مجاہدین بھی جوابی کارروائی میں مصروف ہو گئے۔

ادھر امرناتھ کے ٹی سٹال پر آج معمول سے زیادہ رش تھا۔ موضوع بحث کشمیری رہنماء سید علی گیلانی کی تقریر تھی۔ جو انہوں نے آج کے جلسہ میں کی تھی۔ شنکر دیال فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا "غلام قومیں بھی کبھی آزاد ہوئیں" اور تو اور کہہ رہا تھا کہ "ہم زندگی کے آخری سانس تک آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے"۔ ہونہہ آزادی ان کے مقدر میں کہاں..... فضول اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ہزاروں ہلاک ہو گئے ہیں مگر آزادی کو اپنا مقدر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ رام بابو بات بڑھاتے ہوئے بولا۔ "مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں جو آسمان زمین ایک کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی ماؤں کی تذلیل کی گئی، جواں بیٹیوں اور بہوؤں کی عزت و آبرو کے ساتھ کھیلا گیا۔ نوجوان طلباء کو آزادی کی آواز بلند کرنے کے طور پر عقوبت خانوں میں شدید اذیتیں دی جا رہی ہیں، ابھی پچھلے ہفتے مسلم کنڈر گارٹن سکول کو جلا دیا گیا۔ 200 بچے زندہ جل گئے۔ ایسے بے شمار واقعات رونما ہو چکے ہیں مگر یہ اپنی کوششوں سے باز نہیں آتے۔ ان کی زبانوں پر اب بھی وہی نعرے ہیں کہ "لے کے رہیں گے آزادی....." "کشمیر بنے گا پاکستان" .....ہا.....ہا.....ہا..... سب کے زوردار قہقہے ٹی سٹال میں پھیل گئے۔

ننھا وجے برتن دھونے اور گاہکوں کو آرڈر پر چائے پیش کرنے میں مصروف تھا۔ وجے اب گیارہ بارہ برس کا ہو گا، گذشتہ پانچ سال سے وہ اسی سٹال پر کام کر رہا تھا۔ اس کی محنت سے سب واقف تھے۔ ایسی باتیں اور داستانیں روزانہ اس کی سماعتوں سے گزرتیں۔ بارہ مولا کے اسی ٹی سٹال پر مسلمانوں کی تباہی کے پروگرام بنائے جاتے۔ تحریک آزادی کے متوالوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے حکمت عملیاں ترتیب پاتیں۔ کسی کامیابی پر یہاں جشن کا سماں ہو جاتا۔ وجے کو ان بچوں سے بے حد پیار تھا۔ جو صبح دوپہر اسی ٹی سٹال کے سامنے سے گزرتے۔ وہ تعلیم کا شوق دل میں لئے حسرت بھری نگاہوں سے معصوم چہروں کو دیکھتا رہتا۔

پچھلے ہفتے ان بچوں نے اپنے سکول کے سامنے انوکھا احتجاج کیا تھا۔ وہ اپنے معصوم جسموں پر سفید کفن اوڑھے ہوئے تھے۔ ان کفنوں پر سرخ رنگ سے تحریر تھا وی وانٹڈ فربڈم بچے اسی لباس کو زیب تن کئے ہوئے وادی میں موجود اقوام متحدہ کے دفتر بھی گئے اور یادداشت پیش کی۔ اگلے ہی روز سکول کی تباہی کا وحشت ناک منظر بھی سب نے دیکھا۔ جو بچے اس روز جلوس میں شامل تھے اگلے دن ان کی نعشیں مختلف چوراہوں اور گلیوں میں ملیں۔ ننھے عادل کی نعش تو وجے نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ جس کے جسم پر لوہے کی گرم سلاخوں سے متعدد جگہوں پر سوراخ کئے گئے تھے۔ کان کٹے ہوئے تھے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں اپنی جگہ سے غائب تھیں۔ وجے کے دل میں اسی لمحے مسلمانوں سے ہمدردی اور ہندوؤں سے نفرت پیدا ہو گئی تھی۔

عادل کی نعش کے ساتھ کی گئی بے حرمتی کی تصویر ابھی تک اس کی آنکھوں میں سمائی ہوئی تھی۔ "آزادی ان

Treasure of Pare Book

کا حق ہے..... کیا حق مانگنا اتنی بری بات ہے.....؟"
وجے زیر لب بڑبڑایا۔ احساس عمر اور وجود کو کبھی نہیں دیکھا کرتا۔ وہ گم صم بیٹھا ہوا تھا کہ شنکر دیال کی آواز نے اس کی سوچوں کا تسلسل توڑا۔ شنکر سب کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ "رام کی سوگند کل اسلامک سنٹر کو بھی انڈین آرمی تباہ کر دے گی' کیونکہ اسلامک سنٹر مسلم مجاہدین کی سرگرمیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ سب جل کر خاک ہو جائیں گے"۔ وہ کچھ دیر کے لئے رکا' دائیں بائیں نظریں پھیرنے کے بعد سرگوشی کے انداز میں مخاطب ہوا۔ "نہرو پوسٹ کی کارروائیاں پوری وادی میں مشہور ہیں۔ بس یہ تباہی بھی "نہرو پوسٹ" کے سپرد کی گئی ہے۔ نہرو پوسٹ کا نام وادی میں رہنے والے کسی بھی فرد کے لئے انجان نہیں تھا۔ یہ ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی تھی۔ جہاں اسلحہ کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ مسلم دشمن کارروائیوں میں اس پوسٹ کے کمانڈوز خاصے تیز اور سرگرم تھے۔ کئی بار مسلمانوں نے جوابی حملے کئے مگر یہ پوسٹ تباہ نہ ہو سکی۔

وجے دن گزرنے اور رات کے آنے کا انتظار بڑی بے چینی سے کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ انتظار اور موت کی کیفیت ایک سی ہوتی ہے۔ رات گئے وہ ٹی سٹال سے چرائے ہوئے بارود کے ساتھ "نہرو پوسٹ" کے قریب چھوٹی سی پہاڑی کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ سنا ہے کہ نیک عزائم اور پختہ ارادوں کے مالک کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوتے ہیں۔ کمسنی کی عمر میں وہ فقید المثال کارنامہ سرانجام دینا چاہتا تھا۔ ننھا وجے اپنے نشانے کی تاک میں بیٹھا تھا۔ بندوقچی چاروں طرف سے پوسٹ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ زوردار دھماکوں سے نہرو پوسٹ میں موجود اسلحوں کے انبار پھٹ چکے تھے۔ اندر موجود فوجیوں کے پرخچے اڑتے نظر آ رہے تھے۔ آگ سمان کو چھوتی نظر آ رہی تھی۔ انڈین آرمی اپنے ناپاک عزائم میں ناکام جہنم واصل ہو چکی تھی۔ ننھے وجے نے صرف یہ کیا تھا کہ چھاؤنی میں داخل ہونے والے ایک ٹرک کے پیچھے بارود کے چھوٹے سے پیکٹ کو آگ دکھا کر رکھ دیا تھا۔

اب چھاؤنی کی آگ نے اس کے اندر لگی ہوئی آگ بجھا دی تھی۔ وہ ایک مطمئن اور مسکراتے چہرے کے ساتھ واپس لوٹ رہا تھا۔ اس عزم کے ساتھ کہ ٹی سٹال میں گونجنے والی باتوں اور وار داتوں کا وہ اپنی ہمت اور ذہانت کے مطابق جواب دیا کرے گا۔ ظالم گھر کا ہو یا اپنے ہی مذہب کا ظالم ہوتا ہے۔ کوئی تو اس کا ہاتھ پکڑے۔ کوئی تو اس کا ظلم روکے۔ ورنہ ایک دن سبھی کو اس کی لپیٹ میں آنا پڑتا ہے۔

بقیہ تلافی

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

"آپ نے کبھی سوچا ہے کہ دنیا میں زندگی گذارنے کیلئے کس قدر جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ آپ کے پاس وسائل موجود ہیں۔ زندگی گزارنا آپ کے لئے بچوں کا کھیل ہے لیکن ہمیں زندہ رہنے کے لئے پل پل مرنا پڑتا ہے....."

"تم..... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں سمجھ نہیں پا رہا....." ڈاکٹر عزیز پریشان نظر آنے لگا تھا۔

"بات معمولی سی ہے ڈاکٹر صاحب..... یاد کیجئے..... میں اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کے پرائیویٹ ہوسٹل میں آیا تھا۔ میرے بیٹے کے پیٹ میں زہریلا مادہ تھا۔ لوگوں کے مطابق علاج آپ ہی کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے دس ہزار روپیہ مانگ لیا۔ میں فوراً اتنی رقم مہیا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آپ نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ اور ہمیں ہوسٹل سے نکلوایا۔ اور میرا بیٹا مر گیا۔

آج آپ کے بیٹے کا آپریشن ہے۔ میں آپ سے انتقام نہیں لینا چاہتا۔ میں بھی ایک باپ ہوں۔ باپ کے درد کو محسوس کر سکتا ہوں۔ آپ جایئے مجھے مزدوری نہیں چاہئے....." وہ اتنا کہہ کر اپنی ورکشاپ میں چلا آیا۔ ڈاکٹر عزیز وہیں پر کھڑا رہا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ پھر اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو موجود تھا۔ وہ بوجھل قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا۔ اور پھر ورکشاپ کے مالک سے لپٹ گیا۔

"مجھے معاف کر دو..... میں تمہارا مجرم ہوں۔ ہر باپ کے لئے اس کے بیٹے کی وفات ایک عظیم نقصان ہے۔ اس بات کو میں نے آج سمجھا ہے۔ آج میں تمہارے نقصان کی تلافی نہیں کر سکتا۔ لیکن میرا تم سے وعدہ ہے آج کے بعد کوئی غریب۔ بیمار میرے ہاسپٹل سے مایوس واپس نہیں جائے گا....." ڈاکٹر عزیز کی بات سن کر ورکشاپ کے مالک نے چمکتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر بولا۔

"آپ جایئے..... آپ کے بیٹے کو آپ کی ضرورت ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں....." ڈاکٹر عزیز اپنی کار میں آ بیٹھا۔ اور پھر کار سست رفتاری سے سڑک پر رینگنے لگی۔ ورکشاپ کا مالک اور دوسرے لڑکے ہاتھ ہلا ہلا کر اسے الوداع کہہ رہے تھے۔

بقیہ ٹیلی فونک کالم

○ ..... حسن ٹاؤن سے عاشی رشید نے تلاش کے ختم ہونے پہ خوشی کا اظہار کیا۔ عالیہ رشید نے کہا اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کہانیوں کے علاوہ بہت کچھ ہوتا ہے۔ انہیں لطائف اور اداریئے بھی پسند آتے ہیں۔ کہ ان میں گائیڈ لائن ہوتی ہے۔

○ ..... منڈی بہاؤالدین سے ثمرین انور (ہشتم) نے عامر سہیل کے انٹرویو کی فرمائش کی۔ عامر کی بڑی سی تصویر کا بھی کہہ رہی تھیں۔ ہم نے کہا وہ ذرا قلمیں چھوٹی کروا لے پھر چھاپیں گے ابھی تو نرا نمونہ لگتا ہے۔ لاہور ٹاؤن شپ سے حنا اختر نے پہلی بار فون کیا۔ اور چھٹیوں کے کام کو جلدی جلدی ختم کرنے کا بتا رہی تھیں۔ تاکہ آخری دن سکون سے گزریں۔ ماریہ قبطیہ کو تلاش ختم ہونے کا افسوس تھا۔ حنا نے ہمارے انٹرویو کی دوبارہ فرمائش کی۔

○ ..... منڈی بہاؤالدین سے فرزین (دہم) نے کہا تلاش جیسی کہانی کوئی اور بھی شروع کریں۔ نارووال سے فاروق اعظم اور شکر گڑھ سے خالد سیف سے بھی بات ہوئی۔ گلشن راوی لاہور کی عنبر نے نئی سنسنی خیز کہانی کا مشورہ دیا کہ ہر بار سوچنا پڑے ہائے اب کیا ہو گا۔ شاہدرہ سے سعدیہ اشرف۔ صبا اور صدف سے بات ہوئی۔ صدف سب سے پہلے پھول پڑھتی ہے پھر باقیوں کی باری آتی ہے۔ سمن آباد کی خدیجہ کو ٹیلی فونک کالم پسند ہے۔

یہ حال ہی میں سعودی عرب سے آئی ہیں۔ یوں بھی شوق سے پڑھتی تھیں۔ قینچی لاہور سے فرزانہ عبدالمجید سے بات ہوئی اور عاطف رضا سے بھی۔ مگر مختصر..... علامہ اقبال ٹاؤن سے نورالہدیٰ ماریہ کو کارٹون اچھے لگتے ہیں۔ زمانے بھر کی باتیں پھر سے شروع کرنے کا کہہ رہی تھیں۔ کلیاں بھی ان کے گھر پڑھتے ہیں۔ خصوصاً ان کی بہن نورالعین فاطمہ..... تاج پورہ سے کرن صبا نے فرق معلوم کریں زیادہ دینے کو کہا۔

○ ..... بورے والا (وہاڑی) سے فریحہ ناز کو شعر نیا اچھا لگتا ہے۔ پچھلے ایک سال سے مسلسل پڑھ رہی ہیں پھول۔ کم قیمت ہے اور سب سے مختلف اور اچھا..... زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا سکھاتا ہے..... ان کے بھائی معاذ حماد بھی پھول پڑھتے ہیں۔

○ ..... کنیڈ سکول سے ثناء توقیر (ہشتم) نے کہا مجھے بھی اپنے پروگراموں میں بلا لیا کریں۔ ہم نے بتایا کہ تصویر۔ پورا تعارف اور فون نمبر بھجوا دیں

○ ..... آخری فون صدف شاد باغ نہم کا تھا مشہور شاعروں کے (جو فوت ہو گئے ہوں) اشعار پسند کرتی ہیں..... اللہ خیر کرے زندہ لوگوں نے کیا گنوایا ہے بھلا..... انہیں بھی پڑھا کریں..... دعا دیں گے..... یہ بھی ہمارے انٹرویو کے پیچھے تھیں۔ ہم نے جلدی سے کہا خدا حافظ۔

A Treasure Of Rare Books

سب کچھ دکھ سکھ

مشاورت ضحیٰ احمد

کیسے ہیں بھئی آپ لوگ..... ؟یقیناً عمر رواں کے پل پل سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ کبھی کبھار اکا دکا مسائل سے دوچار بھی ہوتے ہوں گے۔ انہی کو بھگانے کے لئے ہم ہمہ وقت مصروف ہیں۔ تاکہ آپ کو کسی بھی لمحے کسی احساس محرومی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مسائل کی نوعیت تو ظاہر ہے مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ مگر دیکھا جائے تو اکثر مسائل خود ساختہ ہوتے ہیں۔ جن سے ہم خود ہی پیچھا نہیں چھڑاتے۔ مگر مشورہ اور ہمدردی ہر کسی سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کمزور شخصیت کے حامل افراد کی خصوصیت ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ایسے کوئی خود ساختہ مسائل نہیں ہوں گے اور اگر ہیں بھی تو آج کے بعد نہیں ہوں گے۔ انشاءاللہ۔ قوت ارادی کو اپنائیے ۔ نفس کو اپنا تابع کیجئے۔ یہی زبردست جیت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس جیت سے ہمکنار فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

سدا خوش رہئے۔

س:- میری یادداشت بہت کم ہے۔ شام تک بھول جاتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو خود کو چور خیال کرتا ہوں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ سلیمان۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج:- سلیمان، آپ نے ایک ہی خط میں 3 عدد مسئلے ارسال کر دیئے۔ اگر آپ ایک کے بعد ایک کہتے تو زیادہ مفصل انداز میں ہر بات کا جواب دیتی بہرکیف مختصراً سہی مگر تینوں باتوں کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہوں۔ یادداشت کے سلسلے میں کچھ یوں کیجئے کہ ہمہ وقت اپنے پاس پاکٹ سائز نوٹ بک اور پنسل رکھیں۔ ہر اہم بات لکھ لیجئے تاکہ پریشانی نہ ہو۔ بزرگ خواتین عموماً "اپنے دوپٹوں اور چادروں کو گرہ لگالیتی ہیں کسی خاص بات کی یاددہانی کے لئے۔ اب کیا کریں کہ آپ دوپٹہ نہیں لیتے ورنہ یہ بھی آزمانے کو کہے دیتے..... خیر اس کے علاوہ کچھ یوں کیجئے کہ صبح و شام بادام کھانا مت بھولئے۔ صبح کو سیر بھی کیا کریں۔ یقیناً آہستہ آہستہ آپ خود بھی کوشش کریں گے تو اس خامی پر قابو پالیں گے۔ جہاں تک خود کو چور سمجھنے کی بات ہے۔ تو اس بارے میں اصل حقیقت تو آپ خود ہی جانتے ہیں۔ گھبرائیے مت، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لاشعور میں اکثر خوف اور احساس جرم بیٹھ جاتے ہیں۔ جن کی وجہ تلاش کرنے کے لئے ماضی کے دریچوں میں جھانکنا پڑتا ہے۔ اگر خود سے کوشش میں کامیاب نہ ہو سکیں تو کسی ماہر نفسیات سے رجوع کیجئے۔ تحلیل نفسی ایسا علاج ہے جس کی بدولت آپ کے لاشعور میں بیٹھے اس احساس جرم کی وجہ تلاش کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہو رہا ہے شاید آپ نماز سے کوتاہی برتتے ہیں۔ جو کہ نہایت قابل گرفت بات ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ ٹھیک ہو جائیں تو نماز میں باقاعدگی اپنائیے اور اچھی کتب کا مطالعہ کریں۔ تیسرا مسئلہ میں نے پرنٹ ہونے کے لئے اس لئے نہیں دیا کہ اس میں آپ کے انداز تحریر سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ کتنے آپ کا ہاتھ ہے۔ بھابھی جیسی بھی ہوں بہرحال قابل احترام ہوتی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ مل جل کر رہیں تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ نہایت آرام سے ان سے پوچھا جائے کہ وہ کیا چاہتی ہیں؟ ممکنہ باتوں میں ان کی مدد کی جائے۔ میں نہیں مانتی کہ آپ ایک بندے سے محبت اور خلوص دل سے پیش آئیں اور وہ بلاوجہ آپ سے برا سلوک کرے۔ آپ بھی اس معاملے میں روڈ ہونے کی بجائے محبت سے کام لیں۔ انشاءاللہ سب بہتر ہو جائے گا۔

س:- پیاری باجی! میری چھوٹی بہن کی عمر 12 سال ہے۔ وہ ایک عجیب عادت میں مبتلا ہے کہ اپنے سے بڑے کی بات نہیں مانتی۔ ہماری والدہ اس سلسلے میں بہت پریشان ہیں۔ کیونکہ وہ پڑھتی بھی ٹھیک طرح سے نہیں ہے۔ پلیز آپی۔ آپ کچھ حل بتائیے کیونکہ ہم سب بہت پریشان ہیں۔ سمیرا شفیق۔ جڑانوالہ

ج:- اچھی بہنا..... ! یہ مسئلہ فقط آپ کا ہی نہیں ہے۔ بلکہ تقریباً اکثریت کے گھرانوں میں کوئی نہ کوئی پرابلم چائلڈ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اتنا کامن مسئلہ ہونے کے باوجود اس کے اسباب پر قطعاً" غور نہیں کیا جاتا۔ صرف دو طریقوں سے بچے کو سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یا مار کر یا پھر زبانی نصیحتوں سے۔ جسے فی زمانہ تمام بچے ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ کسی بھی مسئلے کی اصل جڑ "وجہ" ہوتی ہے۔ جس کو جاننے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ میں چونکہ آپ کے گھریلو ماحول سے یا کسی واضح وجہ سے واقف نہیں ہوں سو میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتی کہ کس طریقہ سے آپ اپنی بہن کو تعلیم کی طرف راغب کریں اور اچھے میٹرز ان میں پیدا کریں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی احساس کمتری کے زیر اثر صرف اپنے ذہن کو تسلی دینے کی خاطر احساس برتری کا اظہار کرتی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ توجہ حاصل کرنے کے لئے۔ مس بی ہیو کرتی ہوں۔ تعلیمی سلسلے میں بھی بہت سے امکانات ہیں۔ اکثر استاد، سکول یا کلاس سے بچے کی ذہنی ہم آہنگی نہ ہو پائے یا توجہ نہ ملے تو اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔ آپ بھی بغور مشاہدہ کریں کہ ان سب باتوں کے پیچھے در حقیقت کون سے عوامل کارفرما ہیں۔ پھر اسی کو مدنظر رکھ کر ہم یقیناً کوئی اچھا حل سوچ لیں گے۔ ہاں ایک بات یاد رکھیئے۔ مار سے آپ کبھی بھی وہ نتائج حاصل نہیں کر سکیں گی۔ جو شفقت اور پیار سے حاصل ہوں گے۔

س:- پیاری منی آپا! مجھے یہ سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے پڑوسی بہت جھگڑالو ہیں۔ وہ لوگ معمولی سی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں۔ جس سے ہمیں بہت پریشانی ہوتی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے غصہ بہت جلد آتا ہے لیکن جلد ہی اتر جاتا ہے۔ آپ پلیز بتائیے میں کیا کروں.....؟ حلیمہ ناز۔ کراچی

ج:- بیٹا۔ آپ نے یہ تو لکھا ہی نہیں کہ پڑوسی آپ سے لڑتے ہیں یا خود ہی برسرپیکار رہتے ہیں۔ اندازہ تو یہی ہو رہا ہے کہ وہ آپ کی فیملی سے الجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو واقعی پریشانی کی بات ہے۔ کیونکہ پڑوسیوں کے تو اللہ جی نے اتنے حقوق بتائے ہیں کہ اس معاملے میں سختی سے کام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ ویسے تو میں سختی کو مسائل کا حل نہیں سمجھتی۔ مگر کبھی کبھار یہ بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی میں آپ نے اپنے غصے کا بھی لکھا ہے۔ آپس کی بات ہے حلیمہ، کہیں آپ خود ہی اپنا ٹیمپرلوز تو نہیں کر دیتیں؟ صبر تحمل سے کام لیجئے گا۔ کیونکہ طریق کار ذرا طویل ہے۔ نہایت محبت سے کوئی ڈش بنائیے اور پڑوس میں بھجوا دیں۔ ردعمل اچھا ہو نہ ہو ثابت قدم رہئے۔ پڑوس کی کسی باجی یا خالہ سے کسی بھی معاملے میں مشورہ مانگئے۔ ان کو احساس دلائیے کہ ان کی رائے اہمیت کی حامل ہوگی۔ آپ کے ایج گروپ کی کوئی لڑکی ہوں تو ان کو چھوٹا موٹا گفٹ یا کارڈ دیجئے یہ بھی نہ ہو تو کمپلیمنٹ کی تعریف کیجئے۔ اگر کبھی وہ جھگڑا کریں تو پلٹ کر جواب نہ دیں۔ آخر کتنے روز وہ لڑیں گے۔ ؟ اگر آپ واقعی چاہتی ہیں کہ مل جل کر رہیں تو پھر ہمت سے کام لیں۔ محبت سے پہل کریں۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بائے دا وے حلیمہ..... اتنا اچھا نام ہونے کے بعد بھی آپ کو غصہ آتا ہے..... میں نے پچھلے کالم میں اس مسئلے پر بھی لکھا تھا۔ اب تک تو آپ نے پڑھ لیا ہو گا۔ اگر نہیں پڑھا تو اب پڑھ لیجئے۔ آپ کا غصہ یقیناً ہوا ہو جائے گا۔ عمران شاہ ہمدانی..... تلہ گنگ

ج:- عمران بھائی! پچھلے کالم میں، میں نے آپ کے پرابلم کے متعلق لکھا تھا"۔ یقیناً آپ نے پڑھ لیا ہو گا۔ اب مجھے آپ کا دوسرا خط موصول ہوا ہے۔ سابقہ حل پڑھنے کے بعد بتائیے گا کہ کوئی امپرومنٹ ہوئی یا نہیں۔ ؟ گھبراہٹ اور جھجک کو اتار پھینکئے ۔ ہم سب آپ ہی جیسے ہیں۔ کوئی بھی اتنا اعلیٰ نہیں ہے آپ سے کہ آپ کو بات شروع کرنے میں مشکل ہو۔ اس کے علاوہ کسی سپیچ تھراپسٹ سے بھی رابطہ کریں۔ وہ آپ کو مختلف ایکسرسائز بتائیں گے۔ انشاءاللہ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔

Annasure Rana Boys

فطرت مری مانند نسیم سحری ہے
رفتار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز
پہناتا ہوں اطلس کی قبا لالہ و گل کو
کرتا ہوں سر خار کو سوزن کی طرح تیز
ایم ارشد پرویز۔ اسلام آباد (شاعر۔ علامہ اقبال)

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو
یونس اعجاز۔ کراچی (شاعر۔ مرزا غالب)

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو
رخسانہ بتول۔ حافظ آباد۔ عائشہ طاہر سعودی عرب (شاعر۔ مرزا غالب)

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں، میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ
شہزاد احمد۔ کندیاں (شاعر۔ علامہ اقبالؒ)

میں تمام تارے اٹھا اٹھا کے غریب لوگوں میں بانٹ دوں
کبھی ایک وہ آسمان کا نظام دیں میرے ہاتھ میں
علیمہ ناز۔ کراچی۔ روبینہ، راشدہ کوثر فیصل آباد (شاعر۔ بشیر بدر)

بعض مخلص بھی نظر میں نہ جچے دانش
پائے کثرت سے وہ اپنوں میں پرائے ہم نے
قاریہ انجم۔ ڈیرہ غازی خان (شاعر۔ احسان دانش)

دل بھی کیسی شے ہے دیکھو پھر خالی کا خالی
گرچہ اس میں ڈالے میں نے آنکھیں بھر بھر خواب
شہزاد رسول طور۔ وہاڑی (شاعر۔ سعد اللہ شاہ)

روپ تو اس کو ایسا دیتے دیکھتی ہی رہ جاتی دنیا
بت سازی ہی چھوڑ چکے تھے جب وہ پتھر موم ہوا
فرح سعید (شاعر۔ قتیل شفائی)

بوجھل پردے بند جھروکا ہر سایہ رنگین دھوکہ
میں اک مست ہوا کا جھونکا دوارے دوارے جھانک چکا
ارشد علی۔ ملتان (شاعر۔ مجید امجد)

اپنی تحریروں کی صورت میں ہوں میں بکھرا ہوا
مجھ سے ملنا ہے تو یہ کاغذ کے ٹکڑے جوڑ دے
رانو محمد عارف انجم۔ ضلع خانیوال۔ (شاعر۔ سیف الرحمان سیفی)

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد بہت آتا ہے
وہ ہر ایک بات پہ کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا؟
علی رضا۔ دیپالپور۔ (شاعر۔ مرزا غالب)

کس طرح گزرے گا ناصر فرصت ہستی کا دن
جم گیا دیوار بن کر سایہ دیوار بھی
عمیر مجاہد۔ فیصل آباد۔ شاعر (ناصر کاظمی)

وقت مقتل سے میری لاش اٹھا لایا تھا
لوگو! میں اپنی گواہی میں خدا لایا تھا
سمیرا نذیر۔ حافظ آباد (شاعر۔ سلیم کوثر)

تیرگی چھوڑ گئے دل میں اجالے کے خطوط
یہ ستارے میرے گھر ٹوٹ کے بیکار گرے
فریحہ ارم۔ بہاولپور۔ (شاعر۔ شکیب جلالی)

ابھی تک بے کفن سی ہے میری وحشت کی عریانی
یہ کس امید پر گھر کو بیاباں کر لیا میں نے
راحیلہ بلوچ۔ ملتان (شاعر۔ ساغر صدیقی)

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
ارشد نثار۔ دیپالپور۔ (شاعر۔ علامہ اقبالؒ)

یہ روشنی کے تعاقب میں بھاگتا ہوا دن
جو تھک گیا ہے تو اب اس کو مختصر کر دے
میں زندگی کی دعا مانگنے لگا ہوں بہت
جو ہو سکے تو دعاؤں کو بے اثر کر دے
رابعہ تبسم۔ لاہور (شاعر۔ افتخار عارف)

تھک ہار کے بیٹھے ہیں سر کوئے تمنا
کام آئے تو پھر جذبہ ناکام ہی آئے
حوریہ مجاہد۔ فیصل آباد (شاعرہ۔ ادا جعفری)

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے
زنیرہ کفیل۔ (شاعر۔ علامہ اقبالؒ)

ہجوم دیکھ کے رستہ نہیں بدلتے ہم
کسی کے ڈر سے تقاضا نہیں بدلتے ہم
ہزار زیر قدم راستہ ہو خاروں کا
جو چل پڑے تو ارادہ نہیں بدلتے ہم
فرح اسلم۔ منڈی (شاعر۔ حبیب جالب)

ہو گا طلوع کوہ کے پیچھے سے آفتاب
شب مستقل رہے گی کبھی یہ نہ سوچئے
سلیم ہاشمی۔ رحیم یار خان (شاعر۔ حبیب جالب)

وقت کے اک کنکر نے جس کو عکسوں میں تقسیم کیا
آب رواں میں کیسے امجد اب وہ چہرہ جوڑوں گا
سیدہ ثروت صابر۔ قلعہ سوبھا سنگھ (شاعر۔ امجد اسلام امجد)

زمین سے کون اٹھاتا ہے سوکھے پتوں کو
ہوا کی بات نہ کر ہوا تو پاگل ہے
عائشہ کرن۔ خانیوال (شاعرہ۔ پروین شاکر)

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے
کومل وسیم۔ شکر گڑھ (شاعر۔ ناطق لکھنوی)

پھر تو نے دے دیا ہے نیا فاصلہ مجھے
سر پہ ابھی تو پچھلی مسافت کی دھول ہے
زاہدہ خلش۔ خوشاب (شاعر۔ عدیم ہاشمی)

جب سے اس نے شر کو چھوڑا ہر رستہ سنسان ہوا
اپنا کیا ہے سارے شہر کا اک جیسا نقصان ہوا
صحراؤں کی منہ زور ہوائیں اوروں سے منسوب ہوئیں
مفت میں ہم آوارہ ٹھہرے مفت میں گھر ویران ہوا
فہیمہ نشر۔ رؤف خان۔ سندھ (شاعر۔ محسن نقوی)

ہم اپنے ساتھ رہے گرد کی طرح قائم
کہ راستے تو ہمیں منزلوں پہ چھوڑ گئے
(جہانگیر الحسن۔ میلسی (قائم نقوی۔ شاعر)

فروغ اسم محمد ﷺ ہو بستیوں میں منیر
قدیم یاد، نئے مسکنوں میں پیدا ہو
بازغہ تمکین۔ جامپور (شاعر۔ منیر نیازی)

تہہ بہ تہہ موج طلب کھینچ رہی ہے محسن
کوئی گرداب تمنا سے نکالے مجھ کو
فہیم احمد۔ اٹک، ارم آنچل سوہاوہ (محسن احسان۔ شاعر)

تیری صبح عاشقی میں کہیں شام آنہ جائے
تجھے بے وفا کہوں میں وہ مقام آ نہ جائے
وہ جو منزلوں پہ جا کر کسی ہم سفر کو لوٹیں
انہیں رہزنوں میں تیرا کہیں نام آ نہ جائے
حافظ محمد ابراہیم۔ رحیم یار خان (شاعر۔ حبیب جالب)

دیار غیر میں اب اس کا کیا کریں کاوش
کہ ڈھلتی شام کا سایہ مہیب لگتا ہے
ذوالفقار باری۔ وہاڑی (شاعر۔ آفتاب کاوش)

رنج سے خوگر ہو انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں
میر خادم حسین گجرات۔ کلثوم ناصر (شاعر۔ مرزا غالب)

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں
جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
رخشندہ سرتاج۔ ایبٹ آباد)

جگنو کو دن کے وقت پرکھنے کی ضد کریں
بچے ہمارے عہد کے چالاک ہو گئے
سعیدہ بانو۔ جھنگ (شاعرہ پروین شاکر)

زندگی کی کج ادائی پر تبصرے سب فضول ہوتے ہیں
اپنی اپنی بساط ہے سب کی اپنے اپنے اصول ہوتے ہیں
سنیل عبداللہ۔ گوجرہ (شاعر۔ ولی دکنی)

Treasure of Rare Books

گناہ

گاہک: آپ کے پاس چوہے مارنے کی دوا ہو گی۔

دکاندار: جی ہاں

گاہک: اچھا یہ بتائیں۔ چوہے مارنے کا گناہ مجھے ہو گا۔ یا آپ کو؟

دکاندار کا چھوٹا بچہ قریب ہی کھڑا تھا۔ بولا کسی کو بھی نہیں

گاہک: وہ کیسے

بچہ: چوہے مریں گے تب نا

(نبیلہ ناز کھچی چوک پاکپتن شریف)

گارنٹی

ایک صاحب کافی دیر سے کپڑے کی دکان پر کپڑا دیکھ رہے تھے وہ جو کپڑے دیکھتے اس کی گارنٹی بھی پوچھتے۔ دوکاندار کپڑے کی گارنٹی بتاتے بتاتے تنگ آ کر بولا

"آخر آپ کو خریدنا کیا ہے؟"

ان صاحب نے کہا "مجھے آدھا گز کاٹن اپنی ٹوپی کے لئے چاہئے" دوکاندار نے آدھا گز کپڑا دے دیا صاحب نے اس کی گارنٹی پوچھی تو دوکاندار نے تنگ آ کر غصے سے جواب دیا "جناب، آپ کا سر پھٹ جائے گا لیکن کپڑا نہیں پھٹے گا"۔

(مرسلہ: حمیرا ناز سرور گوجرانوالہ)

آس

فقیر: بابا کچھ دیتے جاؤ

شاعر: "نہ چھیڑ درد مندوں کو نہ جانے دل سے کیا نکلے"۔

فقیر: "کیا پتہ کوئی اٹھنی ہی نکل آئے"۔

(شاہ نواز علی پنہور۔ داؤد)

ایک سے بڑھ کر.....

ایک گپ باز نے اپنے پڑوسی کو بتایا "میں نے کل شام دریا سے تیس کلو وزنی مچھلی پکڑی تھی۔ تمہیں یقین نہیں آ رہا؟ تو چلو میرے بیٹے سے پوچھ لو"۔

بیٹا..... "جی انکل! ڈیڈی نے کل تیس کلو وزنی مچھلی پکڑی تھی، لیکن مجھے پسند نہیں آئی چنانچہ وہ ساری کی ساری ہم نے اپنی بلی کو کھلا دی"۔

خراب اولاد

ایک صاحب اپنے دوست سے کہہ رہے تھے آج کل کی اولاد بڑی خراب اور خود سر ہو گئی ہے۔

آپ کا بیٹا کیسا ہے؟

بہت اچھا! دوست نے جواب دیا

رات کو گھر دیر سے نہیں آتا؟ صاحب نے سوال کیا

بالکل نہیں، جواب ملا

سگریٹ نوشی بھی نہیں کرتا؟ صاحب نے پھر سوال کیا

سگریٹ نوشی بھی نہیں کرتا؟ صاحب نے پھر سوال کیا

بالکل بھی نہیں، جواب ملا

ان صاحب نے پھر حیرت سے کہا

اچھا تو وہ کرکٹ کھیل کر گھر کی چیزیں وغیرہ تو ضرور توڑتا ہو گا؟

دوست نے جواب دیا بھئی میں کہہ رہا ہوں بالکل نہیں

صاحب بولے پھر تو آپ کا بیٹا بہت اچھا ہے۔ ماشا اللہ کتنی عمر ہے برخوردار کی؟

دوست بولا! اس ماہ کی سات تاریخ کو وہ پورے سات ماہ کا ہو جائے گا۔

(شیخ عثمان اختر وہاڑی)

بڑی بات

اویس: آج ہماری مرغی نے انڈا دیا۔

کاشف: یہ کون سی بڑی بات ہے۔

اویس: اگر یہ بڑی بات نہیں تو تم دے کر دکھاؤ۔

(محمد آصف بلال سمندری)

مالٹا

ایک دفعہ ملک مالٹا کے وزیر زراعت پاکستان کے دورے پر آئے اور ایک گاؤں میں ایک دیہاتی سے اپنا تعارف کروانے گئے۔

وزیر: میں مالٹے کا وزیر ہوں

دیہاتی: تے پھیر اسی تاں آلوؤں دے بادشاہ آں

(تو پھر ہم تو آلوؤں کے بادشاہ ہیں)

(شاہد فرید ساغر میلسی)

تحیر

ایک سرکس کے منیجر نے اپنے نوکر سے کہا "بندروں سے بھرا ہوا ٹرک آنے والا ہے اور ٹرک والا راستہ نہیں جانتا۔ تم ایسا کرو کہ چوراہے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ اور جیسے ہی ٹرک نظر آئے اسے ادھر لے آنا۔

نوکر چلا گیا۔ نوکر کو چوراہے پر کھڑے کافی دیر ہو گئی اور اس کو ٹرک نظر نہ آیا۔ اس نے قریب کھڑے ایک آدمی سے پوچھا کہ کیوں جی آپ نے بندروں سے بھرا ہوا ٹرک تو نہیں دیکھا۔

آدمی نے نوکر کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہا کیوں، کیا آپ اس میں سے گر گئے ہیں۔

(حسانہ بتول حافظ آباد)

پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ

مرنے کے بعد ایک صاحب نے خود کو جنت میں پایا۔ ہر طرف نورانی چہرے گھوم رہے تھے چنانچہ صاحب بھی چہل قدمی کرنے لگے ایک جگہ دیوار کے دوسری طرف انہوں نے محسوس کیا کہ ڈھول کی تھاپ پر زبردست رقص ہو رہا ہے انہوں نے ایک فرشتے سے پوچھا یہ کونسی جگہ ہے؟

فرشتے نے جواب دیا، دوزخ

صاحب نے درخواست کی کہ مجھے بھی دوزخ بھجوا دیا جائے چنانچہ وہ صاحب دوزخ پہنچا دیئے گئے لیکن یہاں ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ انہوں نے گھبرا کر پوچھا کیا یہ دوزخ ہے؟ ہاں جواب ملا

تو پھر وہ کونسی جگہ تھی؟

صاحب نے سوال کیا۔

دوزخ کا پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ

(شیخ عثمان اختر وہاڑی)

تیاری

ایک لڑکے نے اپنے دوست کو فون کیا تو دوسری طرف سے اس لڑکے کی بڑی بہن جواب میں بولی

"تنویر اس وقت آپ سے بات نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سکول جانے کیلئے تیار ہو رہا ہے وہ خود تو ناشتہ کر رہا ہے اور دادی اماں اس کے بالوں میں کنگھی کر رہی ہیں۔ بہن میز کے نیچے گھسی اسے جوتے پہنا رہی ہیں۔ اماں جان اس کی کتابیں اور کاپیاں اکٹھی کر رہی ہیں اور معاف کرنا سکول کی بس آ رہی ہے مجھے تنویر کے باہر جانے کیلئے دروازہ کھولنا ہے۔

(فرحانہ پارس ٹاؤن شپ لاہور)

پہچان

ایک خاتون اپنے ڈرائنگ روم کی صفائی کر رہی تھیں کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ خاتون نے فوراً جھاڑن پھینکی اور فون کی طرف لپکیں۔ تیسرے چوتھے قدم پر ان کا پاؤں بے ترتیب قالین میں الجھ گیا، گرنے سے بچنے کے لئے انہوں نے میز کو تھامنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں میز پر رکھا ہوا فون نیچے گر پڑا۔ اسی لمحہ خاتون کے کتے نے زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا۔ جس کی آواز سن کر ان کا بچہ اٹھ گیا اور بری طرح رونے لگا۔

خاتون..... نے بمشکل خود کو سنبھالا اور ریسور کان سے لگایا۔ دوسری جانب خاتون کے شوہر کسی سے کہہ رہے تھے کہ "اب تک کسی نے ہیلو" نہیں کیا مگر مجھے یقین ہے کہ نمبر میرے گھر کا ہی مل گیا ہے۔

(اقصیٰ ظفر چکوال)

Treasure of Kale Books

نور نار اور ناری

فیصلے کے اک لمحے نے میرے اندر اعتماد کا کوہ ہمالیہ کھڑا کر دیا تھا۔ میں جس نے کبھی ان جانے لوگوں سے بات تک نہیں کی تھی۔ زندگی کی ایک ہی قلابازی سے تند خو' اکھڑ اور بد طینت لوگوں کے بیچ آ کھڑی ہوئی تھی۔ بابا' بی بی اور ارشد کے چہروں پر بے چارگی اور بے بسی کے ان گنت بجھے بجھے رنگ منجمد ہو کے رہ گئے تھے۔

میں نے دروازے کے پٹ کو دھیرے سے کھولا تو سامنے ہی ایک لمبا تڑنگا آدمی ایک سپاہی ایک پرانی سی پک اپ کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ پک اپ کے پچھلے کیبن سے دو لڑکیوں کے بے تاثر سے چہرے نظر آ رہے تھے۔ وہ چہرے بھی مجھے ہی مرکز نگاہ بنائے ہوئے تھے۔

مجھے دروازے میں دیکھ کر لمبا آدمی ایک قدم آگے بڑھا اور کرخت سے لہجے میں بولا' ناری' ہم غیر مسلم لڑکیوں کو بازیاب کرانے والے ہیں۔ دونوں حکومتوں کی اجازت سے ہم ایسی اغوا شدہ یا مقبوضہ لڑکیوں کو واپس بھجوا رہے ہیں تاکہ وہ پھر سے اپنے پیاروں کے درمیان امن اور عزت سے رہ سکیں۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ رب نواز کے گھر بھی ایک غیر مسلم لڑکی کو پناہ ملی ہوئی ہے اور شاید وہ تم ہی ہو' ناری! ہمارے پاس وقت کم ہے' فوراً ہمارے ساتھ چلنے کو تیار ہو جاؤ۔ ابھی ہم نے دو ایک اور جگہ بھی جانا ہے۔

باتوں کے اس تسلسل نے میرے چٹخے ہوئے اعصاب کو پر سکون بنانے میں بہت مدد دی۔ میں نرمی اور رسان سے بولی بھائی! آپکو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس گھر میں کوئی غیر مسلم لڑکی نہیں رہتی۔ اس گھر میں صرف جمیلہ رہتی ہے اور وہ میں ہی ہوں۔

میرے چہرے پر یقین اور ٹھہراؤ دیکھتے ہی لمبے آدمی کی نگاہیں جھک گئیں۔ وہ شاید فوراً بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ آہستگی سے بولا' بیٹی! تمہیں مبارک ہو' پھر ساتھی سے بولا' چلو بھائی! یہ تو ہمارا مطلوبہ گھر نہیں ہے۔

میں دروازہ بند کر کے مڑی تو میرے پیچھے خیف و نزار بی بی لرزتی کانپتی نہ جانے کب بستر سے اٹھ کر آ کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے بے آواز آنسو کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔ اگلے ہی لمحے میں بی بی کے بازوؤں میں تھی اور وہ کہہ رہی تھیں۔ بیٹی' یہ خوش قسمتی بھی مولا نے ہمیں ہی دینا تھی۔ تم نے تو اپنے اس پیارے اور نصیبوں والے فیصلے کی ہمیں ہوا تک نہیں لگنے دی۔

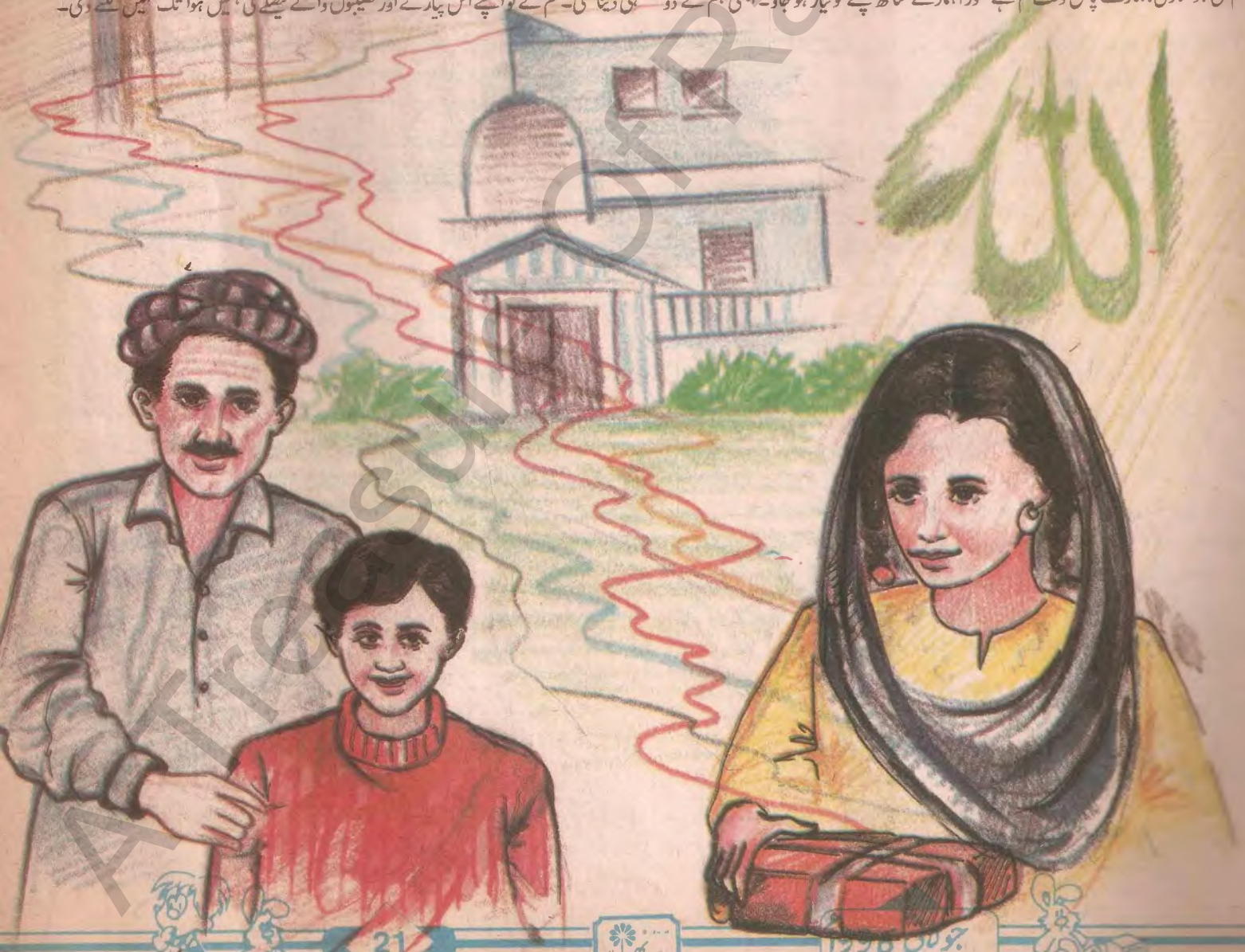

Archive Of Rare Books

آنکھیں میری بھی آنسوؤں سے کئی دنوں تک بھر آئی تھیں لیکن یہ تو خوشی کے آنسو تھے۔ پیارے دین مشن کے دائرے میں آجانے کی خوشی کے آنسو تھے۔ بابا بھی اشک بار آنکھیں لئے پاس ہی کھڑے تھے۔ ارشد بھی پٹ پٹاتی آنکھیں لئے تیزی سے بدلتی صورت حال کو سمجھنے کی اپنی تئیں پوری کوشش کر رہا تھا۔

بابا بولے' بیٹی اب اس فیصلے پر عمل درآمد میں ذرا دیر نہیں ہونا چاہئے۔ وہ اسی لمحے بازار چلے گئے' شیرینی لانا تھی اور کچھ دیندار لوگوں کو بھی ساتھ لانا تھا۔

بی بی نے مجھے فوراً غسل کر کے پاک ہونے کو کہا۔ کچھ ہی دیر میں۔ میں پوری طرح دوپٹہ اوڑھے بڑے ادب سے کئی خواتین اور مردوں کے بیچ بیٹھی اس کی واحدانیت (ایک ہونے اور دنیا کا مالک خالق ہونے) اور اس کے رسولؐ کی حقانیت (حق سچ پر ہونے) کا اقرار کر رہی تھی۔ بابا نے ہی مجھے لاالہ الا اللہ کے مبارک اور پرتاثیر کلمات پڑھائے تھے۔ اس ایک جملے نے مجھے دلجیت کور سے جمیلہ میں بدل دیا۔ بابا اور بی بی نے میرا ماتھا بار بار چوم لیا۔ خوشی ان کے چہرے اور باتوں میں رقصاں تھی۔

ان کی سادہ اور باعمل زندگی نے ہی تو دلجیت کور کی زندگی میں مسلم ہونے کی شمع روشن کی تھی اور بالآخر اللہ اور اس کے رسولؐ کی سچائی پر ایمان لانے کا سبب بنی تھی۔ ایک خوشی انہیں مزید ملی تھی کہ ایک پلی پلائی' سگھڑ اور اطاعت گزار بیٹی کی نعمت سے نواز دیئے گئے تھے۔

اللہ پر ایمان لانے کا احساس میرے رگ و پے پر گھنگھور گھٹا کی طرح چھایا ہوا تھا۔ طمانیت اور انبساط کی رو میرے تن بدن میں لہریں لے رہی تھیں۔ چونکہ میں پورے شرح صدری (دل کے یقین) سے اسلام کے دائرے میں داخل ہو رہی تھی اس لئے اطمینان اور خوشی بھی بہت زیادہ تھی۔

مغرب کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ وضو کرنا اور نماز پڑھنا تو بی بی کو دیکھ دیکھ کے میں پہلے ہی سیکھ چکی تھی۔ خالق حقیقی کے سامنے جبین جھکی تو مجھ سے اٹھا نہ گیا۔ شکر اور بندگی کے جذبات سے میری آواز رندھ گئی تھی۔ گلے میں آنسوؤں کا پھندا سا لگ گیا تھا۔ میری زندگی کا پہلا سجدہ بہت طویل اور بہت پرکیف تھا۔

بابا اور بی بی آنکھوں میں پیار اور سکون کی چمک لئے مجھے ہی تکے جا رہے تھے۔ وقت کی اس اچانک کروٹ کا ساتھ دینے کیلئے وہ بھی دل سے تیار تھے' روحانی ماں باپ کا اک نیا رشتہ انہوں نے بھی پالیا تھا۔

ارشد میرے پاس ہی مجھ سے لگ کر بیٹھا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا کہ دلجیت باجی کہتے ذرا اچھا نہ لگتا تھا اب جمیلہ باجی کہتے خوب مزا آئے گا۔

دوسروں کی خوشی میں شریک ہونا اور اپنی خوشی میں دوسروں کو شریک کرنا' وقت کی ایک ہی جنبش سے ممکن ہو گیا تھا۔

ابھی کانوں کی بالیوں سے ملنے والی ڈھیر ساری رقم کی خوشی بھی ادھوری تھی کہ اللہ نے ایمان لانے کی بہت بڑی خوشی بھی عنایت کر دی۔ بابا اور ارشد پھر بازار گئے۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ واپس مٹھائیوں اور میرے لئے ڈھیر سارے تحفوں سے لدے پھدے لوٹے۔

اگلے روز بابا' جوہری کے پاس دوبارہ گئے اور مزید پانچ ہزار لے کے لوٹے' میرے سور گباشی پتا مجھ سے کتنا پیار کرتے تھے۔ انہوں نے یقیناً کسی آڑے وقت کیلئے ہی یہ عام اور میلے سے نگینے والی بالیاں مجھے تحفہ دی تھیں۔ جس مشکل وقت کیلئے انہوں نے یہ سوچا تھا اسی مشکل وقت میں' بالیاں آخر امید کی سنہری کرن ثابت ہوئی تھیں۔

اگلے چند دن بھاگ دوڑ کے ثابت ہوئے۔ کوہ مری پر واقع سینی ٹوریم میں ہم سب بی بی کو لے گئے۔ ابتدائی ٹیسٹوں کے بعد بی بی کو تین ماہ کی کیلئے داخل کر لیا گیا۔ ادویات اور غذا کا اہتمام سینی ٹوریم نے کرنا تھا۔ تپ دق اس زمانے میں بڑا موذی اور جان لیوا مرض ہوا کرتا تھا۔ علاج اور غذا میں بے احتیاطی مرض میں زیادتی اور پیچیدگیوں کا باعث ہمیشہ ہی بنتی رہی ہے۔

افلاس اور کم علمی بی بی کے موذی مرض کے علاج میں ہمیشہ سے ہی حائل رہی تھی۔ ایک سال کے مکمل علاج کی جگہ چند دنوں کا علاج کہاں موثر ثابت ہو سکتا تھا۔ جہاں روپے کی قلت ہوئی وہیں پر علاج کو خیرباد کہہ دیا جاتا۔ دھیرے دھیرے افلاس بی بی کو موت کے منہ تک کھینچ لائی تھی۔

کہنے کو بی بی داخل تو ہو گئیں لیکن دیر بہت ہو چکی تھی۔ ڈاکٹرز نے ہمیں صاف صاف بتا دیا تھا کہ تپ دق نے پھیپھڑوں کو بری طرح چاٹ لیا ہے۔ پھیپھڑوں کے کام کرنے کی صلاحیت صرف دس فیصد رہ گئی ہے۔ اس کے باوجود بی بی اگر جی رہی ہیں تو محض اللہ کی رحمت ہے۔

چند دنوں بعد بی بی کی حالت اچانک خراب ہو گئی۔ کھانسی کے ساتھ ساتھ خون آنا شروع ہو گیا اور چند گھنٹوں میں ہماری پیاری بی بی ہمارا ساتھ چھوڑ گئیں۔

ہماری حالت تو دیکھنے والی تھی۔ ہمارا حوصلہ بندھانے والی باہمت خاتون موت کے سامنے خود ہی حوصلہ ہار گئی تھیں۔

بابا کی تو کمر ٹوٹ گئی تھی۔ ارشد بے چارہ اس کم سنی میں ہی ماں جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو گیا تھا۔

روتے روتے جب آنسو بھی خشک ہو گئے تو بی بی کے بغیر ہم سب زندگی کے پرپیچ خارزاروں میں پھر سے جا اترے۔

بی بی کی موت نے بابا کو بے دم کر دیا تھا۔ میرے کہنے پر انہوں نے تانگہ بیچ دیا۔ پھر صلاح کر کے ہم نے اس مضافاتی بستی میں اپنا مکان بھی فروخت کر دیا اور تلاش و بسیار کے بعد لاہور مال روڈ کی ایک پرسکون جگہ پر بنی ایک پرانی کوٹھی 8 ہزار روپے میں خرید لی۔ یہ کوٹھی خاصے عرصے سے بے آباد پڑی تھی۔ ابھی تو اچھی خاصی اچھی حالت میں تھی۔ ہم تینوں نے مل جل کر اسے ٹھیک کر لیا۔ دو کینال پر بنی اس کوٹھی میں ضرورت اور آسائش کی ہر چیز موجود تھی۔ ایک پرانی لیکن اچھی حالت کی گاڑی بھی خرید لی گئی۔ اللہ میاں نے ہمارے دن پھیر دیئے تھے۔

ایک روز میاں جی کے مشورے سے ہم ایک وکیل کے پاس گئے۔ میں نے اسے اپنے گزرے حالات بتائے اور اس خریدار کا بھی بتایا جس نے میرے ماں باپ اور بھائیوں کی جان لی تھی اور املاک لوٹی تھی۔

وکیل صاحب نے خاصے غور و خوض اور ہم پیشہ افراد سے مشوروں کے بعد ہمیں عدالت میں کیس دائر کرنے کا مشورہ دیا۔ ہم نے انہی وکیل کی زیر نگرانی اللہ بخش نامی لٹیرے مسلمان پر مقدمہ دائر کر دیا۔

اپنے دعوے کے ثبوت میں وکیل صاحب نے ہمیں دو ایک مضبوط گواہوں کا کہا تو میں نے بڑی سوچ و بچار کے بعد اپنے پرانے محلے جانے کا اور کچھ لوگوں سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں بابا کے ساتھ بازار گئی۔ خاصی خریداری کی اور گاڑی میں لدے پھدے اپنے پرانے محلے چلے گئے۔ سب سے پہلے بابا نے محلے کی مسجد کے پیش امام کے گھر کا پتہ چلایا جو یہاں سے کچھ دور رہتا تھا۔ اسی گھر کی خواتین نے مجھے سب سے پہلے میری پناہ گاہ سے محروم کیا تھا۔

ڈھونڈتے ڈھانڈتے ہم امام صاحب کی گلی میں جا پہنچے۔ اسی دروازے پر پہنچے میرے دل میں زخموں اور آہوں کی ساری داستان تازہ ہو گئی۔

جس دروازے نے مجھے اپنی آغوش سے باہر نکال پھینکا تھا' اسی دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک کرخت آواز چلائی' "کون کم بخت مارا ہے" بابا کو بھی اس صورت حال کیلئے میں تیار کر لائی تھی۔ اگلے لمحے دروازہ کھلا اور امام صاحب کی بدمزاج بیوی جھونکتی نظر آئی' مجھ پر نظر پڑتے ہی اسکی حالت متغیر ہو گئی لیکن اگلے ہی لمحے ہمارے ہاتھوں میں پکڑے تحائف دیکھ کر اسکے چہرے پر درشت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' وہ ہمیں گھر لے آئی۔ نہ اس نے اپنے رویئے پر معذرت کی' نہ ہی میں نے اسے جتایا' اسے اور دونوں بڑی بیٹیوں کو سارے تحائف دے دیئے تو ایک بولی' تم تو سکھنی ہو' پھر امیں نے کہا الحمد للہ میں اب جمیلہ ہوں' میں اپنے محسن امام صاحب کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں' "اچھا! حیرت ہے!" جواب ملا۔ اسی لمحے دروازے سے امام صاحب گھر میں داخل ہوئے اور بولے بھلی لوک کون آیا ہے' بیوی میرے پاس بیٹھے بیٹھے باآواز بلند بولیں۔ آجاؤ جی اندر آجاؤ۔ وہ آئی ہے' جمیلہ سکھنی!

تعصب' تنگ نظری اور فطری سنگدلی کے اس مظاہرے پر میں نے تڑپ کر کچھ کہنا چاہا لیکن بابا نے سر کے اشارے سے مجھے چپ رہنے کو کہا۔

جمیلہ سکھنی' جمیلہ سکھنی بڑبڑاتے امام صاحب جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے' مجھے دیکھ کر ان کی حیرت سے پھیلی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

(باقی آئندہ)

نام بھی تقسیم انعام بھی

آسیہ ناز

بھئی یہ تو صحیح ہے کہ پھول میں خوبصورتی تو ہوتی ہی اس کے رنگ اور خوشبو سے ہے مگر ساتھیو! یہ ہمارا ہنستا مسکراتا پھول بھی کسی اصلی پھول سے کم نہیں کیونکہ اس کی خوبصورتی بھی صرف اور صرف آپ سب ساتھیوں کی ذہانت کی مہک اور صلاحیتوں کے رنگ کی وجہ سے ہے اور اس بات کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہو گا کہ پھول کے ہر سلسلے میں دور دراز علاقوں سے ہر طبقہ اور ہر عمر کے ساتھی نہ صرف شرکت کرتے ہیں بلکہ کامیاب بھی قرار پاتے ہیں جن کیلئے خاص طور پر ایک تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے جس کا نام ہے۔

نام بھی اور تقسیم انعامات بھی

آپ کو یہ بات سن کر خوشی اور حیرت ہو گی کہ اس دفعہ خوش نصیب ساتھیوں کو ٹی وی اور تھیٹر کے معروف ایکٹر، ڈائریکٹر اور رائٹر ذوالقرنین حیدر اور مارشل آرٹ کے ماسٹر فرحت عباس شاہ (جو کہ مقبول شاعر بھی ہیں) سے ملوایا گیا۔ جنہوں نے انعام دینے کے ساتھ ساتھ اپنی دلچسپ باتوں سے ساتھیوں کو مستفید کیا ان کی باتیں آمنہ آپی سے اور انعام پانے والوں کی باتیں اور تاثرات مجھ سے سنئے۔

1۔ عارفہ صدیقی (نیشنل پارک سانده روڈ لاہور)

میں آٹھویں کلاس کی طالبعلم ہوں۔ مجھے خط کے ذریعے سے پتہ چلا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب مجھے خط ملا تو میں گھر میں نہیں تھی اور امی نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ میں دو سال سے پھول پڑھ رہی ہوں اور انعام لے کر بہت زیادہ خوش ہوں۔

2۔ مبشرہ فاروق (سیالکوٹ)

میں نے حال ہی میں ایف ایس سی کے امتحانات دیئے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ اچھی خبر مجھے میری بہن نے سنائی تھی اور ابو جان نے یہ سنتے ہی مجھے خوشی خوشی سے اجازت دے دی کہ تم انعام لینے جاؤ۔

3۔ نورین اقبال سرویا (نواں کوٹ شیخوپورہ)

میں نے پہلی مرتبہ خط لکھا تھا اور وہ ہی انعامی ہو گیا گھر والوں میں سے سب سے زیادہ امی خوش ہوئیں اور مجھے انعام ملنے کی بالکل بھی توقع نہ تھی اور میں اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوں پھول میرے گھر میں ہی نہیں گاؤں اور خاندان میں بھی بیحد پسند کیا جاتا ہے۔

4۔ مومارہ

میں پانچویں کلاس میں پڑھتی ہوں پھول میں مجھے سب سے زیادہ ٹیلیفونک کالم پسند ہے اور سارا بھی پسند ہے اور مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ بہت اچھی باتیں سننے کو ملیں۔

5۔ قمرالزمان قیصرانی (لیہ)

میں پری میڈیکل کا طالبعلم ہوں میں نے ٹیلیفون کیا اور میرا ٹیلیفون انعامی ہو گیا کافی مشکلات کے بعد میں یہاں پہنچا ہوں مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے یہ میری توقعات سے بالکل برعکس تھا مہمانوں کے ساتھ مل کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی پھول والوں سے یوں ملوں گا۔

6۔ ضیاء ساجد کلاچی (ڈیرہ غازیخان)

میں نے پہلے بھی انعامی خط لکھنے کی کوششیں کی تھی لیکن کامیابی کب ہوتی تھی جو کہ میری توقع کے برعکس ہے ایڈیٹر بھیا سے ملنے کی بڑی خواہش تھی۔ آپ کو میں نے بہت اچھا پایا میں پھول تین سال سے پڑھ رہا ہوں سب سلسلے بہت اچھے ہیں۔ میری زندگی کا ایک یادگار دن ہے آج اور میں اپنی بات بھی صحیح طور پر نہیں کر پا رہا خوشی سے....

7۔ خدیجہ حیات (فاروقہ سرگودھا)

میں پانچویں کلاس میں پڑھتی ہوں جب میں سکول سے آئی تو امی نے مجھے بتایا کہ تمہارا انعام نکل آیا ہے یہ خبر سن کر اچانک میرے منہ سے چیخ نکلی مجھے اس کی بہت خوشی ہو رہی ہے۔

8۔ نبیلہ زینب (فاضلیہ کالونی لاہور)

میں اس رسالے کے علاوہ نونہال بھی پڑھتی ہوں میں اندر بیٹھی کام کر رہی تھی تو مجھے خط ملا اور خط پڑھ کر مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی پھول کے پروگرام میں آکر لگا ہر کام ہی نرالا اور خوشی دینے والا ہے۔

9۔ روحی بانو (کیپٹن جمال روڈ لاہور)

میں دہم کلاس میں پڑھتی ہوں اور تین سال سے پھول پڑھ رہی ہوں۔ اس کے تمام سلسلے ایک سے بڑھ کر ایک ہیں میری فرینڈ نے مجھے بتایا تھا کہ تمہارا انعام نکل آیا ہے اور مجھے آج بہت خوشی ہو رہی ہے۔ پھول سے انعام ملا ہے تو زندگی مسکرانے لگی ہے۔ میری تو زندگی کا پہلا انعام ہے۔

10۔ طاہرہ عفت (گوجرانوالہ)

میں شروع دن سے پھول پڑھ رہی ہوں لیکن آج تک میں نے پھول کے کسی سلسلے میں حصہ نہیں لیا تھا مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ بھیا جتنے اچھے نظر آتے ہیں حقیقت میں بھی اتنے ہی اچھے ہیں مجھے ان کی مہربانی کا اندازہ نہ تھا میں آج بہت خوش ہوں۔ اچھی باتیں سوچنے کا آخرت میں تو فائدہ ہوتا ہی ہے مجھے دنیا میں ہی ہو گیا ہے۔

11۔ ثناء امجد (ٹاؤن شپ لاہور)

میں نہم کلاس میں پڑھتی ہوں پھول میں مجھے تمام چیزیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ کلیاں تو میری جان ہیں اور مجھے انعام لے کر بہت خوشی ہو رہی ہے میری امی بھی لفظ لفظ پڑھتی ہیں اور باقی بہن بھائی بھی....

Arsure Of Rare Books

راہ کیا یاد ہے

ملک الموت

حضرت حسنؓ نے فرمایا:
کہ ملک الموت ہر گھر میں روزانہ تین مرتبہ چکر لگا کر دیکھتے ہیں کہ کس کا رزق پورا ہو گیا ہے۔
کس کی عمر پوری ہو گئی ہے۔ جس کا رزق پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ اور جب اس کے گھر والے اس کی موت پر روتے ہیں تو ملک الموت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں "میرا کوئی گناہ نہیں"
مجھے تو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے نہ تو اس کا رزق کھایا۔ اور نہ ہی اس کی عمر گھٹائی۔ میں تمہارا گھروں میں بار بار آتا ہوں۔
یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں۔
کہ اگر میرے گھر والے ملک الموت کا کھڑا ہونا دیکھ لیں۔ اور ان کی یہ باتیں سن لیں تو میت سے غافل ہو جائیں اور اپنے اوپر رونا شروع کر دیں۔

مرسلہ: سعدیہ شریف کمالیہ

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت ادھم سے پوچھا کہ اللہ کے حضور ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔
آپؒ نے فرمایا اس کی وجہ ہے کہ۔
☆..... تم خدا کو جانتے اور مانتے ہو مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔
☆..... اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہو مگر شکر ادا نہیں کرتے۔
☆..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔
☆..... قرآن پڑھتے ہو مگر عمل نہیں کرتے۔
☆..... جانتے ہو کہ دوزخ، گناہ گاروں کے لئے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے۔
☆..... شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔
☆..... عزیز و اقارب کو اپنے ہاتھوں سے زمین میں دفن کرتے ہو مگر عبرت نہیں پکڑتے۔
☆..... موت کو برحق جانتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔
(انتخاب = عثمان ارشد ملک۔ شیخوپورہ)

پھلدار درخت:۔

بیرم خان مغل بادشاہ اکبر کا سپہ سالار اور اتالیق تھا۔ یہ شخص جس قدر عالی مرتبہ، شجاع اور بہادر تھا، اسی قدر رحم دل، فیاض اور سخی بھی تھا۔ ایک دن بیرم خان گھوڑے پر سوار بڑی شان و شوکت کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے تاک کر ایک پتھر دے مارا۔ بیرم خان نے گھوڑے کو روک لیا اور ملازم کو حکم دیا کہ "اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی جائے"۔
ملازم نے اشرفیوں کی ایک تھیلی اس شخص کو دے دی۔ وہ شخص چلا گیا تو ملازم نے حیران ہو کر عرض کی۔ "سرکار: اس شخص نے آپ کے ساتھ انتہائی گستاخی کی تھی، اسے قرار واقعی سزا دینے کے بجائے آپ نے اسے انعام سے نوازا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟" تو بیرم خان نے مسکرا کر جواب دیا، "پھلدار درخت کو لوگ پتھر مارتے ہیں تو درخت انہیں پھل دیتا ہے نہ کہ سزا"۔ مرسلہ: عبدالباسط ہری پور

چمکتے موتی

☆..... سب سے بہترین خوشبو انسان کی نیک سیرت ہے۔
☆..... انسان خود اچھا ہو اسے دوست بھی اچھے ملتے ہیں۔
☆..... بادل کی طرح رہو جو پھول اور کانٹوں پر یکساں برستا ہے۔
(عذرا وجدانی۔ مظفر گڑھ)

وحدہ لاشریک

جو رہتا ہے دل میں امید بن کر وہی خدا ہے
زمانے کی شب میں خورشید بن کر وہی خدا ہے
رزق بٹتا ہے روز و شب جس کا وہی خدا ہے
آگ و دوزخ ہے غضب جس کا وہی خدا ہے
شاہد جس کے لئے اب تک نا سمجھ ہے وہی خدا ہے
جو فہم و دانش سے بالاتر ہے وہی خدا ہے

(شاہد اقبال۔ نواب شاہ)

قرآن پاک

○..... قرآن پاک کی رو سے سب سے نافرمان قوم بنی اسرائیل کو قرار دیا گیا۔
○..... قرآن پاک دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔
○..... قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورۃ سورۃ الکوثر ہے۔
○..... قرآن پاک کی آیات الکرسی کو سردار آیات کہتے ہیں۔
○..... قرآن پاک کا دل سورۃ یٰسین کو کہا جاتا ہے۔ عارف علی نجمی گوجروالی

جواہر پارے

○..... قرآن ایک ایسا دریچہ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔
○..... اپنے وقت پر ایک سنگریزہ بھی ایک بڑے چھکڑے کو الٹ دیتا ہے۔
○..... وقت کو پیچھے سے مت پکڑو بلکہ آگے سے روک کر اس پر تابو پانے کی کوشش کرو۔
○..... سچائی تیل کی طرح سطح پر آ جاتی ہے۔ سیدہ رباب کنول نقوی شیخوپورہ

خواب

شریکؒ بن عبداللہ خلیفہ مہدی کے زمانے میں قاضی تھے، ایک مرتبہ وہ مہدی کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں قتل کروانے کا ارادہ کیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا، امیر المومنین! کیوں؟"
مہدی نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم میرا بستر روندرہے ہو اور مجھ سے منہ موڑے ہو۔ میں نے یہ خواب ایک معتبر کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ تعبیر دی کہ قاضی شریک ظاہر ہیں آپ کی اطاعت کرتے ہیں لیکن اندر ہی اندر آپ کے نافرمان ہیں۔
قاضی شریکؒ نے جواب دیا خدا کی قسم امیر المومنین! نہ آپ کا خواب ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے اور نہ آپ کا تعبیر دینے والا یوسف علیہ والسلام ہے تو کیا آپ جھوٹے خوابوں کے بل پر مسلمانوں کی گردنیں اڑا دیں گے؟"
مہدی یہ سن کر جھینپ گیا اور قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔
(مرسلہ = اسماء صدیقی کمالیہ)

"عزت"

عزت تھرمامیٹر کے پارے کی طرح ہے ایک بار ہاتھ سے پھسل جائے تو دوبارہ ہاتھ نہیں آتی۔
(مرسلہ = نسرین عصری دیوالی)

چین میں

چین میں آپ کوئی چیز گم نہیں کر سکتے۔
پیکنگ سے چلتے وقت ہم اپنا ایک پاجامہ غسل خانے میں لٹکا چھوڑ آئے تھے اس کی ہمیں ضرورت نہ تھی۔ وہاں سے دوہان پہنچ کر ابھی ہم دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ ہوٹل والوں نے ایک پیکٹ دیا جس میں ہمارا پاجامہ دھلا دھلایا استری شدہ اور ایک چپل پالش اور مرمت شدہ نفاست سے لپٹی ہوئی پائی گئی۔ پاجامہ ہمارا تھا اور چپل ہمارے دوست کی۔ وہ بولے، "ارے اسے تو میں خود ہی وہاں چھوڑ آیا تھا کہ کون اسے مرمت کراتا پھرے"۔
"چلتے ہو تو چین کو چلئے" (سفرنامہ)
"ابن انشا"
مرسلہ: خدیجہ فاروق محمد عبداللہ

امریکہ یہ امریکہ

بڑا منصف ہے امریکہ اسے اللہ خوش رکھنے "بزعم شیخ" وہ سب کو برابر پیار دیتا ہے کسی کو حملہ کرنے کیلئے دیتا ہے میزائل کسی کو ان سے بچنے کیلئے راڈار دیتا ہے۔
انتخاب: میمونہ وحید سیالکوٹ

اقوال زریں

☆..... حکمت ایک ایسا درخت ہے جو دل سے اگتا ہے اور زبان سے پھل دیتا ہے۔
☆..... طنز ایک عینک کی مانند ہے جس کے ذریعے اپنے چہرے کے سوا ہر چیز نظر آتی ہے۔
☆..... نیکی ایک ایسی شمع ہے جو دوست اور دشمن دونوں کے گھر میں اجالا کرتی ہے۔
☆..... جنگ کے لئے ہر وقت تیار رہنا امن قائم کرنے کا موثر طریقہ ہے۔
☆..... مسکراہٹ ایک ایسا پردہ ہے جس کے پیچھے ہر قسم کا راز پنہاں ہو سکتا ہے۔
☆..... کسی کی تعریف نہیں کر سکتے تو برائی بھی نہ کرو۔
☆..... دنیا عاقل کی موت پر اور جاہل کی زندگی پر ہمیشہ آنسو بہاتی ہے۔
(مرسلہ = صائمہ اکرم، صادق آباد)

Treasure Of Paksociety

دودھ اور شہد کے چشمے

ایک شیخ جنہیں حضرت حبیب کی زیارت کا شوق تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ادھر سے گزرا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ حضرت حبیب خود تو نماز میں مصروف تھے اور ایک بھیڑیا ان کی بھیڑ بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ میں نے جب یہ عالم دیکھا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ ایسے بزرگ سے ملاقات کرنی چاہئے۔ چنانچہ میں ان کے قریب جا کر انتظار کرنے لگا۔ کہ وہ نماز سے فارغ ہو لیں تو بات کروں، جب وہ نماز پڑھ چکے تو مجھ سے پوچھا "کیسے آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا "آپ کی زیارت کا شوق لے آیا۔"

انہوں نے مجھے دعا دی اور جب میں نے دریافت کیا کہ "یا حضرت! یہ عجیب اور انہونی بات کیسے عمل میں آئی کہ ایک بھیڑیا بھیڑوں سے دوستی رکھتا ہے" حبیبؒ نے جواب دیا "اس کی دوستی دراصل بھیڑوں کے رکھوالے سے ہے۔"

ابھی وہ یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ میں نے ایک اور عجیب و غریب نظارہ دیکھا۔ وہاں لکڑی کے پیالے سے جو ایک پتھر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ دو چشمے جاری ہو گئے۔ ان چشموں میں ایک چشمہ دودھ کا تھا اور دوسرا شہد کا۔ میں نے پوچھا "یا شیخ! یہ درجہ کمال آپ کو کہاں سے مل گیا؟"

فرمایا "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اطاعت سے۔"

پھر ذرا توقف کے بعد کہنے لگے۔ موسیٰؑ کی قوم موسیٰؑ کی مخالفت کرتی رہتی تھی مگر ایک پتھر سے ان کے لئے پانی جاری ہو گیا تھا۔ حالانکہ موسیٰؑ اس درجہ کمال پر فائز نہ تھے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا۔ مگر میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اس لئے اگر ان کی برکت سے میرے لئے پتھر دودھ اور شہد کے چشمے جاری ہو گئے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟"

اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی انسان حضرت سرور کائنات فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح پیروی کر لے تو وہ صرف درجہ ولایت کو ہی نہیں پہنچ جاتا بلکہ اس کی قوت قدسیہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ پتھر سے اس کے لئے شہد اور دودھ کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

"کرامات اولیاء" میں لیا گیا"

(محمد زاہد سلیم آرائیں کورنگی کراچی)

بہترین دوست

نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ "جس کسی کو دوست بناؤ تو اپنے دل میں ایک قبرستان تعمیر کر لو جس میں اس کی برائیوں کو دفن کر سکو اس سے جنگ نہ کرو۔ اس پر اپنی برتری کا اظہار نہ کرو۔ اس کے متعلق دوسروں سے پوچھتے نہ پھرو ہو سکتا ہے کہ اس کا دشمن تمہیں کوئی غلط بات بتا دے اور یہ غلط فہمی تمہاری جدائی کا سبب بن جائے اور یوں تم ایک اچھے دوست سے محروم ہو جاؤ"۔

مرسلہ: تابندہ مجید۔ مسلم ٹاؤن لاہور

اللہ سے دوستی

میں نے ڈھونڈا صبر و قرار
صبح کی ٹھنڈک میں
پھولوں کی شبنم میں
دن کے اجالے میں
چاند کے ہالے میں
شام کی شہنائی میں
رات کی تنہائی میں
دوستوں کے جھمیلے میں
اور بیٹھ کے اکیلے میں
میں نے ڈھونڈا صبر و قرار
خوشیوں کے موسم میں
آنسوؤں کے عالم میں
دوسروں کی باتوں میں
بے چین راتوں میں
دوستوں کی قربت میں
اپنوں کی محبت میں
چاند کی روشنی میں
اور پھر آگہی میں
میں نے ڈھونڈا صبر و قرار
چین سے نہ سوئی میں
دن رات روئی میں
حقیقت ہوئی مجھ پہ ظاہر
اور مل گیا مجھ کو آخر
میرے دل کا صبر و قرار
میری دعاؤں میں
ساری التجاؤں میں
سادگی عبادت میں
رب سے محبت میں
اور پھر کوئی دکھ کوئی عذاب
کوئی رنج نہ رہا اس خوشی کے بعد
میرے خالق میرے مالک
میرے اللہ سے دوستی کے بعد

شاعرہ: حمیرا ناز سرور
گوجرانوالہ

ماؤزے تنگ

ماؤزے تنگ کا آخری وقت تھا۔ وہ فالج زدہ تھا، چین کے ممتاز لیڈروں نے اس کے سرہانے کھڑے کھڑے غم زدہ لہجے میں اسے کہا کہ "بابا..... تم چند لمحوں کے بعد اس جہان فانی سے رخصت ہونے والے ہو۔ ہمیں جاتے جاتے کوئی ایسی بات کوئی ایسی نصیحت بتا جاؤ۔ جس پر عمل کر کے ہم اپنی قوم کی کشتی کو ساحل مراد تک لے جائیں۔ چنانچہ ماؤزے تنگ نے ان کے سوال کے جواب میں کپکپاتے ہونٹوں سے اکھڑی ہوئی سانس لیتے ہوئے کہا کہ "مجھے اس بات کا قطعی طور پر اندیشہ نہیں ہے کہ چین پر کبھی کوئی بیرونی طاقت حملہ کرے گی۔ البتہ اگر چین کے لوگوں نے اپنے شاندار ماضی کی تاریخ فراموش کر دی تو اسے کسی بیرونی حملہ آور کے حملے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ موتیوں میں تولنے جیسا یہ قیمتی مشورہ دینے کے بعد ماؤزے تنگ اللہ کو پیارا ہو گیا اور دنیا میں باوقار طریقے سے حکومت کرنے کی خواہش مند اقوام کو ایک ایسا درس دے گیا۔ جس پر عمل کرنے والی قوم کی تاریخ کے صفحات ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے اور اس کا جغرافیہ کبھی تبدیل نہیں ہو گا" اس میں چھپی ہوئی نصیحت دنیا کے تمام اقوام کے لئے ہے۔

(مرسلہ = یاسر ملک ڈڈیال آزاد کشمیر)

محمود غزنوی کے شکوک

سلطان محمود غزنوی کو تین (کاموں) امور کی صحت میں شبہ تھا۔

1..... "علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں" یہ حدیث ہے یا نہیں۔

2..... قیامت کے متعلق۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ نہیں۔

3..... امیر سبکتگین سے اپنے نسب کے تعلق کی بابت

محمود غزنوی ایک شب ایک دینی مدرسہ کے پاس سے گزرے خادم سونے کا شمع دان لئے ساتھ تھا۔

وہاں دیکھا کہ مدرسہ کا ایک طالب علم اپنا سبق یاد کر رہا ہے۔ مدرسہ میں اندھیرا تھا طالب علم کو جب کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ مدرسہ سے باہر آکر ساتھ والی دکان کی روشنی میں مطالعہ کرتا یہ حالت دیکھ کر سلطان کا دل بھر آیا اور سونے کا شمعدان طالب علما کو دیدیا۔ اسی رات کو حضرت محمد ﷺ کی غزنوی کو خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

اے امیر سبکتگین کے فرزند! دو جہانوں میں اللہ تعالیٰ تیری ایسی ہی عزت کرے جیسے تو نے میرے وارث کی عزت کی۔

اور یوں محمود غزنوی کے تینوں شبہات نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے رفع ہو گئے۔

اخذ کیا سیرت النبی بعداز وصال النبی صفحہ نمبر100

مرسلہ: حافظ طارق محمود صالح اعوان۔ گوجرانوالہ

نپولین اور قرآن مجید

ایک غیر مسلم جرنیل نپولین نے قرآن مجید کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا۔ کیونکہ صرف یہی تعلیمات انسان کو حقیقی معنوں میں مسرتوں سے روشناس کرا سکتی ہیں۔

(انتخاب = یاسر ملک ڈڈیال)

بڑا ہوٹل

دنیا میں سب سے زیادہ اونچائی پر واقع اس ہوٹل کا نام پلاٹس ہے۔ اس کی اونچائی 7000 ہے۔ یہ سو یٹزر لینڈ کے شہر زیورچ میں واقع ہے۔ بہت سے لوگ دوسرے ممالک سے اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اتنی بلندی پر واقع اس ہوٹل میں جانے کے لئے لوگ پیدل تو نہیں جا سکتے اس لئے اوپر جانے کے لئے لفٹ پر جاتے ہیں۔ یہ لفٹ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک سب سے چھوٹا پھر اس سے ذرا بڑا اور پھر سب سے بڑا لفٹ ہوتا ہے اور نیچے اترنے کے لئے چھوٹی چھوٹی ریل گاڑیاں ہوتیں ہیں۔ مرسلہ: گل سانگا

خوبصورت ارشاد

حضور اکرم ﷺ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوذرؓ تم جانتے ہو کہ ایمان کی کون سی کڑی سب سے مضبوط ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے جواب دیا کہ خدا اور اس کا رسول ﷺ ہی اچھی طرح جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا صرف خدا کے لئے باہم دوستی رکھنا اور صرف خدا کے لئے کسی سے محبت اور صرف خدا ہی کے لئے کسی سے دشمنی رکھنا۔

مرسلہ: ارم آنچل سوہاوہ

Treasure of Pakistan

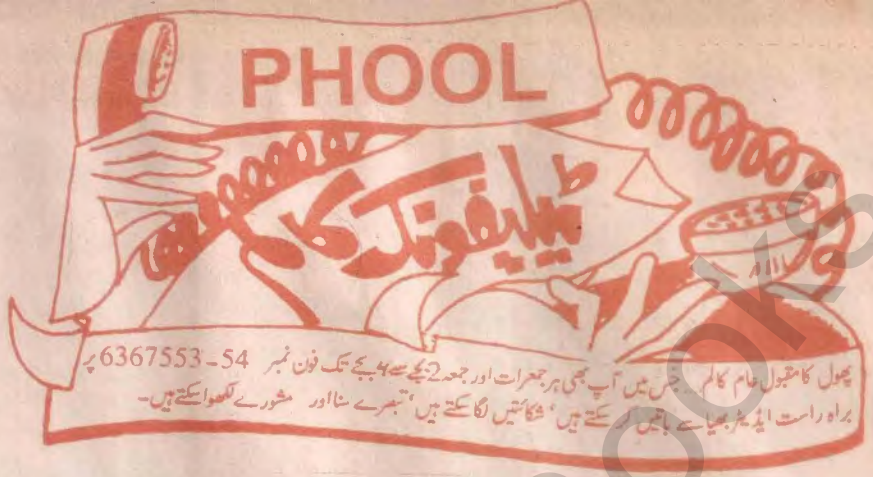
PHOOL
ٹیلیفونک کالم
پھول کا مقبول عام کالم جس میں آپ بھی ہر جمعرات اور جمعہ 2 بجے سے 4 بجے تک فون نمبر 54-6367553 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں، شکائتیں لگا سکتے ہیں، تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

"آپ نے مجھے گھاس نہیں ڈالی"

اللہ خیر کرے یہ کب سے آپ کا پسندیدہ کھاجا ہو گیا ہے۔ شبر علی چنگیری! ہم نے حیرت سے پوچھا..... "ہوا تو نہیں ہے۔ میں کون سا گھوڑا ہوں آپ نے بھی شاید اسی لئے گھاس نہیں ڈالی!..... وہ اپنی فطری معصومیت سے بولے جا رہے اور ہماری ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ وہ خود سوال کر کے خود جواب دینے کی کمال خوبی رکھتے ہیں۔ چند روز پہلے دفتر آئے تو ہم ایک فائل دیکھ رہے تھے۔ سامنے بیٹھنے کی بجائے وہ بالکل کرسی کے قریب کھڑے ہو گئے اور ہمارے سر کے اوپر سے فائل پڑھنے لگے۔ ہم پہلے تو مروت میں خاموش تھے۔ یہ دوسری حرکت ناقابل معافی تھی۔ اس لئے فائل بند کئے بنا انہیں گھورا..... وہ ان نظروں کی تاب نہ لا سکے اور ہمارے کچھ بولنے سے پہلے بولے مجھے علم ہے کسی کے ہاتھ میں اخبار رسالہ فائل یا خط ہو تو نہیں پڑھنا چاہئے۔ یہ اخلاقی طور پر برا ہوتا ہے۔ ویسے بھی اچھا نہیں لگتا ایسا کرنے والا بہت جاہل اور کم پڑھا لکھا محسوس ہوتا ہے۔ میں کون سا باقاعدہ پڑھ رہا تھا۔ وہ تو نظریں وہاں چلی گئیں تھیں میں انہیں آہستہ آہستہ وہاں سے گھما کر اٹھانے ہی والا تھا۔

نکلسن روڈ سے ماریہ خاں (دہم) نے ایک اچھی سی بات بتائی کہ کسی دوسرے کی غلط بات پہ غصہ اس کی غلطی کی سزا اپنے آپ کو دینے والی بات ہے"۔ ہم نے دل و جان سے ان کی بات سے اتفاق کیا حالانکہ عمل اتنا آسان نہیں ہے۔

○..... زاہدہ پروین نے گوجرانوالہ سے پوچھا ہمارے ملک اور معاشرے میں اچھائی اور خیر کا رنگ غالب کیوں نہیں ہے۔ ہم انہیں کیا بتاتے کہ پینٹر جو رنگ کرے وہی نظر آتا ہے۔ جو رنگ استعمال بھی نہیں کیا جاتا۔ لگایا ہی نہیں جاتا وہ بھلا نظر کیسے آ سکتا ہے۔

○..... مزنگ سے نازیہ نور (دہم) نے پھول کے تازہ شمارہ کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ لطائف کی اتنی زیادہ تعداد اور اداریہ انہیں پسند آئے۔ حالانکہ دونوں کا آپس میں کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ مرضی ہے نازیہ رانی۔

○..... علامہ اقبال ٹاؤن سے فیض عالم (ششم) نے تلاش کے دوبارہ شروع کرنے کا مطالبہ کیا۔ ویسے آپس کی بات ہے اگر جمشید کو اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھجوا کر کہانی نئے سرے سے شروع کر دی جائے تو کیسا ہے۔ اپنی رائے ضرور دیں۔ یہ تو ہم نے آپ کی فرمائش پر کہانی ختم کر دی ورنہ تو جمشید اغوا ہو کر بیرون ملک بھجوایا جا رہا تھا۔ وہاں نئے سنسنی خیز واقعات اور حالات اس کے منتظر تھے آپ نے ہی درمیان میں رکوا دی..... لگے ہاتھوں آپ کو بتاتے چلیں کہ پاکستانی رسائل میں بچوں کی سب سے مہنگی کہانی تھی۔ اور پسندیدہ بھی جو تین سال تک مسلسل شائع ہوتی رہی اور اس پر دس ہزار روپے نقد معاوضہ ادا کیا گیا۔

○..... شاہدرہ سے عارفہ حنیف خاں (پنجم) نے کہا کہ پھول کے آتے ہی کچن کی شامت آ جاتی ہے اور ہر بار کئی نسخے آزمائے جاتے ہیں۔ ویسے آپس کی بات ہے دہی کے سالن والا نسخہ ہم نے بھی نوٹ کر کے رکھا ہوا ہے۔ جس روز فرصت ملی بیگم اور عمر کو سسرال بھجوا کر اپنے دست مبارک سے پہلے یہ بنائیں گے اور پھر بریانی..... سبحان اللہ! کیا مزہ آئے گا..... ان کی ہمشیرہ آصفہ ناز (نہم) کو پھول کے اشعار کا انتخاب بہت پسند ہے..... ماہ منیر مبارک ہو۔ کوشش رنگ لا رہی ہے۔ آپ کا اپنا ذوق پہلے بھی اچھا تھا۔ اب اور نکھر رہا ہے۔

میسن روڈ سے اسما نیازی (ہفتم) دو سال سے پھول پڑھ رہی ہیں۔ انہیں سیر کے پروگرام۔ واہ کیا بات اور آج کل نور نار اور ناری بہت پسند ہیں۔

○..... کرشن نگر لاہور سے شاہد ربانی (دہم) نے اپنے ہاتھوں کا عذاب کو بہت مفید اور دلچسپ قرار دیا۔ البتہ ٹائٹل انہیں بے حد ناپسند ٹھہرا۔

○..... ساہیوال سے عبدالجبار صبا نے دو خواب دیکھے ایک میں انہوں نے ہمیں الہ دین کا جن دیا تھا۔ وہ واپس منگوا رہے تھے۔ ہم نے کہا بھئی بہت ہی کچا جن تھا۔ دو چار ادارئیے دیئے تھے کہ پڑھ کر مطلب بتاؤ تو بولا۔ یہی کام کروانا تھا تو چراغ کیوں رگڑا تھا..... ہم نے کہا جاؤ پھر ساہیوال میں پھول کلب بنا آؤ تب کا گیا ہوا ہے نہ خود آیا نہ پروگرام کی خبر لایا۔ یہ سن کر عبدالجبار بولے آپ کی آواز بہت میٹھی ہے۔ ہم نے یہ سن کر انہیں ٹوکا رو کا کہ بھلے آدمی! جلیبی بھی میٹھی ہے کھانے کے بعد میٹھے کے طور پر کام نہیں آ سکتی۔ اس لئے مزید تعریف کرنے اور "چھوڑنے" سے باز رہیں۔

○..... ساہیوال ہی سے عابدہ مشتاق نے کہا کہ ٹیلی فونک کالم انعامی خطوط، اداریہ اور ایک دن کی ایڈیٹری پھول کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ اچھا بی بی رانی! ہماری کہانی کیا "نظر و ٹو" ہے جو اس کا نام نہیں لیا جائے۔ حالانکہ آج کل جو کوئی اس کا زیادہ نام لے ہم اسے بالکل نہیں شائع کرتے۔

اس طرح درست اور جائز جائز تعریف بھی چکر بازی ہی لگتی ہے۔ پر کیا کریں نہ لکھتے بنتی ہے نہ چھوڑتے بنتی ہے۔

○..... گوجرانوالہ سیٹلائٹ ٹاؤن سے طاہرہ عفت (دہم) نے کہا پھول ہم سب کو پسند ہے۔ ابو پڑھنے کا آغاز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اس میں بہت اچھی اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ ہم نے پوچھا کیا واقعی سارے پڑھتے ہیں۔ خوشی سے بولیں جی ہاں۔ ہم نے پھر پوچھا کیا واقعی اس میں ایسی باتیں ہوتی ہیں بولیں..... بالکل سو فیصد..... ہم نے کہا کمال ہے اتنے سارے لوگ اتنی اچھی باتیں اور ایک شمارہ..... بھلے لوگو! اس غریب کے فارغ ہو کر نسل در نسل اور باری در باری نیچے آنے کا انتظار کرنے کی بجائے ایک اور خرید لیا کریں۔ اب وہ ذرا چکرا گئیں جواب دینا چاہا مگر بات بنی نہیں۔ ہم رعائتی طور پر خاموش ہو گئے تو طاہرہ نے بتایا کہ 90ء سے پھول پڑھ رہی ہوں البتہ فون پہلی بار کیا۔ ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ کیا کروں۔ خط لکھتی تھی مگر پوسٹ نہیں کرتی تھی۔ ہم نے کہا اب ایسے بات نہ بنائیں یہ تو سیدھا سیدھا کنجوسی کا کیس ہے کہ خط کا ایک روپیہ بچانے کی خاطر پوسٹ ہی نہیں کیا۔ ویسے بائی داوے فون تو اپنے ہی گھر سے کر رہی ہیں نا..... طاہرہ سے بات بہت اچھے خوشگوار ماحول میں ہو رہی تھی اسی لئے وہ اپنی خوبیاں اور خوشیاں بیان کرنے لگیں۔ دو اچھی باتیں بھی بتائیں۔ ایک تو یہ تھی کہ کریکٹر از دی کراؤن آف لائف..... اور دوسری بات تھی کرنے کا کوئی مسئلہ نہیں البتہ مقصد چھوٹا اور گھٹیا ہو یہ جرم ہے۔ طاہرہ نے بتایا کہ انہیں تفہیم القرآن اور سید مودودی کی کتاب "پردہ" بہت پسند ہے۔ پردے میں ویسے بھی بہت عزت اور تحفظ ہے۔ نسیم حجازی کے سارے ناول پڑھ چکی ہوں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے ذہن میں بہت بہتری اور تبدیلی آتی ہے۔ ہم نے پوچھا پھول میں کیا تبدیلی آئی ہے اتنے سالوں میں..... بولیں آئیڈیئے نئے نئے ہوتے ہیں آپ پہلے آئیڈیئے ہمارے ذہنوں میں ڈالتے ہیں پھر انہی پر عمل کر ڈالتے ہیں۔ یعنی دو دو مزے..... کبھی کبھی تو لگتا ہے آپ والدین سے بھی زیادہ بچوں کے قریب ہو گئے ہیں جو بھی آرام سے آپ کی بات مان لیتے ہیں۔ اگلی کال بھی گوجرانوالہ سے تھی اور یہ سعدیہ کلثوم تھیں۔ بہت عمدگی اور شائستگی تھی ان کے انداز اور الفاظ میں جی خوش ہوا بات کر کے..... پوچھا سب سے اچھا انسانی رویہ کیا لگتا ہے۔ جواب ملا۔ دوسرے کا احترام اپنی مرضی سے زندگی سے کیا چیز چنی ہے ہم نے پوچھا۔ "دینی اقدار" سعدیہ کا پر عزم جواب ملا، کلچر کونسا پسند ہے؟ مغربی کلچر کی دو خوبیاں بہت عزیز ہیں۔ 1 وہ بہت محنتی ہیں۔ 2 وہ بہت وطن پرست ہیں اکثر لوگ ان دونوں خوبیوں سے دور

Treasure Of Pak Books

ہیں۔ ہم نے سعدیہ سے کہا یہ فون انعامی ہوا۔ مگر آپ طاہرہ کو اطلاع تقسیم انعام والے پروگرام سے ایک آدھ روز پہلے ہی دیجئے گا۔ گفتگو میں تازگی ہو۔ اپنی رائے اور فیم ہو تو کتنا اچھا لگتا ہے۔ سعدیہ آپ کے لئے بہت سی دعائیں۔

○ ..... عثمان والا قصور سے سمیعہ عباس (نہم) نے بتایا کہ پھول بے حد پسند ہے۔ اداریہ بہت شوق سے پڑھتی ہوں..... باقی رسالے بھی پڑھتی ہوں مگر پھول پھول ہے۔ ہم نے پوچھا کون کون سے رسالے پڑھتی ہیں۔ بولیں..... ہماری اپنی کتابوں کی دکان ہے۔ سبھی رسائل آتے ہیں۔

○ ..... سمن آباد سے وجیہہ منیر نے کہا۔ ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے سرورق پسند نہیں آیا..... لاوارث اور بیڈ ٹائم مزے کی تھی۔ اتنے اچھے ہینڈ رائٹنگ نقطے لکھنے پہ فرید مجاہد کو مبارک ..... کامک کا آئیڈیا بہت عمدہ ہے جاری رکھیں۔

○ ..... سیالکوٹ سے عناد سلیم (نہم) نے کہا مجھے بہت غصہ ہے۔ اچھی بات ہے اور کریں۔ ہم نے مشورہ دیا۔ صحت کے لئے اچھا ہوتا ہے۔ بھیا پلیز میرے لئے دعا کریں میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ دعا تو کریں گے پہلے مقصد بیاں کریں مقصد۔ عناد گھبرا گئیں۔ وہ تو ابھی طے ہی نہیں کیا۔

○ ..... لاہور سے نادیہ نے مشورہ دیا تصاویر صاف دیا کریں۔ کینٹ سے کرن افضل نے بہت سی شکایتیں کیں کہ مجھے بلاتے نہیں۔ کھانا گھر سے کھا کر آئیں اور پانی گھر جا کر پینے کا وعدہ کریں تو پھر بلالیں گے کرن رانی!

○ ..... رابعہ اقبال (ہشتم) نے پوچھا پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں بولیں جواب درست ہے۔ پہچان بھی کیسے سکتے تھے۔ شاہدرہ سے فوزیہ رحمان (دہم) کا نام ہم نے بہت خوبصورت کر کے کاغذ پر لکھا۔ وہ باتیں کرتی رہیں ہم بے دھیانی میں نام لکھتے رہے۔

اللہ جانے وہ کیا کیا کہہ گئیں۔ گڑھی شاہو لاہور سے ظفر اقبال نے پہلی بار پھول پڑھا اور پسند کر بیٹھے۔ وجیہہ اشرف (دہم) نے کہا بچوں کی تعداد بڑھا دیں۔ پھر بولیں آپ کا اور آپ کے کانوں کا بڑا حوصلہ ہے۔ اتنی باتیں جو سنتے ہیں ہم نے اپنے کانوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے انہیں دیکھنا چاہا مگر ناکام رہے۔ خیر وہ خود سمجھدار ہیں شکریہ لے چکے ہونگے۔ مجتبیٰ قادر (نہم) علامہ اقبال ٹاؤن سے چھٹیوں کی آمد پر خوش تھے۔ حافظہ طاہرہ فاطمہ کہہ رہی تھیں۔ یہ حقیقت خواب نہیں۔ ماہنامہ پھول کا جواب نہیں مغل پورہ سے رابعہ رمضان (دہم) صبیحہ رمضان بورڈ کے کوئز کی تیاری کر رہی تھی۔ انہیں وہ بھی بہت پسند آئی تھی۔ محمود بوٹی لاہور سے ام کلثوم خادمہ نے ٹائٹل اور کرنوں کی تعریف کی۔ بتا رہی تھیں کئی دنوں سے پیسے جمع کر کے فون کیا ہے۔

○ ..... بالاکوٹ صوبہ سرحد سے راشد علی راشد نے بیڈ ٹائم کی تعریف کی۔ کرنیں بھی وہ شوق سے پڑھتے ہیں۔ راشد میاں خوش رہیئے ..... اتنی دور سے آپ ہمیں یاد کرتے ہیں۔

○ ..... بہاولپور سے عامر چیمہ (نہم) نے شعر سنایا۔ کسی نے پوچھا ماہر اردو ہے کیا حال ہے..... "کہنے لگے آئی ایم ایف فائن تھینک یو"

چیمہ آپ ہر بار شعر سناتے ہیں۔ مگر آپ کی بہن کا ذوق آپ سے بہت اچھا ہے۔ انہی سے کچھ مشورہ کر لیا کریں چندا!

○ ..... شازیہ عبدالحق نے شاہدرہ سے بتایا کہ ہمارے گھر بہت گرمی ہے۔ ہم نے مشورہ محفوظ رکھا کہ گھر بدل لیں۔ سرپرائز وزٹ کی دعوت دے رہی تھیں۔ سرپرائز وزٹ کی دعوت تو دو پیاری سی لڑکیوں حاجرہ اور فوقیہ الیاس نے بھی دی۔ غالباً ان کے فون مرحوم سے یہ آخری کال تھی۔ خدا مغفرت کرے اچھا فون تھا۔

ابھی تو انہوں نے کھانے کا مینو بھی بتانا تھا اور ہمارے ساتھ ہماری اصل ایڈیٹری بیگم کو بھی بلانے کا ارادہ کئے بیٹھی تھیں۔

عائشہ ضیا (پنجم) نے کہا میں وہی ہوں جس سے لفافے میں آلو اٹھوائے تھے اچھا اچھا تو کیا آلو واپس کرنے آئی ہیں۔ ہم نے پوچھا..... عثمان ضیا (ہشتم) سے بھی بات ہوئی۔ انہیں تصویری کہانیاں پسند آئیں۔ علامہ اقبال ٹاؤن سے قراۃ العین (دہم) نے پہلی بار فون کیا۔ 91ء سے پھول بڑھ رہی ہیں۔ تلاش اور ٹیلی فونک کالم پسند نہیں ہیں۔ چاہ میراں سے مظہر حسین ناز نے ڈاکٹر صاحب کی نور نار نار کی بہت تعریف کی۔ وہ کہانی ہمیں بھی بے حد عزیز ہے۔ تازہ قسط نے تو پریشان ہی کر دیا ہے۔ لوگوں کے دل ظرف اور زبانیں کس قدر اذیت دیتی ہیں۔ چاہ میراں سے عائشہ تنویر نے قیافی کی سیر کو سراہا۔ گلشن راوی سے زنیرہ فضل (دہم) نے کرنیں واہ کیا بات ہے کی تعریف کی۔ لطائف کم کرنے کی فرمائش کی اور وہی کے بارے میں کہا کہ کوئی کمی سی تھی۔ کمی کیا تھی یہ فیصلہ نہیں کر پائی۔ زنیرہ سے کہا جب انسان بدلہ لیتا ہے تو اپنے دشمن کے برابر ہو جاتا ہے اور معاف کر دے تو اس سے بہتر ہو جاتا ہے۔

○ ..... میرپور آزاد کشمیر سے سعدیہ احمد نے پوچھا ایڈیٹری مشکل کام ہے نا! ہم نے کہا مکھن سے بچنا اس سے بھی مشکل ہے۔ بار بار سلپ ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ کہہ رہی تھیں شمارہ ایسا زبردست تھا کہ خاص نمبر ہی لگتا تھا۔

○ ..... رانا محبوب حسن تحصیل جتوئی ضلع مظفر گڑھ سے بول رہے تھے کہ بات کر کے بہت اچھا لگ رہا ہے۔ نور نار نار کو طویل کرنے کا مشورہ بہت زوردار طریقے سے دیا۔ ہم نے مان لیا ہے۔ ڈاکٹر صعب گزارش کریں گے" کہ اس کو لمبا کھینچیں۔ فون بند کرتے ہوئے حسرت سے بولے انعام دے دیتے تو آپ کا کیا جانا تھا..... ہم نے کہا آپ شعر کا مطلب بتا دیتے تو انعام مل جاتا۔ انہوں نے شعر سنایا تھا مگر مطلب نہ بتا سکے۔

○ ..... والٹن روڈ سے گل میر بخت دہم نے بیڈ ٹائم کو ناپسند کیا۔ باقی شمارہ پسند کیا۔ رابعہ اظہر لاہور ہوٹل سے کچھ بھی پسند نہیں آیا۔ قلعہ سوبھا سنگھ کی ثروت صابر کو بھی کچھ بھی پسند نہیں آیا۔ مصری شاہ کے فیصل منیر کو اداسی سے بھرپور کی کہانی بہت پسند آئی کہ معصوم سی تھی۔ انہیں عادل حسین پر افسوس تھا کہ جانوروں پر کیوں کہانی لکھی۔ کوٹ رادھا کشن قصور سے ملک پرویز اقبال کو دل کی گھڑی اور لاوارث پسند آئی۔ کاشف شہزاد خانیوال چک 13 کو سارا شمارہ زبردست لگا۔ کاشف میاں فون لگانا مبارک؟ خرم شکیب نے منصورہ سے اور صائمہ اقبال نے والٹن سے فون کیا۔ دونوں خوش تھے۔ صبیح چودھری نے پاک بلاک سے نور نار نار کو پسند کیا۔ کہہ رہی تھیں پھول پہلے سے اور بہتر ہوا ہے۔ رابعہ چودھری کو ٹیلی فونک کالم اچھا لگتا ہے۔ شعر سنایا۔

یا الٰہی دے کڑاہی حلوے سے بھرپور ہو
ہاتھوں سے نہ کھانا پڑے چمچ ساتھ ضرور ہو

عظیم جاوید (دہم) کے چچا اخبار مارکیٹ میں ہوتے ہیں وہ سب سے پہلے پھول ملنے پر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ سعدیہ انور، جلال الدین کو رپورٹ اور کٹلس پسند آئے۔ ماہ برہان کھڑیانوالہ فیصل آباد پھول شوپہ خوش تھیں۔ ان کی کزن شاہینہ بھی پھول پڑھتی ہیں۔

○ ..... اسلام آباد سے طاہرہ مریم کا بڑے دنوں بعد فون آیا۔ صور تحال پہ جملے والے کارٹون دوبارہ شروع کرنے کی فرمائش کر رہی تھیں۔ ہم نے کہا اب تو اتنے سارے نئے نئے کارٹون دے رہے ہیں۔ ان سے فرصت ملتے ہی صور تحال والے شروع کریں گے۔ ان کی گوجر خاں سے آئی ہوئی کزن شازیہ نے بھی بات کی۔ وہ بہت خوش تھیں پھول پڑھتے ہوئے اور بات کرتے ہوئے بتانے لگیں کہ پچھلے دو سالوں میں "عمر بھر کی کمائی" والی کہانی سب سے عمدہ اور یادگار لگی۔ اپنے کزن سعید احمد کا نام لکھوانا چاہ رہی تھیں۔ پوچھا خود کہاں ہیں جواب ملا کمرے میں چھپے ہوئے ہیں۔

○ ..... لاہور اچھرہ سے عظمیٰ شیراز دہم نے کہا فرمائش کیا کریں۔ ساری تو اپنے آپ آپ پوری کر دیتے ہیں۔ ان کے بھائی عامر اور بہنیں ثمرین اور عاصمہ بھی پھول پڑھتی ہیں۔ شاہدرہ سے شازیہ عبدالحق نے بھی خوب باتیں کیں۔

○ ..... محمد طارق اعظم چک 22 گ ب (جڑانوالہ) کو اداریئے کا ایک ایک لفظ متاثر کرتا ہے۔ جب وہ یہ کہہ رہے تھے تو ہم یہ سمجھے کہ وہ آخر میں کہیں گے کہ ایک ایک ہی دوسروں سے پوچھنا پڑتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مگر شکر ہے انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ کہنے لگے ہم نے بھی آپ کی دیکھا دیکھی داڑھی رکھ لی ہے۔ ہم نے کہا بھلے آدمی! یہ تو دل سے کرنے والا کام ہے۔ دیکھا دیکھی کرنے سے تو مزہ نہیں آتا۔

○ ..... میانوالی سے بلال نے بتایا کہ پھول فنکشن ہو گیا ہے۔ فوراً بعد فیصل آباد سے یاور کا فون آیا کہ پھول کے پہلے سائنس کلب کا پروگرام بھی ہو گیا ہے۔ دونوں کو شاباش..... میانوالی سے ہی فرح ناز نے بتایا کہ انہوں نے خط لکھا ہے۔ پھول سے وہ اور ان کے گھر والے دونوں بہت خوش تھے۔

آواز

علی منصور پاشا ..... گوجرانوالہ

احمد کی دلخراش چیخ رات کے سکوت کو توڑتی ہوئی کونے کونے ہلا گئی۔ گھبراہٹ اور پھولی سانس کے ساتھ وہ اپنے اردگرد کسی چیز کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران والدہ اور احمر بھائی بھی آنکھیں موندتے اس کے بستر کی طرف آئے "کیا ہوا بیٹا؟" احمد کی والدہ کی آواز ابھری۔

احمد جواب تک اپنی سانس پر قابو نہ پا سکا تھا بمشکل "پانی" کہہ سکا۔ احمر بھائی جلدی سے پانی کا گلاس لے کر آئے۔ پانی پینے کے بعد سانس کچھ بحال ہوئی اور لب بولنے کے قابل ہوئے۔ احمد نے اردگرد نظر دوڑاتے ہوئے کہا..... "وہ خون"۔

"کیسا خون؟" احمر بھائی بولے جبکہ والدہ پریشان ہو کر احمد کو ٹٹولنے لگیں کہ کہیں زخمی تو نہیں مگر اسے ٹھیک ٹھاک دیکھ کر بولیں احمد بیٹے کہیں کوئی بھیانک خواب تو نہیں دیکھ لیا تو نے؟ احمد نے بدستور الجھے ہوئے لہجے میں کہا "میرے نزدیک زمین سے خون کی پھوار نکل رہی تھی اور اس میں سے کوئی آواز بھی آ رہی تھی"۔

اس پر احمر بھائی ہنس کر بولے "کیا آواز آ رہی تھی جناب کو؟"

احمد نے مایوسی سے جواب دیا "بس وہ آواز ہی نہیں سن سکا"۔ اس پر اماں کو کچھ اطمینان ہوا اور وہ اسے تھپا کر سلانے لگیں۔

اس مختصر گھرانے کی تاریخ بھی مختصر سی تھی۔ احمد کا باپ کشمیر میں چلتی ہوئی ظلم کی چکی میں چند برس قبل پس گیا تھا۔ اس پر دونوں بھائیوں نے پڑھائی کو خیرباد کہہ کر بیماں کے علاج اور گھر چلانے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ دونوں چھوٹا موٹا کام کر کے جو کماتے وہ اس سہ رکنی خاندان کیلئے کافی ہوتا وہ کام کرنے اور جہاد کرنے والوں کو برا بھلا کہتے کہ ان کی وجہ سے سکون نہیں ہوتا اور بھارتی فوج ظلم کرنے پر آمادہ رہتی ہے۔

اس رات کے واقعے کو ابھی ایک ہفتہ ہی گذرا ہو گا کہ احمر نے احمد کو نزدیکی چشمے کے قریب بیٹھے دیکھا۔ پانی کا گھڑا پاس پڑا تھا اور احمد مسلسل پانی کے قریب سر لے جا کر نجانے کیا کرنے میں مصروف تھا۔ احمر کو تشویش ہوئی اور قریب جا کر احمد کے کاندھے پر ہاتھ مارا ایک لمحے کو تو احمد کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں مگر بڑے بھائی کو دیکھ کر اس نے ایک طویل آہ بھر کر کہا "شاید اس بار بھی آواز سننا قسمت میں نہ تھا"۔

اس پر احمر بھائی حیرت سے بولے "یہ کونسی آواز ہے جو تمہیں سنائی دیتے دیتے غائب ہو جاتی ہے"۔ احمر نے جواب میں کہا۔ میں پانی بھرنے کیلئے آگے بڑھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چشمے کا کچھ حصہ سرخ ہو گیا ہے اور اس میں دھیمے دھیمے کوئی کربناک آواز آ رہی ہے۔ کاش..... آپ کچھ دیر اور نہ آتے تو میں وہ آواز سن لیتا"۔ اس جواب پر احمر بھائی ہنس کر بولے "لگتا ہے تم جاگتے میں بھی خواب دیکھنے لگے ہو"۔

احمد نے کوئی جواب نہ دیا اور دونوں چلتے چلتے گھر پہنچ گئے۔ اس دن تمام وقت احمد پریشان اور کھویا کھویا سا رہا اور شام پڑتے ہی معمول سے کچھ قبل ہی سو گیا۔

صبح احمد کی اماں نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو احمر جاگ چکا تھا مگر احمد ابھی تک نماز کیلئے نہ اٹھا تھا پھر وہ قرآن مجید پڑھ چکیں تو بھی احمد نظر نہ آیا۔ احمد کے بستر کے پاس پہنچیں چادر اٹھائی اماں کی ایک دبی دبی چیخ نکلی۔ احمر فوراً اماں کے پاس پہنچا بستر کے اوپر رکھے تکیوں پر ایک کاغذ پڑا تھا احمر نے کاغذ اٹھایا اور اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔

"پیاری اماں اور محترم بھائی جان!

مجھے نہ پا کر آپ پریشان تو ہوئے ہونگے۔ مگر آپ کی پریشانی اور میری کچھ دنوں کی الجھن کی وجہ پا کر آپ شاید میری غیر موجودگی کی وجہ جان سکیں۔

اس رات میں نے جس خون کو کچھ کہتے سنا اور اسی خون کو جب میں نے پانی کے چشمے میں مضطرب دیکھا تو اگلی رات میں یہ دعا کر کے سویا کہ الٰہی مجھے اس بھٹکتی آواز کا سامع بنا دے۔ تو آنکھ لگنے کے کچھ دیر بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بستر کے قریب اسی جگہ سے خون کی ایک لکیر رینگتی ہوئی گھر سے باہر نکل گئی ہے۔ میں اس کا پیچھا کرتا گیا بالآخر وہ اس جگہ جا کر رکی جہاں مجھے چشمے کا پانی سرخ نظر آیا تھا۔ وہاں پہنچ کر خون ابھر کر ایک انسانی شکل اختیار کر گیا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر پہلے تو میں نہ پہچان سکا پھر یکایک میرے ذہن میں شناسائی کی ایک لہر ابھری وہ کوئی اور نہیں یقیناً ارض کشمیر کی حسین و جمیل انسانی شکل تھی۔ میں نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ اس کی آنکھوں سے خون ہی کے آنسو رواں ہیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد وہ بولی۔

"نادان احمد! کتنا بے خبر ہے تو مجھ پر کانٹے پروئے جا رہے ہیں اور میرے اندر میرے ہی باسیوں کا خون بھرا جا رہا ہے اور تو اب تک اس سرخی میں چھپی اور التجا کرتی ہوئی میری آواز کو نہیں سن سکا جو تجھے میری اس حالت زار سے چھٹکارا دلوانے کیلئے بلا رہی ہے"۔

آخر کار میں نے اس آواز کو پا لیا ہے اور میں رات ہی کو اپنے فرض کی ادائیگی کیلئے روانہ ہو رہا ہوں۔

پہلی کوشش

سمیرا یونس: کوٹ رادھا کشن

ہوا یوں کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ہمارے ہاں آنٹی آئیں۔ ارے بھئی لندن، امریکہ یا جاپان سے نہیں بلکہ لاہور سے آئیں تھیں۔ لیکن آئیں کافی عرصہ کے بعد تھیں۔ اسی وجہ سے امی جان انکی خاطر تواضع میں لگی ہوئیں تھیں تو ہم نے سوچا کیوں نہ ہم امی کی مدد کریں یہی سوچ کر ہم کیچن میں چلے گئے۔ جہاں امی چاول صاف کرنے میں لگی ہوئیں تھیں ہم نے فوراً کہا کہ لائیں امی جان میں چاول صاف کر دیتی ہوں امی نے چاول فوراً ہمارے ہاتھوں میں تھما دیئے اور کہا کہ اچھی طرح صاف کرنا میں ذرا چولہے پر ہانڈی چڑھا دوں۔

چاول تو ہم نے صاف کر دیئے کیونکہ یہ اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ چاول صاف کرنے کے بعد ہم نے سوچا کہ اب کیا کریں اور پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگے اور اسی لمحے ہماری نظر دوبارہ چاولوں پر پڑی اور دوسرے ہی لمحے ہمارے شاندار ترکیبوں کے پٹارے یعنی دماغ میں شاندار ترکیب آئی کہ کیوں نہ چاول پکائے جائیں لیکن مسئلہ تھا امی جان کو منانے کا جو کہ بہت مشکل کام ہے۔ ویسے ہماری امی جان اتنی سخت نہیں ہیں چنانچہ ہم اپنی امی کے پاس گئے جو ہانڈی میں نمک مرچ مصالحہ ڈال رہیں تھیں ہم نے اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے

A Treasure Of Pakistani Books

گزارش کیا۔ امی جان نے مڑ کر دیکھا اور بولیں کیا بات ہے ماتو بیٹا (دراصل ہمیں گھر میں پیار سے مانو کہتے ہیں) ہم فوراً بولیں امی جان ہم نے آپ کا ایک کام کیا ہے آپ ہماری ایک بات مانیں۔ امی جان مسکرائیں اور بولیں مطالعہ مانگنے آئی ہو۔

ہم فوراً بولے ارے نہیں امی جان ہم ایک اور کام کرنا چاہتے ہیں اور اس میں فائدہ آپ کا ہو گا۔ امی جان نے سوکھا دھنیا ہماری طرف بڑھایا اور ہم اس طرح پیچھے ہٹے جیسے پلیٹ میں کرنٹ ہو اور ساتھ ہی بولے ارے نہیں امی جان ہم تو دراصل چاول پکانے کا سوچ رہے تھے۔

امی جان نے ہمیں گھورا اور بولیں شکل دیکھی ہے اپنی چاول پکانے والی جاؤ جا کر سکول کا پڑھو بورڈ کا امتحان ہے۔ ہم رونی صورت بنا کر بولے امی جان چاول پکانا تو ایک گھنٹے کا کام ہے اور ویسے بھی آنٹی آئیں ہوئیں ہیں اور پڑھنے کو دل نہیں چاہ رہا۔

امی کو ہماری معصوم صورت پر رحم آیا اور بولیں دیکھو ٹھیک پکانے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت محسوس ہو تو پوچھ لینا اور ہم نے فرمانبردار بچوں کی طرح سر ہلا دیا۔ لیکن دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ چاول خود ہی پکاؤں گی کسی سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔

امی بولیں تین گلاس چاولوں کے ہوں اور پانی کے گلاس ساڑھے سات ڈالتے ہیں کیا؟ ہم فوراً بولے جی ہم نے تو اتنے ہی ڈالے تھے اب پتہ نہیں وہ کیوں تیر رہے ہیں۔

امی بولیں ارے بے وقوف اگر اچھی قسم کے چاول ہوں تو تین گلاس چاول میں چھ گلاس پانی کے ڈالتے ہیں اور اس قسم کے تین گلاس چاولوں میں چار گلاس پانی کے ڈالتے ہیں (چونکہ بھائی بازار سے دوسری قسم کے چاول لائے تھے اسی لئے ہمیں چار گلاس پانی کے ڈالنے چاہئے تھے لیکن میں نے تو اکٹھے ہی ساڑھے تین گلاس پانی کے زیادہ ڈال دیئے)

امی نے یہ کہتے ہوئے جوتا اتارا اور ہم نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں لیکن دو سیکنڈ تین سیکنڈ یہاں تک کہ چھ سیکنڈ گزر گئے لیکن کوئی جوتا ہمیں نہیں لگا تو ہم نے آنکھیں کھول دیں لیکن یہ کیا امی تو ہمیں مسکرا کر دیکھ رہی تھیں اور جوتا امی کے پاؤں میں تھا۔ ہم نے حیران ہو کر پوچھا امی جان کیا ہمیں مارنا نہیں ہے۔ امی بولیں کس وجہ سے غلطی تو ہر انسان سے ہو جاتی ہے اور ویسے بھی یہ تمہاری پہلی کوشش تھی اور یہ ضروری نہیں کہ انسان پہلی کوشش میں ہی کامیاب ہو جائے۔

بچو! دراصل ہم نے آنکھیں یہ سوچ کر بند کیں تھیں کہ دوسرے بچوں کی امیوں کی طرح ہماری امی بھی ہماری پٹائی کریں گیں لیکن انہوں نے ہماری حوصلہ افزائی کی کہ کوئی بات نہیں آج نہیں تو پھر کبھی تو پک جائیں گے نا چاول لیکن آج کے بعد ہم نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ امی سے پوچھے بغیر کوئی غلط کام نہیں کیا کرونگی۔

پھر کیا تھا ہم نے چاولوں کی ترکیب کو ذہن میں دہرایا اور دیگچی میں پیاز کاٹا اور گھی ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔ پیاز کے سرخ ہونے پر رنگ نکالا اور پانی ڈال کر ابلنے کے لئے رکھ دیا۔ پانی ابلنے پر چاول ڈالے اور ہلا کر ڈھکن اوپر رکھ دیا ایک منٹ کے بعد ڈھکن اتارا تو چاول پانی میں تیر رہے تھے۔ ہم گھبرا گئے کہ چاولوں کو کیا ہوا ہے جو پانی میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے گھبراتے گھبراتے امی کو آواز دی اور امی حیرت سے بولیں کہ کیا اتنی جلدی چاول پک گئے۔ ہم نے گردن کو نفی میں ہلایا اور بولے کہ وہ تو پانی میں تیر رہے ہیں امی کیا مطلب کہتی ہوئیں آگے بڑھی اور ڈھکن اتار کر دیکھا اور غصے سے بولیں کہ پانی کے کتنے گلاس ڈالے ہیں ہم نے کہا کہ ساڑھے سات اور امی دوبارہ بولیں اور پتہ ہے کہ چاولوں کے کتنے گلاس تھے ہم نے کہا جی وہ تو تین تھے۔

آنسو نکل پڑے تو

حمیرہ فاروق۔ سیالکوٹ

میں دو سال بعد گاؤں گئی تھی اس لئے اپنی ہم نام حمیرا کو پہچاننا مشکل تھا لیکن تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اس کی چھوٹی بہن ثمرہ مل گئی وہ بہت بری حالت میں تھی۔ مسلسل یہی جملہ دہرا رہی تھی کہ ابو نے وعدہ توڑ دیا' ابو نے وعدہ توڑ دیا۔ میرا دل چاہا کہ میں اس سے لپٹ کر خوب روؤں آنسو تو میری آنکھوں میں آ گئے لیکن میں انہیں پی گئی۔ میں نے اس سے حمیرا کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ باہر بیٹھی ہے۔ میں وہیں سے باہر مڑی باہر آ کر جب اسے میں نے دیکھا تو اس نے شاید مجھے پہچانا نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں پہلی نظر میں اسے پہچان گئی تھی۔ جب میں اس کے قریب گئی وہ زمین پر بیٹھی تھی میں اس پر جھکی تو وہ میری طرف تھوڑی دیر دیکھتی رہی پھر بولی حمیرا ہو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں وہیں رو پڑی امی نے مجھے اس کے پاس بٹھا دیا۔ دراصل اس وقت اس کی جو حالت تھی مجھے اس پر اتنا افسوس تھا۔ وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہو گئی اور اس وقت بالکل ایسے تھی جیسے کسی کی آدھی جان نکال لی ہو۔ میں بے اختیار رو پڑی حالانکہ مجھے رونا نہیں چاہئے تھا میں اس سے کیا کہتی کہ بڑا افسوس ہوا ہے تمہارے ابو کی وفات کا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں میں نے منہ چھپانے کی غرض سے نیچے کر لیا کہ کہیں حمیرا اسلام نہ رو پڑے لیکن وہ سمجھ گئی کہ میں رو رہی ہوں اس نے مجھے گلے سے لگا لیا اور جانتے ہیں میرے کان میں کیا کہا؟

اس نے کہا حمیرا آج تمہاری بچپن کی سہیلی یتیم ہو گئی ہے۔ میں جو آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی بے اختیار نفی میں سر ہلانے لگی اور ساتھ ہی بے آواز رونے لگی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ حمیرا تمہیں کس نے خبر دی؟ میں نے کہا پھپھو جان نے۔ کہنے لگی حمیرا بڑی دیر سے آئی ہو بڑی دیر کر دی۔ وہ شاید اس لئے کہہ رہی تھی کہ میں نے اس کے ابو جان (خدا جنت نصیب کرے) کا چہرہ نہیں دیکھا۔ لیکن ہم جب آ رہے تھے تب ہی میں نے راستے میں دیکھ لیا تھا وہ نماز جنازہ کے لئے لے کر جا رہے تھے۔ میں نے اسے صبر کرنے کو کہا اور پھر اس سے پوچھا پڑھتی ہو؟ کہنے لگی دسویں کے پیپر دیئے ہیں لیکن اب نہیں پڑھنا۔ میں پھر رونا شروع ہو گئی۔ دراصل اس نے قرآن حفظ کرنے کے لئے اپنے چار سال لگائے تھے اور دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ مجھے اس کے قرآن حفظ کرنے پر بڑی خوشی تھی اور پھر اپنی تعلیم جاری رکھنے پر بھی۔ لیکن اس کا یہ فیصلہ میرا دل توڑ گیا مجھے ایسے لگا جیسے یہ گھر اس کے نہ پڑھنے سے بالکل برباد ہو جائے گا۔ میں نے اس سے التجا کی کہ خدا کے لئے پڑھنا نہ چھوڑنا۔ پھر میں نے اس کو حدیث شریف کی مثال بھی دی۔ اس سے بڑھ کر میں اور کیا کہتی صرف یہی کہا کہ تم نے اگر اپنی بہن اور بھائی کو پڑھانا ہے تو پہلے خود پڑھو پھر انہیں پڑھاؤ۔

میں نے اس سے یہاں تک بھی کہا کہ انسان آج کے دور میں تعلیم کے بغیر کچھ نہیں۔ اس نے صرف یہی کہا کہ ابھی میں وعدہ نہیں کرتی لیکن کوشش کروں گی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس کی ایک پھپھو اس کے پاس رہتی ہیں۔ ان سے میں مل نہ سکی ورنہ خدا گواہ ہے کہ میں ان سے بھی یہ رو رو کر التجا کرتی کہ حمیرا اسلام کو آگے پڑھائیں۔ پھر میں نے اسے حوصلہ دیا اور اسی دوران امی جان آ گئیں۔ حمیرا اسلام کو کندھے پر ہاتھ رکھ کر صبر کی تلقین کی اور چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال رکھنے کو کہا۔ میرا دل نہیں کر رہا تھا وہاں سے اٹھنے کو لیکن رات کافی ہو چکی تھی۔ پھر میں اس سے سلام کے بعد گلے ملی اور آنے لگی تو حمیرا اسلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ پوچھا حمیرا اب دوبارہ آؤ گی ناں میں نے ہاں کہہ دیا اور واپس آ گئی۔ ایڈیٹر بھیا گھر آ کر مجھے یہ شعر بہت یاد آیا بلکہ بار بار ذہن میں آ رہا تھا۔

آنسو نکل پڑے تو میری لاج رہ گئی
ورنہ اظہار غم کا سلیقہ نہ تھا مجھے

A Treasure of Pakistan Book

صفحہ بتائیں انعام پائیں

ترتیب: نیاز عاصف

آپ تمام ساتھیوں کے حل بروقت موصول ہوئے اور قرعہ اندازی میں بھی شامل ہوئے۔

وجاہت حسین کبیر والہ، نثار احمد عباسی اسلام آباد، اقراء مخدوم پور، سلیم احمد گل شرقپور، محمد فیصل بھٹی فیصل آباد، تسلیم کوثر کراچی، شہزاد حسین صادق آباد، منزہ اظہر صادق آباد، عاصم نسیم لاہور، غلام مرتضیٰ ننکانہ، فریحہ رشید لاہور، محمد شعیب ڈار لاہور، ناز بخش بلوچ کلاں، فصیحہ عروج سانگھڑ، ضیاء احمد ساہیوال، محمد عمر انجم لاہور، قیصر عباس ملتان، بشریٰ ظہیر مردان، بلال احمد لاہور، آصف رفیق دیپالپور، شکیل احمد کوٹلی، نازیہ رشید رائے ونڈ، محمد صدیق ناز منگلا ڈیم، تنزیل منہاج ظفر خانیوال، محمد ماجد حافظ آباد، محمد رفیق حاصلپور آدم علی ملک گھوٹکی، محمد یامین افغانی بہاولنگر، وجیہہ ضیاء لاہور، عبدالناصر جوئیہ ہارون آباد، رئیس احمد کوٹ ادو، محمد طاہر ضیاء سمندری، صلاح الدین ایوبی چشتیاں، فریحہ صفدر فیصل آباد، ریاض احمد پنڈی گھیب، وحید الرحمٰن جلالیہ، نبیلہ شمشاد نوشہرہ، طاہر جمیل انور تلہ گنگ، سلیمان سند ھیلیانوالی، وقاص حرم شکر گڑھ، نعیم اختر ننڈو غلام علی، محمد عابد قلبی کراچی، نعمان منیر کندیاں، عابدہ منیر کندیاں، محمد عمران نواز فروکہ، ساجد علی ساجد سند ھیلیانوالی، مختار حسن کمالیہ، صائمہ صابا ننڈو جان محمد، عمران ملک بہاولنگر، منور حسین سید ھیلیانوالی، حمیرا عامر فورٹ عباس، محمد دلاور خان بہاولنگر، نسرین دلبر کوٹ مومن، ثاقب ممتاز ساہیوال، محمد عمران اقبال فورٹ عباس، عرفان نواز فروکہ، نائلہ انجم گجرات، محمد اکبر فاروقہ، عبدالرؤف ظفر فاروقہ، عدیل مسعود لاہور، راحیلہ عنایت لالہ موسیٰ، خالد محمود شیخوپورہ، آصف بشیر شاہین منڈی بہاؤالدین، شازیہ نورین ننکانہ، فائزہ رائے لاہور، فاخرہ پروین سرائے عالمگیر، نمرہ، شازیہ ابراہیم لاہور، فاروق سانگھڑ، بلال سانگھڑ، نسیم فاطمہ ڈیرہ غازی خان، نوین شبیر لاہور، محمد ریحان عثمانی سیالکوٹ، شیخ عتیق الرحمان لاہور، امانت علی کھاریاں، سیدہ رباب جعفری اسلام آباد، معصومہ میر لاہور، احمد سعید گوجرہ، عامر بشارت اوکاڑہ، عمر فاروق ساجد فروکہ، شازیہ نواز فروکہ، شگفتہ نواز فروکہ، نگہت ہمایوں بہاولنگر، مظہر عظیم شیخ بہاولنگر، تسنیم بی بی ننکانہ، شازیہ عندلیب حافظ آباد، محمد جاوید کمالیہ، عمیر عالم شاہ چیچہ وطنی، محمد سعید لاہور، احسن علی جواد سیالکوٹ، ہاشم علی سرگودھا، عدنان علی ہاشمی فروکہ، محمد اقبال، شیر ریحان سرگودھا، محمد علی اسد اللہ ہارون آباد، عمر رؤف رشید حاصلپور، سمیرا ناز فیصل آباد، محمد اطہر طاہر ہارون آباد، محمد شاہد تبسم ہارون آباد، محمد جمیل طاہر ہارون آباد، علی فرحان روگی، شبانہ شہاب رائے ونڈ، صبیحہ عابد سیالکوٹ، باسط علی نسیم کوٹلی آزاد کشمیر، عائشہ رحیم راجن پور، محمد سلیم راولپنڈی، سعدیہ حنیف ڈار کوٹلی آزاد کشمیر، عثمان عظیم بٹ گوجرانوالہ، رشیدہ رمضان عارف والہ، غلام عباس ملتان کینٹ، محمد عمیر جاوید کندیاں، آمنہ جاوید کندیاں، صائمہ کنول لاہور، عمران اسلام گوجرانوالہ، محمد شہزاد تبسم شورکوٹ، ریحانہ کوثر لاہور، محمد فیصل علی چیچہ وطنی، سونیا صدیق لاہور، خالد حسین خانیوال، سیدہ شازیہ جبین کاظمی دیوالی، سید محمد رضا شاہ لاہور، میر افضل خان بنوں، مدثر گیلانی دیپالپور، توحید اسلم گوجرانوالہ، آسیہ جبین بہاولپور، بلال احمد رندھاوا ڈسکہ، وقاص سرفراز اقبال ٹاؤن لاہور، شہریم راجہ جھڈو سندھ، احسان علی کامونکی، عثمان جاوید سیالکوٹ، رابیعہ عبدالرحمان سیالکوٹ، محمد عدنان نارووال، غزالہ اسحاق عثمانوالہ، مقصود احمد بھٹی اسلام آباد، محمد مسلم جاوید اسلام آباد، حبیب جمیل رائے ونڈ، محمد مختار صدیقی دیپالپور، محمد ندیم لاہور، سحرش سرفراز شاہدرہ لاہور، نور محمد ساقی دھنوں، شفاقت ندیم میلسی، آصف اعجاز چودھری، صائقہ اعوان میانوالی، قیصرہ امین برنالہ آزاد کشمیر، محمد صدیق فورٹ عباس، محمد آصف مغل ملتان، عطاء الرحمٰن اسعد رحیم یار خان، سمیعہ افتخار لاہور، سیدہ آمنہ منیر حویلیاں، سیدہ حنا منیر حویلیاں، خالد محمود سرائے مغل، شیر افگن علی شیخوپورہ، تنویر احمد خان طارق آباد، حافظ حبیب اللہ فیصل آباد، زیب ثناء جوہر آباد، عطاء الرحمٰن صفدر گوجرانوالہ، نسیم ایوب فیصل آباد، عائشہ یونس بٹ حافظ آباد، افشاں مختار بہاولپور، خیر محمد کراچی، رضیہ رخسانہ نامعلوم، صائمہ کرامت علی لاہور، طیبہ جاوید گجرات، عبدالجبار صبا ساہیوال، عنبرین تجمل لاہور، صائمہ سرور گوجرہ، عبیدہ مجید مظفر گڑھ، سیدہ سروت علی شیخوپورہ، محمد نعیم ظفر فیصل آباد، زبیدہ رشید ڈہرکی، احتشام جمیل اوکاڑہ، محمد آصف صدانی ریتالہ خورد، ریحانہ غالب حویلیاں، طاہرہ کوثر قصور، محمد وکیل شیخوپورہ، سعیدہ مہوش منور احمد پور شرقیہ، طاہر منظور کبیر والہ، میر وجاہت سلیم راہوالی، عبدالکریم ڈیرہ غازی خان، محمد بخش حجرے شاہ مقیم، ساجد فاروق تاندلیانوالہ، ثناء اللہ خان بھکر، تنویر حسین ساجد بھٹی حیدر آباد، خدیجہ رانی فاروقہ، عاصم محمود رضا عثمانوالہ، آصفہ قربان خانیوال، صداقت علی نارووال، محمد عدنان شاہ چیچہ وطنی، عائشہ صدیقہ گوجرہ خان، محمد شفیق ملک، مظفر گڑھ، نمرہ شاہین ملتان، محمد عرفان جاوید ساہیوال، نور مصطفیٰ سمندری، سفیان نامعلوم، جویریہ مریم جھنگ، محمد آصف سجاد ہارون آباد، محمد ادریس ظفر فیصل آباد، ایم آر عادل فاروقہ، فیصل شہزاد اوماناوالہ، فرحان صابر صادق آباد،

فرزانہ صابر صادق آباد، محمد فرخ ابراہیم جوہر آباد، تصور حیات ٹمن اٹک، وسیم یوسف بھٹی خانیوال، محمد زمان کوہاٹ، آسیہ کنول جہانیاں منڈی، ساجد شہزاد ننکانہ، شاہد اقبال میر محمد سہیل چودھری پیر محل، محمد وسیم انور گوجرانوالہ، ثروت نوید راولپنڈی، عائشہ داؤد گوجرانوالہ، شہنیلا اشرف گوجرانوالہ، محمد ظفر اقبال کلو بھکر، حافظ نعیم احمد جھنگ، فاطم رشید دینہ، عارف حبیب حاصلپور، جعفر حسان فقیر والی، صائمہ فضیلت فیصل آباد، مریم اقبال ساہیوال، محمد عمیر شاہ سیالکوٹ، قاضی عائشہ منور لاہور، خرم شکیب لاہور، ندیم احمد شہزاد فاروق آباد، مہیب اختر گوجرانوالہ، محمد اسرار الحق شکر گڑھ، محمد عابد رشید سمہ سٹہ، رافعہ اقبال فیصل آباد، مظفر حسین چشتی خانیوال، ماریہ خان لاہور، خواجہ سلمان جلالپور پیرووالہ، فہد رؤف لاہور، طاہرہ رحمٰن بصیر پور، فدا اصغر گیلانی، کوٹلی تاثیر حسن ناز، بھمبر آزاد کشمیر، بشریٰ علی لاہور، شگفتہ یاسمین ساہیوال، بشریٰ اکرام ساہیوال، شیر نواز گل پشاور، سلمیٰ فیصل اوچشریف، شگفتہ سحر رشید بدریوالہ، فہیم الدین لاہور، بشریٰ ریاض لاہور، زرینہ کوثر ٹوبہ ٹیک سنگھ، آمنہ تحریمہ اوکاڑہ، ملک اختر علی نارووال، ستارا جبین لاہور، شاہد مشتاق میاں چنوں، میرا چاندنی گوجرانوالہ، وسیم عابد عثمانوالہ، سمیرا ستار جڑانوالہ امیرہ صابر لاہور، الطاف شاہد وہاڑی، یاسرہ مظہر جہلم، عبدالباسط عارف فیصل آباد، احسان اللہ سلیم پتوکی، صداقت حسین ہمبرہ، راجہ عمران عباس عثمانوالہ، رقیہ فلک شیر مخدوم پور، محمد اخلاق منہاس ہمبرہ، عابد رضا سند ھیلیانوالی، صائمہ صدیق لالہ موسیٰ، صغریٰ اعوان ڈنڈوت، نوشین صدیق سیالکوٹ، آمنہ رانا محفوظ پورہ، یحییٰ اسحاق عثمانوالا، رانا وقیر انجم پاکپتن شریف، عاصمہ خالد گوجرانوالہ، سرفراز احمد پاکپتن شریف، سعید احمد بھٹی رائے ونڈ، عتیق الرحمٰن رانا خانیوال، محمد امتیاز شیخم ساہیوال، فائزہ اکرم سیالکوٹ، آسیہ فاروق کراچی، بتول خالد ملتان، احمد حسن پنڈ سلطانی، صبا جمیل لاہور، سردار بدر ہمایوں خاں ہارون آباد، یاسر عباس خانیوال، روبینہ بھٹی رائے ونڈ، محمد سلیم اختر چتوئی، فائزہ خورشید لیہ، عبرر خسانہ پاکپتن، ملازم حسین طاہر حاصلپور، کاشف سعید گھوٹکی، سعدیہ سیملوزیر آباد، فیضان اسامہ طارق جھنگ، محمد نواز حیات عارف والا، رانا حیدر خانیوال، محمد اجمل قاسم خانیوال، محمد اشرف قیصر مخدوم پور، عبدالسلام رحمانی کوٹ چھٹہ، صائمہ تنویر شجاع آباد، نعیمہ اسلم ملتان، جویریہ خالد ملتان، خلیل حیدر لاہور، شائستہ ریاض جام پور، عقیل احمد لاہور، عمیر عالم راولپنڈی، ملک عبدالرشید فورٹ عباس، شاہد محمود کلر سیداں، عدنان سلیم بہاولپور، شاہین کشمیر خان پشاور، شائستہ شبیر احمد پور شرقیہ، صبا نواز لاہور، فاروق احمد چیچہ وطنی، شبنم ستارہ کوٹ چھٹہ، محمد نعیم

Attaqat Pakistan Books

تعاون: ادارہ مطبوعات سلیمانی
تعاون: البدر پبلی کیشنز
تعاون: مکتبہ تعمیر انسانیت

قمر شورکوٹ، محمد معروف چشتی حویلی لکھا، ارم ناز لاہور، محمد سعید الرحمان ملتان، امان اللہ ملتان، صادقہ اعوان صادق آباد، عابد ایوب کشمیر، صدف اشرف صبا اشرف لاہور،

محمد معراج خانیوال، منزہ ثقلین خانیوال، صائمہ صلاح الدین میانوالی، طاہر ندیم گوجرانوالہ، آصف محمد عثمان والا، قاضی محمد زبیر اٹک، نادیہ خان احمد پور شرقیہ، فراز محمود گوجرانوالہ، مظہر حسین کنول خانیوال، فائزہ سلیم ملتان، شیر علی، سمیرا اظہور شکر گڑھ، عبدالستار لاشاری جیکب آباد، عائشہ قادر خان پیر محل، طیبہ ناز پھاٹہ راولپنڈی، مصباح رفعت اینڈ سدرہ رفعت منیکو، ثمینہ رحمن ناز پھاٹہ راولپنڈی، جمیلہ کوثر راولپنڈی، محمد قاسم جواد شیخوپورہ، طاہر اکرم صادق آباد، صفدر ندیم عثمانوالہ، حنا جاوید لاہور، زاہدہ فضل ملتان، فائزہ صابری لاہور، محمد جلیل بابر سوات، راؤ اورنگزیب راشد گڑھ فتح شاہ، محمد وقاص اینڈ شہزاد لیہ، سائرہ صفدر ڈیرہ غازیخان، طلعت عنبرین گجرات، محمد امجد جٹ گوجرانوالہ، وحید اسلم گوجرانوالہ، صغریٰ خان راولپنڈی، ممتاز حسین جل بتی میو، درنجف اقبال لاہور، ملک راشد محمود ناز چھانگا مانگا، عرفان اشد گجرات، سمیعہ فرحین ملتان، ذیشان شیخ لاہور،

نورین اختر رینالہ خورد، حسن وحید سیالکوٹ، نازیہ عبدالجبار کراچی، میمونہ وحید سیالکوٹ، زبیدہ خانم پشاور، سائرہ تبسم تربیلا ڈیم، احمد علی سیالکوٹ، ناہید اختر پشاور، محمد عمر صادق صادق آباد، زاہد انور خانیوال، خدیجہ خالد لاہور، عائشہ حشمت علی ساہیوال، محمد یامین سرگودھا، مزمل حسین کوٹ سلابہ، نوید ساجد رینڑھ، نیلم یونس لاہور، خالد شفقت علی فیصل آباد، محمد قیوم انجم پوٹھ بنی، فرحت رومی سانگھڑ، صاحبزادہ محمد قمرالحق سیال شریف، فیاض احمد اٹک، منصورہ کلثوم فیصل آباد، فائزہ علیم نارووال، دلاور خان گجرات، سیدہ مسرت جبیں نارووال، علیم گجرات، شبیلہ افضل ٹوبہ ٹیک سنگھ، عتیق الرحمن شاہد بہاولنگر، ثوبیہ قمر ثریا راولپنڈی، نورین خالد پیر محل، حافظہ طاہرہ فاطمہ لاہور، نازیہ اکبر ملتان، طیب جمیل احمد گوجرانوالہ، حسنہ بتول حافظ آباد، آصف محمود گورایا ہارون آباد، قاضی راشد محمود کوٹ سلطان لیہ، سیدہ ثروت اسلام آباد عزیز اقبال ساجد چیچہ وطنی عطاء المصطفیٰ جمیل حویلی لکھا، طلعت سعود ملتان، فریال احسان سیالکوٹ، محمد حامد رانا کامونکے، فرحان اختر کوٹلی کلاں، عائشہ ظفر ملتان، صوبیہ محمود چک نمبر 670/11 پیر محل، گل میر بخش والٹن روڈ لاہور، سہیل اصغر ہری پور ہزارہ، سید عمر ضیاء ماڈل ٹاؤن لاہور، منیر احمد جیلانی فیصل آباد، محمد ابوبکر کھڈیاں، حماد رضا، رضوانہ اکبر خان، عائشہ منظور محمد عمران بشیر انصاری راہوالی، عاطف حفیظ فیصل آباد، آمنہ سحر ناز قصور، محمد رمضان عادل سرگودھا، محمد رمضان عادل فاروقہ، [illegible] اقبال رانا سمہ سٹہ، محمد عمیر زاہد گجرات، رخسانہ کوکب گوجرانوالہ، رابعہ نعیم لاہور، سید طاہر رضا بخاری چنیوٹ، محمد زید صابر بلوکی، چوہدری شہزاد احمد قصور، صغیر اشرف راہوالی، واصف نسیم گوجرانوالہ، نوشین رابعہ خانیوال، سمیعہ ہریرہ چنیوٹ، عائشہ محمود تربیلہ ڈیم، شجاع اقبال ڈنڈوٹ، یاسر ملک ڈڈیال، شاہانہ غلام وہاڑی، محسن اعجاز گوجرانوالہ، وقاص لیاقت پتوکی، شاہدہ گوجرانوالہ، محمد ندیم ملتان، ذکاء الرحمن ظفروال، محمد شفیق سمندری، مہیب عالم شاہ چیچہ وطنی، شوکت عباس لڈن، مبشرہ قریشی لاہور، راشدہ خلیل میلسی، محمد نوید گجرات، سمیعہ شوکت جڑانوالہ، زنیرہ کفیل خانیوال، فیصل شہزاد چکسواری، گلزار احمد شہداد پور، صائمہ لون اسلام پورہ، ایم اکبر معراج زوبیب کراچی، آصف اکرم صادق آباد، ملک شوکت علی شہداد پور، وقار ارشد فیصل آباد، صلاح الدین ایوبی میر پور خاص، ارم اسجد جہلم، زباریہ شبیر بالاکوٹ، نثار علی نثار اٹک، محمد آصف شیخوپورہ، ذکیہ پروین شیخوپورہ، عمران ظفر چترپڑی، حنا امجد ٹاؤن شپ لاہور، فریدہ خانم گرین ٹاؤن لاہور، ایم خان بھکر، عبدالوحید گجرات، رامی اعوان راجن پور، نوید احمد حاصلپور، ضیاء الحق میانوالی، محمد اسعد کہروڑ پکا، ابدال جاوید قادری چھانگا مانگا، محمد شفیع وسیم حاصلپور، محمد کاشف بہاولپور، محمد عبدالخالق قادری شیخوپورہ، سارہ حفیظ رینالہ خورد، شکیل احمد ملتان، امجد شہزاد زخمی اسلام گڑھ، زاہدہ کھوکھر خوشاب، سعدیہ عنایت سرگودھا، نبیلہ عنائت گوجرانوالہ، زلیخاں غنی میانوالی جمشید اقبال ساہیوال، عثمان علی صدیقی لیاقت پور، کرن شہزادی سیالکوٹ زاہدہ وسیم بنوں، حسنین رضا خان پنڈ دادن خان، مبشر خان علی پور، عامر اسلم علی پور، شہر بانو رائے ونڈ، ارم منظور چیچہ وطنی، عظمیٰ ریاض راولپنڈی، نسیم اختر چک نمبر ایل 115/15 میاں چنوں، قراۃ العین صدیقی رحیم یار خان، نوید احمد گل چنیوٹ، عاصمہ مبارک چنیوٹ، ندیم احمد گل چنیوٹ، شمیرہ جوئیہ، زاہد محمود کوٹ رادھا کشن، حنا شہباز گوجرانوالہ، صائمہ نور آزاد کشمیر، شائستہ عطا فیصل آباد، محمد فاروق احمد حافظ آباد، کامران جمشید آزاد کشمیر، اسماء بتول حافظ آباد، وقاص ارشد فیصل آباد، ہما ناز گوجرانوالہ، شگفتہ نیازی کراچی، شازیہ عارف بہاولنگر، ایچ ایم عرفان عظیم سیال شریف، محمد اختر غوری چشتیاں، شاہد محمود گورایا، مرزا شکیل پرویز سرگودھا، نزہت حسین سکھر، محمد بابر نعیم چک نمبر 47 ٹی ڈی اے بھکر، راحیل پرویز آزاد کشمیر، محمد سعد اللہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، امجد ستار رانا حافظ آباد، شیخ احسان الحق خانیوال، اعجاز احمد کلاچی، بسم اللہ احسان چیچہ وطنی، روحی بانو لاہور، سمیعہ افتخار لاہور، خواجہ انوار احمد بگویہ بھیرہ، جاوید اقبال نبیل انوار مظفر آباد، یاسر انوار آزاد کشمیر، محمد حامد رضا بھکر، مصباح ذوالفقار ملتان، محمد اویس نعیم شیخوپورہ، رابعہ نصیر چکوال، فرحان ضمیر ہارون آباد، مسعود احمد راولپنڈی، فاطمہ جبیں لاہور، علی حسن نوید لاہور، محمد طیب طاہر شیخوپورہ، عبدالجبار بھمبر، محمد عدنان قیوم سیالکوٹ، محمد امین سکھر، کرن افتخار لاہور، ماریہ یاسین راولپنڈی، منزہ شبنم ہاشمی کامونکی، عاطف شہزاد سرگودھا، محسن سعید اعوان شیخوپورہ، علی رضا اوکاڑہ، محمد محسن خالد راولپنڈی، رابعہ بصری شورکوٹ، عقیل احمد مزاری راجن پور، رفعت اسلام چکوال، محمد ثاقب لاہور، سیدہ ثناء منیر حویلیاں، محمد آصف بہاولپور، مسرت نذیر انصاری نارووال، سندس نوید لاہور، فرخ شہید فیصل آباد، ش نوید اختر لاہور، شاہدہ فرید ساغر میلسی، محمد نسیم کلیم ساہیوال، امتیاز احمد اوگی، عدنان جاوید کیانی خانیوال، رانا محمد عامر ستار شیخوپورہ، محمد ظہیر الدین کبیر وال، محمد کاشف جاوید خان ہارون آباد عدنان ملک سوہدرہ، واصف منظور فیصل آباد عظمیٰ شکور وہاڑی، شہزاد اسلم لاہور، محمد ضیاء السلام ڈاہرانوالہ، محمد عمران شفیع بہاولنگر، شمس الدین التمش کوہاٹ، شاہ مسعود کوہاٹ، غیور احمد کوہاٹ، مشتاق احمد کوہاٹ، محمود علی مظفر گڑھ، سدرہ المنتہیٰ شکر گڑھ، نجمہ سعید جڑانوالہ، شاہدہ گوہر جھنگ، مہر خان نیازی میانوالی، سونیا منظور سرگودھا، عاکف نصیر سیال گجرات، میمونہ ناصر سرگودھا شہزین فاطمہ نارووال، ایم فاروق ہاشمی اوکاڑہ، سعید اصغر علی عثمان والہ قصور، محمد محسن قدوس لاہور، مظہر حسین ناز قصور، زبیر حسین چشتیاں، ثاقب سلیم قریشاں گوجر خان، ضیاء الرحمن ندیم ہری پور، سمیرا شبنم گجرات، سید محمد آصف منیر حویلیاں، ثناء نعیم پنڈ دادن خان جہلم، فیصل اکرام شیخ چیچہ وطنی، دلاور حسین بہاولنگر، محمد امجد نازی کسووال، انیلہ شیخ عبدالرشید گوجرانوالہ، محمد عمر آفیسرز کالونی لاہور، یاسمین طاہرہ سیالکوٹ، محمد اختر کسووال، نجم السحر حافظ آباد، فرح سعید ماڈل ٹاؤن سیالکوٹ، روبینہ کوثر ایند شکیلہ کوثر لیہ، ضیغم عباس گوشی مٹھن کوٹ، حنا امجد چنیوٹ نمرہ رشید پتوکی امتیاز احمد علوی وزیر آباد، واصف علی لاہور، حفصہ فرید لاہور، کامران لطیف لاہور، ثمرین لطیف لاہور، شیخ محمد لطیف رائے ونڈ لاہور فائزہ ایوب ملتان ایم اشرف ندیم ملتان عبدالصمد ایبٹ آباد اٹک امان میرواڈی، ملک افضل جاوید آہیر لودھراں، محمد طٰہٰ حیدر آباد، رقیہ جاوید بھٹی سمندری، محمد ثاقب حویلیاں کینٹ، سعدیہ کوثر کمالیہ، محمد عدیل خان ملتان، محمد راحیل سکھیکی، توصیف احمد لاہور، غزالہ ہارون حویلیاں خالد اسد کھلابت ٹاؤن شپ، عامر سرفراز سید مصباح وقار پنڈ دادن خان عبدالرحمان ساجد احمد پور محسن احسان شیخ گوجرانوالہ، محمد عامر باقر خیر پور، میمونہ وحید آزاد کشمیر، نورالعین فیصل آباد، ایم بشیر احمد جڑانوالہ، ثمینہ ایوب سیالکوٹ، محمد اعظم شہزاد حاصلپور۔

حلقہ قومی کتب خانہ
گوجرانوالہ

A Treasure of Pakistan

سرپرائز وزٹ ○ سرپرائز گفٹ

ریحان حیدر
ٹاؤن شپ لاہور

رات کے تقریباً دس بجے تھے۔ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹیلی ویژن دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی امی جان نے ٹیلی فون اٹھایا اور بات کی لیکن جب انہوں نے میرا نام لیا تو میں حیران رہ گیا۔ کیونکہ میٹرک کے امتحانات کے بعد اب تک میرے کسی دوست نے مجھے فون نہیں کیا تھا۔ جب میں نے امی سے ریسیور لے کر بات کی تو دوسری طرف سے آواز آئی "آپ ریحان حیدر ہیں؟" میں نے جواب دیا "جی ہاں! آپ کون ہیں؟" آواز آئی "ایڈیٹر بھیا بات کریں گے" میں نے حیرت اور خوشی سے چونکتے ہوئے کہا

وہ آئے گھر میں ہمارے.....

"اوہ! ایڈیٹر بھیا!" پھر ایڈیٹر بھیا نے مجھے اس صدی کی سب سے حیران کن بات بتائی کہ میرا نام سرپرائزوزٹ کی قرعہ اندازی میں نکل آیا ہے۔ میں نے یہ سن کر خوشی سے کہا "ونڈرفل!" پھر ایڈیٹر بھیا نے مجھے بتایا کہ وہ 5 جون کو آئیں گے انہوں نے مجھ سے میرے گھر کی لوکیشن دریافت کی تو میں نے فون کا ریسیور امی کو تھما دیا امی نے ایڈیٹر بھیا کو گھر کی لوکیشن سمجھا دی۔ اس کے بعد ایڈیٹر بھیا نے میرے بارے میں امی سے چند باتیں پوچھیں اور فون رکھ دیا۔ خوشی کے مارے میری نیند اڑ گئی اور میں رات کے ایک بجے تک جاگتا رہا۔ آخر اللہ اللہ کر کے مجھے نیند آئی تو خواب میں میں نے دیکھا کہ ایڈیٹر بھیا مجھے تحفوں سے نواز رہے ہیں اور پھر میں نے لگے ہاتھوں "ایک دن کی ایڈیٹری" بھی کی۔ جب صبح میری آنکھ کھلی تو میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ ایک خواب تھا لیکن امی نے یاد دلایا کہ واقعی ایڈیٹر بھیا کا فون آیا تھا اور وہ سچ مچ آرہے ہیں۔ اس پر میں نے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہوئے کہا "یاہو!!!"

(5 جون 1996ء) میں اور میرے گھر والے تیار ہو کر ایڈیٹر بھیا کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ گھنٹی بجی میں نے دروازہ کھولا تو شہزاد سلیم بھائی سامنے کھڑے تھے اور پیچھے تھوڑی سی دور ایڈیٹر بھیا سرخ رنگ کی کار میں تھے میں نے انہیں سلام کیا اور وہ میری رہنمائی میں گھر کے اندر تشریف لے آئے ان کے ساتھ فوٹو گرافر عابد علی، لاہور پھول کلب کے صدر شہزاد سلیم کے علاوہ ماریہ مجید اور خولہ مجید بھی تھیں۔ سب سے پہلے ایڈیٹر بھیا نے مجھ سے میرا تعارف کروانے کے لئے کہا۔ میرا تعارف سننے کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں پھول میں سب سے پہلے کیا پڑھتا ہوں؟ میں نے جواب دیا کہ میں سب سے پہلے لطائف پڑھتا ہوں اور اس کے بعد بیڈ ٹائم سٹوری۔ ایڈیٹر بھیا نے پوچھا کہ "آپ پھول میں کیا چیز دیکھنا چاہتے ہیں؟" تو میں نے جواب دیا "زمانے بھر کی باتیں" (سارہ علی کا کالم) اس کے بعد ایڈیٹر بھیا نے سوال کیا "آپ پھول کب سے پڑھ رہے ہیں؟" میں نے جواب دیا "1993ء سے" پھر آپ نے مجھ سے پوچھا "کیا آپ کو امید تھی کہ آپ کا نام قرعہ اندازی میں نکل آئے گا؟"

میں نے جواب دیا "بالکل نہیں!" یہ سن کر آپ نے کہا "تو کبا کوپن صرف خانہ پری کرنے کے لئے بھیجا تھا۔" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا میں اداریہ پڑھتا ہوں؟" میں نے جواب دیا "جی ہاں! پڑھتا ہوں" سنا ہے وہ تو بڑا مشکل ہوتا ہے۔ وہ مسکرائے۔

☆.....خواب بھی یہی دیکھا کہ ایڈیٹر بھیا تحفوں سے نواز رہے ہیں

☆.....اداریہ ہم لغت دیکھ کر پڑھ لیتے ہیں۔

اس پر میری باجی نے کہا "وہ ہم لغت میں سے دیکھ کر پڑھ لیتے ہیں" انہوں نے میرے بڑے بھائی ذی شان حیدر سے بھی کافی باتیں کیں۔ ہم دونوں بھائی کلاس فیلو بھی ہیں۔ اسی دوران میری امی کولڈ ڈرنکس لے آئیں۔ کولڈ ڈرنکس کے بعد ہماری چند تصاویر اتاری گئیں جن میں ایڈیٹر بھیا نے مجھے کتابوں اور قلم کے تحائف دیئے اور پھر شہزاد سلیم بھائی نے مجھے ایک خوبصورت سی ٹائی گفٹ کے طور پر دی۔ تھوڑی دیر بعد باجی چائے لے آئیں جو صرف ایڈیٹر بھیا اور فوٹو گرافر انکل نے پی۔ ایڈیٹر بھیا نے کہا کہ دراصل ان کی آدھا کپ چائے (پچھلے

وزٹ کی) مجھ پر قرض ہے۔ چائے کے دوران فوٹو گرافر انکل نے ازراہ مزاق کہا کہ اگر میں چائے نہ پیوں تو یہ کہتے ہیں کہ کیا چائے پینے سے آپ کا رنگ کالا ہو جائے گا۔

(حالانکہ سارا دن دھوپ میں پھرنے سے رنگ پہلے ہی.....) میری باجی نے ایک دن کی ایڈیٹری کے متعلق ایڈیٹر بھیا سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کے لئے آپ ایک درخواست مع اپنی ایک پاسپورٹ سائز تصویر پھول کے پتے پر بھیجیں۔ ہماری خواہش تھی کہ ابھی اور بھی بیٹھتے ان سے ڈھیر سی باتیں ہوتیں مگر انہوں نے اجازت چاہی جاتے وقت میں نے ایڈیٹر بھیا، شہزاد سلیم بھائی اور فوٹو گرافر انکل سے باری باری ہاتھ ملایا اور انہیں الوداع کہا۔ یہ خوبصورت اور یادگار لمحات بہت جلد ختم ہو گئے اور ایڈیٹر بھیا رخصت ہو گئے۔

بقول شاعر
آدمی مسافر ہے آتا ہے جاتا ہے
آتے جاتے رستوں پہ یادیں چھوڑ جاتا ہے۔

Archive Of Rare Books

دنیا کا نمبر ون فری فال ڈائیورٹی ایم

وہ اپنی زندگی میں ہی لیجنڈ بن گیا تھا

اس بچے کی عمر آٹھ دس برس کے لگ بھگ ہوگی۔ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھا۔ کھیل تو جانے کیا تھا مگر یہ بچہ درخت پر سے گر گیا۔ اٹھا تو کسی سے کوئی بات کئے بغیر خاموشی سے اندر چلا گیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ ناراض ہو گیا ہو گا۔ یہ انکشاف تو بعد میں ہوا کہ اس بچے کے بازو کی ہڈی ایک نہیں بلکہ دو جگہ سے ٹوٹ گئی تھی مگر آنسو تو درکنار سسکی تک نہ نکلی۔

1938ء میں نگینہ یوپی میں ایک بچے نے جنم لیا۔ والد نے اس بچے کا نام عظیم جرنیل طارق بن زیاد کے نام پر طارق رکھا۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ بچہ بڑا ہو کر طارق بن زیاد کی عظیم عسکری روایات کو زندہ کرے نام کا شخصیت پر کتنا اثر پڑتا ہے یہ حقیقت اپنے والد سے بہتر اور کون جانتا تھا۔

شاندار صحت کے مالک اس من موہنے بچے میں قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ حوصلہ مند اتنا کہ کسی قسم کی جسمانی تکلیف اور اذیت اس کے حوصلوں کو پست نہیں کر سکتی تھی۔ وہ رونا تو جانتا ہی نہ تھا۔ والد کے الفاظ میں "اس کے بچپن کی سب سے نمایاں سب سے منفرد خصوصیت یہ ہے کہ وہ روتا نہیں تھا۔ ہم سب حیران ہوتے کہ بات کیا ہے' بچے ذرا ذرا سی بات پر رونے دھونے لگتے ہیں لیکن وہ عجیب پراسرار بچہ تھا"۔ والدین کو اس کی چوٹوں پر درد محسوس ہوتا اور وہ تڑپ اٹھتے۔

طارق نے اپنی تعلیم پنڈی گھیب، سرگودھا اور پنڈی میں حاصل کی۔ سکول کے زمانے کا واقعہ ہے طارق کی عمر تیرہ برس تھی۔ لیاقت باغ میں نوابزادہ لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان کا جلسہ ہو رہا تھا۔ یہ وہی جلسہ ہے جس میں لیاقت علی خان کو قتل کر دیا گیا تھا۔ طارق نوابزادہ کے قاتل سید اکبر کے بالکل قریب بیٹھے تھے۔ گولیاں چلتے ہی بھگدڑ مچ گئی۔ پولیس اور سیکورٹی کے آدمی سید اکبر کی طرف لپکے باقی لوگ جدھر منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے طارق وہیں کھڑے رہے اور چیخ چیخ کر بولنے لگے۔ "اس شخص کو میں نے پہلے بھی دو تین بار یہاں دیکھا ہے یہ کل بھی اس جگہ آیا تھا۔ سید اکبر کو موقع پر مار دیا گیا۔ لیکن جسٹس منیر کی سربراہی میں قائم انکوائری کمیشن کے سامنے جو گواہ پیش ہوئے ان میں سکول کا ایک نو عمر طالبعلم بڑا دلیر افسر تھا۔ نہ ایسا دیکھا نہ ایسا سنا

ہائی جیکر کو شک ہونے سے پہلے ہی قابو کر لیا

اسکے بچپن کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ وہ روتا نہیں تھا

(اس آرٹیکل کی تیاری میں مدد کے لئے ہم کرنل اشفاق حسین (بہاولپور) جناب عرفان صدیقی (راولپنڈی) کرنل عرفان لاہور اور جناب ممتاز ملک راولپنڈی کے مشکور ہیں)

○ ..... اپنی وردی پر اللہ کا لفظ اس کی اپنی اختراع تھی

A Treasure of Rare Books

طارق محمود بھی شامل تھا۔ پولیس کی گاڑی سکول آتی' طارق کو لے جاتی' وہ عدالت کے سامنے کھل کر بیان دیتا تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ سارا گھر اس خواہ مخواہ کی حرکت پر پریشان تھا لیکن "ٹی۔ایم" اپنی فرض شناسی پر نازاں تھا۔

میٹرک کے بعد طارق نے گورڈن کالج میں داخلہ لے لیا۔ طارق کو کرکٹ کا بے حد شوق تھا۔ اس نے او پننگ بیٹس مین کے طور پر ٹیم میں جلدی اپنی جگہ مستقل بنا لیا۔ وہ کالج میں ہی اپنے آپ کو ٹی ایم کہلانے لگ گئے تھے جس کا شرارت سے لڑکوں نے یوں ترجمہ کر دیا تھا کہ انہیں "ٹکر مار شاہ" (ٹی۔ایم شاہ) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ کرکٹ کے شوق میں ایف اے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ یہاں طارق پہلے کالج ٹیم کے ممبر بنے۔ پھر پنجاب یونیورسٹی الیون میں شامل رہے۔ انہیں کمبائنڈ یونیورسٹیز الیون کی طرف سے ایم سی سی کے خلاف کھیلنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا اور فضل محمود (اوول کے ہیرو) کے تجزیئے کے مطابق ان پانچ کھلاڑیوں میں سے ایک تھے جو آگے جا کر قومی ٹیم کے لئے اثاثہ ثابت ہو سکتے تھے۔ بی اے کے بعد طارق کے دل میں فوج میں جانے کا شوق چرایا۔ چنانچہ وہ پی ایم اے کاکول پہنچ گئے۔

طارق نے پی ایم اے میں قیام کے دوران بھی انہی اعلیٰ خصوصیات کا مظاہرہ کیا۔ وہ سچا اور کھرا فوجی تھا۔ خوش اخلاق اور ملنسار۔ ایک سینئر فوجی افسر نے بتایا "طارق ہم سے ایک سال سینئر تھا۔ وہ اکیڈمی کی روایت کے مطابق دبا کر رگڑا دیتا تھا لیکن اسی شام یا اگلے دن آ دھمکتا اور کہتا "چلو یار تمہیں کچھ کھلاؤ پلاؤں۔ وہ عجیب آدمی تھا"۔

1960 میں طارق نے اپنا رینک لگایا اور ان کی تقرری سیکنڈ بلوچ میں ہوئی۔ مگر کچھ عرصے بعد انہیں ایسٹ پاکستان بھیج دیا گیا۔ یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ملائیشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمٰن پاکستان کے دورے پر آ رہے تھے۔ انہیں ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر گارڈ آف آنر پیش کیا جانا تھا۔ تب گارڈ آف آنر کے خصوصی دستے میں نہایت مستعد اور سمارٹ افسروں کو شامل کیا جاتا تھا جن کا عہدہ کیپٹن یا میجر کا ہو لیکن سیکنڈ لیفٹننٹ طارق اس قدر خوبصورت اور چاق و چوبند نوجوان تھا کہ اسے گارڈ آف آنر کے لئے چن لیا گیا۔ قواعد کے مطابق وہ اپنے موجودہ رینک کے ساتھ سلامی میں حصہ نہیں لے سکتا تھا اس لئے عارضی طور پر اسے کیپٹن کا رینک لگایا گیا۔

نوجوان طارق ایک سخت جان اور فرض شناس فوجی افسر کی حیثیت سے اپنا مقام بنا رہا تھا۔ یہ 1962ء کے لگ بھگ کا زمانہ تھا طارق رات کے وقت معمول کی گشت کے دوران ایک گہرے کھڈ میں گر پڑا۔ سر پر ایک پتھر لگا جس سے کافی مقدار میں خون بہہ نکلا اور وہ بے ہوش ہو گیا ڈاکٹروں کی طبی مدد کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کا پہلا سوال تھا۔ "میری رائفل کہاں ہے"۔ ایک فرض شناس سپاہی کا بے ساختہ عمل۔

1963ء میں ٹی ایم تربیت کے لئے ایس ایس جی چراٹ

○ ..... شہید طارق محمود سابق صدر پاکستان غلام اسحاق خاں کے ساتھ

(صوبہ سرحد) پہنچے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ٹریننگ کے بعد ان کی پوسٹنگ نمبر 1 کمانڈو کی شاہین کمپنی میں ہو گئی جوان دنوں چراٹ میں ہی تھے۔ 65ء پاک بھارت تعلقات کے حوالے سے ہنگامہ خیز سال تھا۔ بھارت کی جارحانہ کارروائیوں کا جواب دینے کے لئے "آپریشن جبرالٹر" ترتیب پا رہا تھا۔ عین ان دنوں کیپٹن طارق محمود ایک خصوصی کورس پر امریکہ جانے کے لئے منتخب ہو گئے لیکن انہوں نے آپریشن جبرالٹر کو اس پر ترجیح دی اور اپنے کمانڈر کے پاس گئے اور انہیں کہا "سر میں رضا کارانہ طور پر اس کورس سے دستبردار ہوتا ہوں مجھے جنگی مشن پر بھیجا جائے۔" "جبرالٹر" سے طارق کی جذباتی وابستگی بھی تھی۔ "جبل الطارق" جہاں طارق بن زیاد نے اپنے جہاز نذر آتش کر دیئے تھے۔ اسی طارق کے نام پر تو طارق محمود کا نام رکھا گیا تھا۔ اسی جذباتی وابستگی کا نتیجہ تھا کہ اس نوجوان نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ کارگل سیکٹر میں جرأت و بہادری کے شاندار مظاہرے پر انہیں ستارہ جرأت کا اعزاز ملا۔

1970ء میں انہیں میجر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ 1971ء کا ذکر ہے طارق جنرل مٹھا خان کی کمان میں اپنے فرائض انجام دے رہے تھے اور مشرقی پاکستان میں متعین تھے جہاں ہر طرف مکتی باہنی اور بھارتی فوج کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ باغی عناصر بھاگتے وقت کشتیاں اور بحری جہاز ساتھ لے گئے تھے اور باقی بچے ہوئے جہازوں کو چھپا دیا گیا تھا ایک روز طارق جنرل مٹھا کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جائزہ لے رہے تھے تو نیچے ایک جہاز عملے سمیت نظر آیا۔ جنرل مٹھا نے میجر طارق کو کہا اگر تم اس جہاز پر قبضہ کر کے لے آؤ تو تم "گریٹ" ہو اور اگر عملے سمیت یہ جہاز لے آؤ تو "گریٹسٹ" ہو۔ ٹی ایم نے جنرل کو سلیوٹ کیا اور کمپنی لے کر مشن پر روانہ ہو گئے۔ جب طارق واپس آئے تو نہ صرف وہ جہاز عملے سمیت بلکہ ایک اور جہاز بھی ان کے قبضے میں تھا۔ جنرل مٹھا طارق کے لئے عظیم ترین سے (greatest) سے آگے کا کوئی صیغہ تلاش کرتے رہ گئے۔

اور یہ مشرقی پاکستان کی ایک طوفانی رات ہے۔ بارشیں تھمنے میں نہیں آتیں۔ دریائے برہم پترا پر ایک نہایت طویل پل مکمل طور پر ساکن ہے۔ اس کے ایک طرف مکتی باہنی اور ہندو فوج جبکہ دوسری طرف پاک فوج قابض ہے۔ جنگی حکمت عملی کے مطابق پل پر قبضہ ناگزیر ہے۔ یہ ذمہ داری طارق کو سونپی جاتی ہے جو ٹائیگر ٹی ایم کے نام سے مشہور ہو چکا ہے۔ ٹائیگر کمانڈوز کی ایک مختصر سی نفری لے کر موت سے پنجہ آزمائی کرنے کے لئے چل پڑے۔ 25 کمانڈوز پوری پلاٹون پر ٹوٹ پڑے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ دشمن کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ پل کے ہر ستون کے ساتھ ڈائنامائٹ فکس تھا مگر اس برق رفتار ایکشن نے پل اڑانے کی مہلت ہی نہ دی۔ ایک گولی طارق کی بغل جبکہ دوسری کندھے میں لگی۔ صبح کے اجالے نے برہم پترا کے پل پر پاک پرچم دیکھا جو بعد میں ٹائیگر محمود کے لئے ستارہ جرأت بن گیا۔ کندھے کی گولی ٹائیگر کے سفر شہادت تک ان کی رفیق رہی۔

طارق پاک فوج کے دل کی دھڑکن تھے اور دشمنان وطن کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ بھارت نے بعض مواقع پر ان کے سر کی قیمت مقرر کر رکھی تھی۔ روس اور اسرائیل کے لئے وہ ناپسندیدہ شخصیت تھے۔ 1971ء میں طارق مشرقی پاکستان میں تھے اور ان کا نام دہشت بن گیا تھا۔ شاید قدرت کو اپنے اس عظیم سپوت کی رسوائی منظور نہ تھی اس لئے وہ سقوط سے پہلے مغربی پاکستان پہنچ گئے تھے جب ہزاروں پاکستانی فوجی ہندو بنئے کی قید میں چلے گئے تو ہندو افسر

Attasure Pakistan

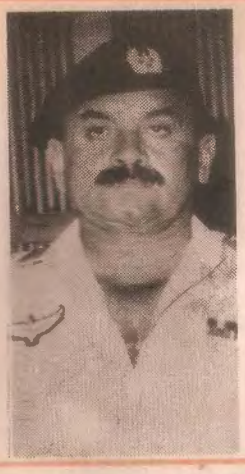

○ فرض شناسی ایسی کہ بے ہوشی سے باہر آتے ہی پوچھا میری رائفل کہاں ہے

○ وہ جنگی مشن کے لئے امریکہ جانے سے دستبردار ہو گیا

○ جنرل ضیا اس کے لئے عظیم ترین سے آگے کا ڈھونڈتے رہ گئے

ایک ہی سوال پوچھ رہے تھے "ٹی ایم کہاں ہے؟ ٹی ایم کے بارے میں بتاؤ"

1977ء کے موسم گرما میں کوہستان کے کچھ قبائل نے جتھہ بندی کر کے شاہراہ ریشم کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا اور آمدورفت معطل کر دی۔ کئی چینی کارکن یرغمال بنا لئے گئے۔ حکومت سڑک کھولنا چاہتی تھی اور چینی کارکنوں کو رہا بھی کروانا تھا۔ دو تین کوششوں میں ناکامی کے بعد یہ مہم کرنل طارق کے سپرد کر دی گئی۔ حوالدار صورت خان اس مہم کے عینی شاہد ہیں۔ وہ کہتے ہیں "صاحب (ٹی۔ایم) نے کمانڈوز کو ایک خاص ترتیب دی۔ وہ ادھر ادھر سے پہاڑوں پر چڑھنے لگے۔ چوٹیوں پر قبائلی بیٹھے تھے۔ صاحب نے کہا تھا خون خرابا نہیں کرنا پھر جی صاحب خود آگے بڑھا میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ سڑک پر ایک بورڈ رکھا تھا جس پر لکھا تھا: "اس سے آگے قدم نہ بڑھانا" صاحب نے وہ بورڈ دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور دریائے سندھ میں پھینک دیا پھر صاحب میرے ساتھ ملکر وہ بڑے بڑے پتھر اٹھانے لگا جو سڑک پر پڑے تھے۔ فائرنگ ہوئی مگر الحمدللہ ہم بچ گئے.... بس جی! بڑا دلیر افسر تھا۔ نہ ایسا دیکھا نہ دیکھیں گے۔ وہ سپاہی سے بھی زیادہ کام کرتا تھا۔ ایمان سے شیر تھا جی"

شاہراہ ریشم بغیر کسی خون خرابے کے کھول دی گئی۔ اس کامیاب آپریشن پر ٹی ایم کو ستارہ بسالت کا اعزاز ملا۔

ائر انڈیا کے طیارے کو سکھ ہائی جیکروں سے چھڑانے کے لئے ٹی ایم سینئر کمانڈوز کا انتخاب کر سکتے تھے لیکن انہوں نے خود طیارے میں داخل ہونے کا منصوبہ بنایا۔ وہ طیارے میں داخل ہوئے ان کے ایک ساتھی کے پاس طیارے کی صفائی ستھرائی کا سامان تھا۔ خود ٹی ایم نے ٹیکنیشن کی ڈانگری پہن رکھی تھی اور ہاتھ میں مرمت کرنے والے کئی اوزار اٹھا رکھے تھے۔ ہائی جیکروں کے لیڈر کو ایک لمحے کے لئے شک گزرا کیونکہ ٹی ایم کی جسامت خالص فوجی انداز کی ہوتی تھی اور قلمیں بالکل ترشی ہوئی تھیں لیکن پیشتر اس کے ہائی جیکر کے ذہن میں کوئی دوسرا خیال آتا وہ ٹی ایم کے آہنی شکنجے میں آچکا تھا اور ان کے باقی ساتھی دوسرے ہائی جیکروں پر قابو پا چکے تھے۔ یہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب مشن تھا۔

ٹی ایم صرف ایک ناقابل تسخیر سپاہی ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ درجے کے منتظم، دیانتدار افسر اور درد دل رکھنے والے انسان بھی تھے۔ ان کے کمانڈوز انہیں کمانڈروں سے زیادہ اپنا دوست جانتے تھے۔ وہ افسر تھوڑا ہی تھا: حوالدار مشتاق نے کہا "وہ تو جی ہم سب کا دوست تھا۔ پاس بیٹھ کر گپ شپ کرتا تھا۔ ہم زمین پر بیٹھے ہوتے تو ہمارے ساتھ زمین پر بیٹھ جاتا۔ وہ میٹھے والی چائے نہیں پیتا تھا۔ مگر ہم دیتے تو پیکے کا مگا پی جاتا"۔

حوالدار جبار نے بتایا: "صاحب شہیدوں کے بال بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے ان کے لئے چراٹ میں سکول اور ہاسٹل بنوایا جہاں کھانا پینا پڑھائی لکھائی کا پیاں کتابیں سب مفت ہیں۔ صاحب ہر شہید کے گھر جاتے تھے۔ شہیدوں کے گھر والوں کو خط بھی لکھتے تھے۔ بہت ایماندار شخص تھا جی۔ کبھی اپنی گاڑی میں نہ جانے دیتا کہ کہیں سرکاری پٹرول نہ ڈال دیں۔ ہم نے جی کوئٹہ میں ایک پرانی گاڑی لی تھی 64 یا 65 ماڈل کی شیورلیٹ تھی۔ سترہ ہزار میں ہم لوگوں نے لی تھی جی۔ کمانڈر صاحب 83 تک یہی پرانی گاڑی چلاتے رہے وہ اتنی پرانی ہو گئی تھی کہ دھکے دینے پڑتے تھے۔ تنگ آکر وہ گاڑی چھ ہزار میں بیچ دی پھر کوئی گاڑی نہیں خریدی سپاہی محمد سعید کہنے لگے: "کیا کیا بتاؤں اس کی باتیں تو ختم ہی نہیں ہو سکتیں۔ ہم تو یتیم ہو گئے ہیں جی وہ ہمارا باپ تھا سارے کمانڈوز کا باپ تھا ارد گرد کے گاؤں والے اس کی پوجا کرتے تھے جی۔ ہم سے بڑھ کر اس کی حفاظت کرتے تھے۔ وہاں تو گھر گھر میں سوگ اور صف ماتم بچھی تھی جی۔

ٹی ایم کے کارنامے سب کی زبانوں پر ہیں وہ کتابوں کی دنیا سے دور رہنے والے مکمل طور پر عملی انسان تھے۔ انہیں فوجی قواعد کے مطابق کوئی امتحان پاس کئے بغیر بریگیڈئر کے عہدے تک ترقی ملتی رہی اور ان کے لئے قواعد و ضوابط میں خصوصی ترمیم کی گئی۔ امریکہ کی فلاڈیلفیا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جو ٹی ایم سے باخبر تھے پاکستان آئے انہوں نے ٹی ایم پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا "وہ شاید سٹاف کالج کا امتحان پاس نہ کر سکے لیکن اگر اسے کہا جائے کہ افغانستان کے صدر نجیب کو پکڑ کر لے آؤ تو اس کے لئے معمولی بات ہو گی۔ کاکول اکیڈمی میں زیر تربیت افسر کاکول سے چراٹ صرف طارق کو دیکھنے آتے تھے۔ اسے اللہ پر بے پناہ ایمان تھا۔ اپنی وردی پر اللہ کا لفظ اُن کی اپنی اختراع تھی۔ وہ بستر کی موت نہیں چاہتا تھا۔ ہمیشہ یہی کہتا کہ وردی میں مرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری کر دی۔

ٹی ایم کے دو بچے ہیں۔ شیر بانو اور حیدر۔ شیر بانو کا نام کمانڈوز نے رکھا تھا۔ ایک پٹھان سپاہی کی زبانی یہ واقعہ سنیئے۔ "شہر بانو کا نام ہم نے رکھا تھا جی۔ ہمارے ادھر ایک کہانی بڑا مشہور ہے۔ یوسف خان اور شہر بانو بس ایسے ہی جی ہمارا دل چاہتا تھا کہ صاحب کی بیٹی کا نام شہر بانو رکھیں۔ ہم بولا تو کمانڈر نے ہنس کر مان لیا جی۔ ہم بہت خوش ہوا"۔

ٹی ایم کی یاد میں آنسو بہانے والوں میں صرف ان کے عزیز ہی نہیں بلکہ وہ لاکھوں کروڑوں پاکستانی لوگ بھی ہیں جن کے گھر کا فرد بن گیا تھا یہ شخص پیرودہائی کے رہنے والی ایک بڑھیا ماتم کر رہی تھی۔ تین سال پہلے وہ مجھے ملا تھا۔ میری بہت مدد کی۔ میرا اپنا پوچھا اور بولا اماں چراٹ آنا پھر کچھ دنوں بعد گاڑی میں ایک فوجی آیا میرے پاس اس نے مجھے پیسے دیئے مجھے ہر سال پیسے بھیجتا تھا۔ ساتھ ایک کاغذ ہوتا جس پر اس کے دستخط ہوتے۔ یہ کاغذ اس بڑھیا کا اثاثہ ہیں جنہیں وہ اپنے دوپٹے کے پلو سے باندھے پھرتی ہے۔

تدفین کے موقع پر باوجود کڑے پہرے کے ایک دس گیارہ سالہ بچہ قبر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری عقیدت کے کتنے ہی رنگ جھلملا رہے تھے۔ اگلے روز وہ شہید کے گھر آگیا۔

بریگیڈئر مسعود سے ملا پھر کہنے لگا مجھے ٹی ایم کی والدہ سے ملا

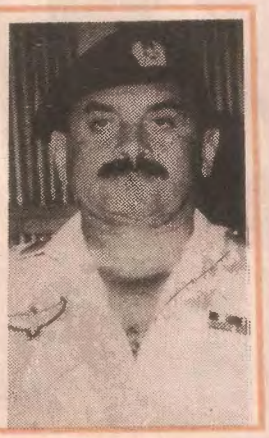

○ ..... وہ ہمیشہ کہتا میں وردی میں مرنا چاہتا ہوں

○ ..... بہن نے عجیب خواب دیکھا دیواروں پر سے لوگ ہی لوگ اتر رہے ہیں

○ ..... اور آخری چھلانگ انہیں زمین سے آسمان پر لے گئی

A Treasure of Rare Books

دیں۔ مسعود صاحب اسے بی جان کے پاس لے گئے۔ بچہ بی جان کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر بولا "اماں جی! مجھے ٹی ایم کی کہانیاں سنائیں"۔

ایک لڑکا ٹی ایم کی قبر کے سرہانے کھڑا تھا۔ شام ڈھلی تو پیلی حویلی پہنچ گیا اس کے بازوؤں پر جگہ جگہ ٹی ایم کھدا ہوا تھا۔ استفسار پر بتایا کہ "میرا نام عاصم ہے بی اے میں پڑھتا ہوں۔ ٹی ایم میرے آئیڈیل تھے۔ فوج میں جانا تھا مگر میڈیکل میں ان فٹ تھا بعد میں کچھ ڈاکٹروں نے کہا تم ٹھیک ٹھاک ہو تو میں بہت دلبرداشتہ ہوا۔ ایسے میں' میں نے ٹی ایم کو خط لکھا مجھے بہت حیرت ہوئی کہ ٹی ایم نے میرے خط کا خود اپنے ہاتھوں سے جواب لکھا۔ حالانکہ ٹی ایم عید پر ایک دو لفظی پیغام گھر والوں کو بھیجا کرتے تھے۔

رعنا (بہن) نے شہادت سے ایک روز قبل عجیب خواب دیکھا تھا کہ ان کے گھر کی چھتوں پر اور دیواروں پر سے لوگ ہی لوگ اتر رہے ہیں اور ساری حویلی ان سے بھر گئی ہے۔ دوسری عجیب بات یہ ہوئی کہ 29 مئی کو شہادت والے دن ایک گملے میں بے شمار پھول نکلے ہوئے تھے حالانکہ اس پر پہلے دو یا تین پھول نکلتے تھے۔ ساڑھے نو بجے کے قریب سٹیشن کمانڈر راولپنڈی نے ان کے والد کو ٹی ایم کی شہادت کی خبر دی۔ ماں باپ کی دنیا ویران ہو گئی۔ گزشتہ نو سالوں میں چھوٹی میت چھوٹا جنازہ اور سب حادثاتی موت کا شکار ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ اتنا پیارا بیٹا بچھڑ گیا۔ ادھر دوسرے بھائی بریگیڈیئر

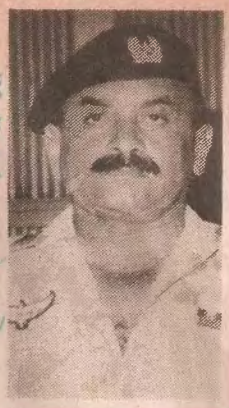

بھارت نے ان کے سر کی قیمت مقرر کر رکھی تھی ہندو فوج سب سے یہی پوچھتے رہے کہ ٹی ایم کہاں ہے؟

مسعود کو آفس میں خبر ملی وہ گھر والوں کو بتانے کے لئے الفاظ کا انتخاب کر رہے تھے مگر گھر پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ روح فرسا خبر جس کے لئے بریگیڈیئر مسعود الفاظ چن رہے تھے پہلے ہی قیامت ڈھا چکی تھی۔

گوجرانوالہ کے قریب راہوالی میں سول ایوی ایشن سکول کی پاسنگ آؤٹ پریڈ تھی ٹی ایم نے فری فال کرنی تھی۔ یہ مظاہرہ دیکھنے والوں میں مسز عفت محمود بھی تھیں۔ ٹی ایم نے دوسرے ڈرائیورز کے ساتھ چھلانگ لگائی مگر ان کا پیراشوٹ نہ کھل سکا 250 سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہ اصل مقام سے چھ سو گز دور زمین پر گرے۔ آخر وقت تک ان کی کوشش تھی کہ پیراشوٹ کھول لوں۔ مگر اتنی رفتار سے تو ان کا بچ جانا معجزہ ہوتا فانی زندگی کی قید سے آزاد ہو کر وہ ابدی زندگی کی راحتوں میں داخل ہو گئے۔

ٹی ایم فری فال کے ماسٹر تھے۔ مغربی رسالوں نے انہیں دنیا کا نمبر ون ڈائیور لکھا ہے۔ انہوں نے پاکستان میں اس فن کی ابتدا کی۔ انہوں نے ہر انداز سے اپنے آپ کو آزمایا۔ جمپنگ کٹ میں چھلانگ لگائی اور سویلین کپڑوں میں بھی۔ ایک بار ٹی ایم کاہیلی کاپٹر شمالی علاقوں کے برف پوش پہاڑوں کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ ان کی طبیعت مچلی اور انہوں نے بغیر پیراشوٹ کے 35 فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگا دی پھر کہنے لگے مزا نہیں آیا۔ دوسری دفعہ ہیلی کاپٹر کوئی سو فٹ تک بلند کیا گیا اور ٹی ایم نے پھر چھلانگ لگائی۔ اس بار ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ کافی دن تک سی ایم ایچ گلگت میں زیر علاج رہے۔ اب تک وہ 592 چھلانگیں لگا چکے تھے جن میں 192 فری فالز تھیں۔ یہ والی چھلانگ 193 ویں فری فال تھی۔ فری فال کے فوراً بعد انہوں نے دھواں چھوڑنے والا کلپ کھینچا اس کلپ کے لئے زور لگانا پڑا۔ پھر انہوں نے مطلوبہ بلندی پر پہنچ کر پیراشوٹ کھولنے کی کوشش کی مگر پیرا شوٹ ان کے جسم سے لپ گیا پھر انہوں نے ایمرجنسی پیرا شوٹ کھولنے کی کوشش کی مگر ہینڈل سے بھرپور زور آزمائی کے باوجود ایمرجنسی پیراشوٹ نہیں کھلا۔ ٹی ایم نے زمین پر گرتے وقت تک اپنے ہوش و حواس کو قابو میں رکھا۔ چھلانگ لگانے والا جب پیراشوٹ کے ہمراہ زمین کو چھوتا ہے تو

الحسن الیکٹرونکس اینڈ گیم مرکز
سیل اینڈ سروس اور خرید و فروخت
آپ کی خدمت کیلئے صبح دس بجے سے رات آٹھ بجے تک
33 آر رفیع پلازہ گراؤنڈ فلور ہال روڈ لاہور
فون 7323729
تعلیم کے ساتھ ساتھ ذہنی تفریح کیلئے
وی سی آر'
وی سی پی'
ٹی وی ریموٹ
کنٹرول واک مین
اور بچوں کیلئے
ویڈیو گیمز کی
تمام ورائٹی' اٹاری
نائن ٹینڈو
سیگا میگا ڈرائیو
اور سپر نائن ٹینڈو
اور ان کی کیسٹ
کی تبدیلی کی سہولت

Treasure Of Rare Books

تحریر و ترتیب: فریحہ عرفان

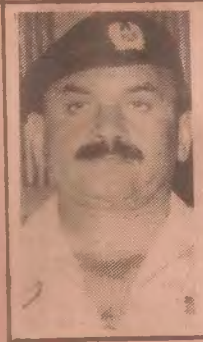

دلوں اور کتابوں پر ہمیشہ زندہ رہے گا

انہیں فوجی قواعد میں خصوصی ترمیم کر کے بریگیڈئر بنایا گیا۔

اس کے کندھوں اور بازوؤں کا رخ معمولی سا بائیں طرف ہوتا ہے۔ ٹی ایم کے قدم جب زمین پر لگے تو اس وقت ان کی رفتار کوئی 250 میل فی گھنٹہ تھی۔

اس کے باوجود انہوں نے اپنے جسم کو اسی پوزیشن میں رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ وہ بائیں جانب گرے اور اس کے بعد ان کا جسم منہ کے بل زمین بوس ہو گیا۔ یوں ایک عہد ایک دور اپنے اختتام کو پہنچا۔

29 مئی گیارہ بجے کے لگ بھگ دو ہیلی کاپٹر دھمیال میں پر اترے ٹی ایم جو تین ہزار فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانے کا قابل فخر ریکارڈ قائم کر چکا تھا پہلی بار اپنے پاؤں چل کر نہ اتر سکا۔ افسران نے سلامی دی۔ اگلے روز 30 مئی 1989ء علی الصبح ٹائیگر محمود شہید کا تابوت حویلی میں داخل ہوا تو آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ نہ سنائی دیا۔ آج پنڈی شہر کا واحد المیہ اور شاید اب تک کا سب سے بڑا المیہ یہی تھا۔ بلندیوں میں کرتب دکھانے والا بلندیوں کی طرف پرواز کر گیا تھا۔ آٹھ بجے جنازہ اٹھا ہر چہرہ سوگوار، ہر آنکھ اشکبار دل غم سے پھٹ رہے تھے۔ گارڈن کالج کی پرانی لیکن باوقار عمارت ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھ رہی تھی۔ شاہ صاحب کے خاندان کی اس کالج سے بڑی یادیں وابستہ تھیں۔ کالج کی وسیع گراؤنڈ میں جہاں کبھی لوگ طارق کے خوبصورت کھیل پر تالیاں بجاتے تھے آج صف ماتم بچھی تھی۔ آج اسی گراؤنڈ میں طارق کا جسد خاکی پڑا ہوا تھا۔

نماز جنازہ کے بعد شہید کا جسد خاکی تابوت میں رکھا گیا۔ کمیٹی چوک میں تابوت توپ گاڑی میں رکھا گیا اور کمانڈوز اپنے باپ اپنے استاد اپنے دوست اور اپنے کمانڈر کو سوئے منزل لے چلے۔ عمارتوں پر خواتین اور بچے تھے۔ سڑک پر مرد تھے۔ کوئی آنکھ اس دن اشکبار نہیں ہوئی تھی۔ کمانڈوز نے اپنے شیر دل کمانڈر کا تابوت لحد میں اتارا جان لیوا خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر موت سے پنجہ آزمائی کرنے والے بہادر اور دلیر کمانڈوز کے صبر و ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور وہ آنسو جوان کی شان کے خلاف سمجھے جاتے تھے بہ نکلے تھوڑی ہی دیر میں آسمانوں کا شہزادہ زمین میں منوں مٹی تلے دب گیا۔ مگر یہ داستان زندہ ہے۔ یہ نہ ختم ہونے والی داستان ہے۔ ابھی بہت سے ٹائیگر آئیں گے۔ کردار بدل جائیں گے مگر داستان کبھی نہیں بدلے گی انشاء اللہ۔

بریگیڈئر سعد اللہ جان نے اپنی کتاب "مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش تک" میں لکھا ہے۔ "وہ اپنی زندگی میں ہی ایک لافانی تمثیلی کردار بن چکا ہے"۔ وہ ٹائیگر جو نہ صرف پاک فوج میں اپنی اعلیٰ پیشہ وارانہ صلاحیتوں اور بے مثل کارکردگی کی بنا پر روشن ستارہ تھے بلکہ پوری قوم کے دلوں میں اس طرح رچ بس گئے تھے کہ انہیں زندہ لیجنڈ کہا جانے لگا تھا۔ انہوں نے ایک کمانڈو کی حیثیت سے جرات و بہادری کے وہ بے مثل کارنامے سرانجام دیئے کہ بلاشبہ ٹائیگر اور سپرمین کہلائے جا سکتے ہیں۔ وہ پاک فوج کا حسن مسلمانوں کی عسکری روایات کا بانکپن تھے آج جب ہم ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو اپنے خوف ہمیں شرمندہ کروا دیتے ہیں۔ وہ جیئے تو زندگی کا سنگھار بن کر ہر پل اپنے ملک کے لئے وقف کر کے اللہ کو اپنے سینے سے لگا کر اور جب شہادت حاصل کی تو بھی وردی میں اور فرض کی ادائیگی کے دوران۔ یوں ابدی زندگی کی صورت میں وہ اوج ثریا حاصل کر لی کہ جس کی خواہش ہر انسان کو تڑپا تڑپا دیتی ہے۔

بریگیڈئر ٹی ایم کی داستان عزم ہمت اور بے خوفی کی داستان ہے دین اور وطن پرستی کی داستان ہے۔ یہ داستان زندہ ہے اسے زندہ رہنا ہے کیونکہ ابھی بہت سے ٹائیگر آتے ہیں کردار اور نام بھول جائیں گے مگر داستان کبھی نہیں بدلے گی۔

Latest and largest variety Unbeatable price. IBM CDs

FUTURE GAMES WORLD

Computer & Video Games

Sony Play station-Panasonic 3Do (Sega Saturn. Sega) Mega Drive, super nintendo family computer, cassettes and CDs available. Exchange your cassettes we are an established shop with thousands of satisfied customers.

Future Zone

Palace Arcade Opp Boby Shoes
Liberty, Lahore 5764245-5764246

KiranElectronic,

Hall Road 7220078-7230078

A Treasure Of Rare Books

آگہی کے گلاب

سمیرا کلثوم

سوا سات ہو چکے ہیں آپی ابھی تک نہیں آئیں، کہیں دیر ہی نہ ہو جائے سکول سے آج"..... ماریہ نے گردن پیچھے موڑ کر احمد سے کہا اور پھر خود ہی ہارن پر ہاتھ رکھ کر بولی!

"پاپا! خوب زور سے ہارن بجائیں" اور پاپا نے اس کا بھرپور ساتھ دیا..... نتیجتاً مسلسل آٹھ سیکنڈ تک ہارن بجنے پر سائرہ باہر نکلی تو دونوں بہن بھائیوں نے مصنوعی خفگی سے اس کا استقبال کیا۔

"تو کیا تم دونوں کا یہ ارادہ تھا کہ آج میں اپنی اتنی محنت سے تیار کر گئی "ڈبیٹ" گھر بھول آتی، بس اسے ڈھونڈتے ہی ذرا دیر ہو گئی" سائرہ نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

حسب معمول آج بھی پاپا گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بچوں کیساتھ خوشگوار باتوں میں مشغول تھے، یہ ان کی عادت تھی کہ بچوں کو باتوں باتوں میں بہت سی معلومات بھی دیتے رہتے اور آداب بھی سکھاتے رہتے۔

اس وقت پاپا محمود غزنوی کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے اس میں "ہراول دستے" کا ذکر آیا تو رشمہ جھٹ بول اٹھی "پاپا! ہراول دستہ، کیا ہوتا ہے"؟

"حیرت ہے رشمہ ساتویں کلاس میں ہونے کے باوجود تمہیں "ہراول دستے" کا نہیں پتہ" احمد نے واقعی حیرت سے کہا تو سائرہ نے فوراً اسے ٹوک دیا

"احمد! تم سے کتنی بار کہا ہے کہ بچے اگر کوئی سوال پوچھیں تو انہیں ٹوکا مت کرو۔ اس طرح سے ان کے سوال کرنے کی صلاحیت ماند پڑ جاتی ہے جو کہ ایک طرح سے ان کی "معلومات حاصل کرنے کی حس" کو ختم کر دیتی ہے" سائرہ نے بات ختم کی تو احمد نے کانوں کو ہاتھ لگائے..... "توبہ آپی! "ڈبیٹ" تو آپ نے یہیں کر لی"

سائرہ کے "کمنٹس" اور احمد کی توبہ سن کر پاپا بھی ایک لمحے کو مسکرا دیئے پھر انہوں نے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں کہا۔

"بیٹا! سائرہ بیٹی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے، جو بات معلوم نہ ہو، اسے پوچھ لینا بہتر ہوتا ہے، آپ کو چاہئے تھا کہ رشمہ کو ٹھیک سے سمجھا دیتے بجائے اس طرح حیرت کا اظہار کرنے کے یا پھر مذاق اڑانے کے..... بہتر ہوتا ہے کہ بچے کو درست بتا دیا جائے..... حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ "راستہ پوچھنے سے مت گھبراؤ، ورنہ راستہ بھول جاؤ گے"

"میں سمجھ گیا پاپا! آئندہ خیال رکھوں گا" احمد نے پوری سنجیدگی سے کہا تو رشمہ فوراً بولی

"اچھا بھائی! اب بتائیے کہ "ہراول دستہ" کیا ہوتا ہے۔ احمد نے فوراً تیزی کیساتھ جواب دیا "فوج کے دستوں میں سے سب سے اگلے والا دستہ"

اس تیزی پر پاپا اور سائرہ کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا لیکن اگلے سین پر حیرت و اداسی نے انہیں ایسے گھیرا کہ وہ مسکرانا بھی بھول گئے، آگے روڈ پر بہت سے لوگ جمع تھے، سڑک پر خون بکھرا پڑا تھا اور دائیں سائیڈ پر ایک سائیکل کھڑی تھی جبکہ لوگوں کے گھیراؤ میں ایک آدمی کی لاش بھی نظر آ رہی تھی، پاپا نے گاڑی ایک سائیڈ پر کھڑی کی تاکہ حادثے کا پتہ چلائیں تھوڑی دیر کے بعد چہرے پر سنجیدگی اور افسوس کا پرتو لیئے وہ واپس آئے اور بتایا کہ سائیکل سوار کو ویگن ٹکر مار گئی ہے، بیچارا وہیں مر گیا۔

یہ غریب آدمی گھر سے مزدوری کیلئے نکلا ہو گا اور ویگن ڈرائیور کی بے حسی دیکھو، رکا بھی نہیں، دیکھے کہ اس میں زندگی کی کوئی سانس باقی بھی بچی ہے یا نہیں" احمد نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس پر افسوس بھی کیا لیکن سائرہ بالکل خاموش بیٹھی رہی کہ حساس سائرہ نے یہ سین زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، درد، کرب اور دکھ کا گہرا درد اس کے اندر تک پھیل گیا تھا۔ وہ اس اندوہناک حادثے پر حد سے زیادہ دباؤ کا شکار ہو گئی تھی، اسے پتہ بھی نہ چلا کہ کب احمد اور رشمہ اپنے سکول آنے پر اتر چکے ہیں۔

"سائرہ بیٹے! کیا ہوا آپ چپ کیوں ہو گئیں" اسے پاپا کی آواز سنائی دی تو وہ چونک اٹھی۔ اس کے دماغ میں ابھی تک آندھیاں سی چل رہی تھیں، وہ بیچارا بے بس انسان کتنی

A Treasure Of Pak Books

بے بسی کی موت مر گیا' اس کی زندگی کی قدر کیوں نہ کی کسی نے" یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے..... "پاپا! میں سوچ رہی ہوں کہ وہ بھی کسی کا بھائی ہو گا' باپ ہو گا' کسی کا بیٹا ہو گا۔ اس کے گھر والوں کا کیا حشر ہو گا" وہ اپنی رندھتی آواز پر قابو نہ پا سکی تھی۔

بیٹا! آپ پریشان نہ ہوں" انہوں نے گاڑی "کالج روڈ" پر موڑتے ہوئے کہا" یہ میری حساس سی بیٹی کیا جانے' ایسے کتنے حادثات دیکھتی ہیں میری یہ آنکھیں' لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں ماسوائے یہ سب کچھ دیکھیں اور پھر بھول جائیں۔ ورنہ زندگی کیسے گزرے" کالج آ چکا تھا سائرہ ذہن و دل پر بوجھ لئے نیچے اتری تو پاپا نے اسے پھر سمجھایا!

"بیٹا..... اب بالکل بھی اپ سیٹ نہیں ہونا آپ نے' آج آپ کی "ڈبیٹ" ہے نا' آپ کا پرائز فرسٹ ہونا چاہئے..... انہوں نے پیار سے اس کے گال تھپتھپائے اور گاڑی میں بیٹھ گئے کہ اگر وہ کچھ دیر اور اس کے پاس رکتے تو وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکتی اور پاپا کا فلسفہ یہ تھا کہ بچوں کو زندگی کی حقیقتیں قبول کرنے اور ان کا سامنا کرنے کیلئے مضبوط ہونا چاہئے کیونکہ آخر کار زندگی پھولوں کی سیج تو نہیں' کالج میں سائرہ سخت ڈیپریشن کا شکار رہی' وہ نہ صرف یہ کہ کوئی پیریڈ توجہ سے اٹینڈ نہ کر سکی' بلکہ اس نے تقریروں کے مقابلے میں بھی حصہ نہ لیا' اور پھر گھر آ کے بھی اس کی حالت نہ سنبھلی' امی اس کی حالت پر حیران ہوئی جا رہی تھیں' آخر شام کو پاپا آئے تو انہوں نے اسے زندگی کی مختلف حقیقتیں سمجھانے کی کوشش کی' امی احمد اور رشمہ بھی مسلسل اس کی "برین واشنگ" کرتے رہے اور پھر کہیں ایک ہفتے کے بعد اس کی حالت ٹھیک ہوئی'

زندگی پھر اسی خوشگوار موڑ پر آ گئی تھی صبح و شام پھر "کاشانہ نور" میں قہقہے گونجنے لگے لیکن زندگی تو دکھ سکھ کے سنگم کا نام ہے نا..... کہ کبھی سکھ اور کبھی دکھ..... سو اس سہ پہر کو لان میں چائے پیتے ہوئے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس گھر میں دکھوں کا اندھیرا چھانے والا ہے' اس دن سب خوب انجوائے کر رہے تھے' ویک اینڈ تھا سو پاپا بھی سب کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے سائرہ اور احمد کی نوک جھونک جاری تھی' پاپا بھی ان کیساتھ تھے کبھی سائرہ کی سائیڈ لیتے اور کبھی احمد کی..... سب خوب قہقہے لگا رہے تھے کہ شرفو (نوکر) نے آ کر بتایا کہ ان کے باس کا فون ہے' فون سننے کے بعد پاپا نے بتایا کہ "آفس ورک کے سلسلے میں باس نے انہیں گھر میں بلایا ہے یہ کہہ کر انہوں نے ہاتھ ہلایا اور خدا حافظ کہتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئے۔

احمد مغرب کی نماز ادا کر کے ابھی آیا ہی تھا کہ فون کی بیل ہوئی امی اور سائرہ ابھی جائے نماز پر ہی تھیں' سو اس نے آگے بڑھ کر فون ریسیو کیا' جو کچھ اس نے سنا' اس کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے' ریسیور چھوٹ کر پرے جا گرا..... اور پھر اس بری خبر سے سب باخبر ہو گئے کہ پاپا باس کے گھر جاتے ہوئے راستے میں ہی ایکسیڈنٹ سے.....

"کاشانہ نور" پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی' سائرہ کو سکتہ ہو گیا تھا اور اس کیلئے ڈاکٹر کو بلوانا پڑا' امی کی چیخیں اور احمد کی آہ و بکا' اور رشمہ کا بلکنا بھی پاپا کو واپس نہ لا سکا' کہ جانے والے لوٹ کر کب آتے ہیں۔ زندگی میں پیار و محبت اور شفقتوں کے جو رشتے ٹوٹ جائیں' انسان ساری زندگی ان کے جڑنے کی امید تو رکھتا ہے نا لیکن جو رشتے چھوٹ جائیں وہ انسان کو تہی داماں کر دیتے ہیں اور ایک نہ ختم ہونے والی حیرت اور غم کے صحرا میں چھوڑ دیتے ہیں انسان کو لیکن وقت کبھی نہیں رکتا..... سو وقت سائرہ کیلئے بھی نہ رکا' نہ معصوم رشمہ کی التجائیں ہی اسے موم کر سکیں' احمد کے قہقہے تو لگتا تھا جیسے کوئی چرا کر لے گیا ہے۔

پاپا کو گئے ہوئے چار ماہ گزر گئے تھے' اب آہستہ آہستہ سب زندگی کی طرف لوٹ رہے تھے' دل سے نہ سہی' اوپر اوپر سے سہی لیکن زندہ تو رہنا تھا نا..... احمد نے آہستہ آہستہ اپنے قہقہوں کو کھوجنا شروع کر دیا تھا' امی کیلئے اور بہنوں کیلئے رشمہ کو امی نے اپنی محبتوں اور شفقتوں سے اتنا حوصلہ دیا کہ وہ نارمل ہو سکے جبکہ سائرہ کو نہ امی کی چاہتیں زندگی کی رونقیں دے سکیں اور نہ ہی احمد کی زندہ دلی۔ اسے ساری دنیا سے وحشت ہونے لگی تھی' اسے کچھ بھی اچھا نہ لگتا تھا' وہ زیادہ تر خاموش رہتی یا پھر اپنی کتابوں میں مگن..... اور یا پھر خلا میں گھورتی رہتی..... امی کو اس بات کا از حد صدمہ تھا وہ ہر طرح سے اسے سمجھاتیں لیکن وہ ہر دلیل کے جواب میں سپاٹ چہرے کے ساتھ آنکھوں میں آنسو لئے یہی کہتی۔

"کیوں! ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا' اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا ہمارے ساتھ..... انہوں نے ہمارے پاپا کیوں چھین لئے ہم سب سے..... کیا انہیں نہیں پتہ تھا کہ ہم پاپا کے بغیر....." اور ساتھ ہی بلک بلک کر رونا شروع کر دیتی.....

اور امی سرد آہ بھر کر ڈبڈباتی آنکھوں کیساتھ سوچنا شروع کر دیتیں کہ "کیا بنے گا سائرہ کا"

پھر ایک روز ماہ رخ باجی امید کی کرن بن کر آ گئیں جو چند دن پہلے ہی اپنے ایم اے فلسفہ کے امتحان سے فارغ ہوئی تھیں اور اب وہ اسلام آباد سے سائرہ کے گھر آ رہی تھیں۔ وہ سائرہ کی بڑی خالہ کی بیٹی تھیں' بہت ذہین اور سمجھدار تھیں' سائرہ کی امی نے بڑی امید سے انہیں اپنے ہاں بلایا تھا

شاید کہ یہ سائرہ کے دل کو حقیقت قبول کرنا سکھا دیں۔ کہ دل جب حقیقت پر جم جاتا ہے تو کبھی غیر مطمئن نہیں ہوتا۔

ماہ رخ باجی کے آنے سے سب ذرا ذرا بہل گئے تھے' لیکن سائرہ کی اداسیاں وہیں تھیں' اس کے دل میں جو گرہ تھی وہ کھلتی تو مطمئن ہوتی نا وہ..... دراصل انسانوں سے شکوہ ہو تو انسان اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے' حوصلہ مانگتا ہے' لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو دل سے قبول نہ کیا جائے تو پھر انسان ایسا مضطرب ہوتا ہے کہ نہ کسی سے حوصلہ مانگ سکتا ہے نہ اطمینان۔ وہ اب بھی نماز پڑھتی تھی لیکن دعا کیلئے اس کے ہاتھ نہیں اٹھتے تھے کہ وہ یہی سوچتی! پاپا! آپ تو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتے ہیں' یہ کیسی محبت ہے ان کی..... کہ انہوں نے ہم سے آپ کو چھین لیا" وہ بھیگی آنکھوں کیساتھ جائے نماز سے اٹھتی..... اور ایک دن باتوں باتوں میں ماہ رخ باجی نے سائرہ سے پوچھ ہی لیا۔

"سائرہ تم دعا کیوں نہیں مانگتی آخر؟.....

"اس لئے کہ سب دعائیں تو قبول نہیں ہوتیں نا" اس نے انتہائی مایوسی کے عالم میں جواب دیا۔

"سائرہ ڈیئر! جو دعائیں قبول نہیں ہوتیں' وہ آخرت میں کام آتی ہیں" انہوں نے ملائمت سے کہا اور پھر بولیں۔

"خلیل جبران کا کہنا ہے کہ وہ ہاتھ جو دعا کیلئے نہیں اٹھتے وہ اس صحرا کی مانند ہوتے ہیں جن پر سے رحمت کے بادل بن برسے گزر جاتے ہیں"

"جب پاپا نہیں رہے تو پھر کسی رحمت کی مجھے کیا ضرورت" اس نے پھر الجھے ہوئے لہجے میں کہا تو ماہ رخ باجی نے بڑے دکھ کیساتھ اس کی طرف دیکھا اور بولیں!

"تم نہیں جانتیں سائرہ! کہ ہمیں اللہ کی رحمتوں کی بے شمار ضرورت رہتی ہے اور اب بھی ہم ان کی رحمتوں کے طفیل ہی زندگی گزار رہے ہیں" سائرہ کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ اس کے ذہن نے کسی بات کو قبول نہیں کیا لیکن ماہ رخ باجی بھی دل میں پکا ارادہ کر چکی تھیں کہ وہ اسے اس منفی سوچ کے ظالم بھنور سے نکال کر ہی دم لیں گی..... اور اس رات انہوں نے نماز کے بعد سچے دل سے سائرہ کیلئے دعا کی تھی کہ یا الٰہی! انسان ہر طرف سے مشکلات میں گھرا ہوا بھی ہو تو محض تیری رحمت کی امید کا دامن اس کے ہاتھ میں ہو تو راستوں کا

پیارے بھائی
سلام مسنون
پھول ملا۔
دیکھا۔ کھلے ہوئے پھول کو دیکھ کر ہی
بیماریوں کا مارا ہوا وجود خود کھل گیا ہوں۔
آپ کا' تمام عملے کا اور تمام ان بچوں کا
شکریہ جنہوں نے گھر آ کر میری خیریت

دریافت کی۔ انٹرویو کیا۔
آپ سب کے لئے میری دعائیں
میری نیک خواہشات
میرے جذبات تشکر
آپ کا۔ سب کا

(میرزا ادیب)

اندھیرا روشنی میں بدل جایا کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان تیری رحمت کی امید کا دامن چھوڑ دے تو پھر زندگانی میں ماسوائے اندھیروں کے کچھ باقی نہیں رہتا..... یا اللہ! سائرہ کو حقیقت سمجھا دے' اس کے دل میں پیوست وسوسوں کا کانٹا نکال دے"

اگلے روز وہ سب کو زبردستی پارک لے گئی تھیں' وہ وہاں بیٹھے آئس کریم کھانے کیساتھ ساتھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے' رشمہ اپنی نئی ٹیچر کے بارے میں ان کی تعریفیں کر رہی تھی جبکہ احمد اور امی نہ صرف اسے سن رہے تھے بلکہ اس کے سکول کے بارے میں اور ادھر ادھر کی باتیں بھی ہو رہی تھیں" جبکہ سائرہ ایک طرف بیٹھی خاموشی سے پارک کے کونے میں گھور رہی تھیں' ماہ رخ باجی کی نظر اس پر پڑی تو ان کا دل کٹ کر رہ گیا' کچھ سوچتے ہوئے وہ قدرے اونچی آواز میں بولیں "سائرہ! یہ آئس کریم'..... انہوں نے اس کی پگھلتی ہوئی آئس کریم کی طرف اشارہ کیا تو وہ چونک اٹھی۔

"میں یہ نہیں کھا سکتی"

"کیوں - کیا گلا خراب ہے" انہوں نے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی - لیکن وہ گلوگیر آواز میں بولی

"آئس کریم کھانے کا مزہ تو پاپا کیساتھ ہی آتا تھا نا" ساتھ ہی اس کے آنسو لڑھک کر گالوں پر آ رہے - امی اور احمد کیساتھ رشمہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی' اس سے پہلے کہ ماحول مزید سوگوار ہوتا وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں'

"چلو ذرا میرے ساتھ - آنٹی ہم ابھی آئے"

وہ تینوں کو حیرت زدہ چھوڑ کر سائرہ کو اپنے ساتھ پارک کے اسی کونے تک لے گئیں جہاں سائرہ گھور رہی تھی کہ وہاں گزشتہ دنوں آنے والی آندھی سے ایک بڑا درخت گر گیا تھا۔ لیکن وہ بائیں سائیڈ پر اس طرح سے گرا تھا کہ اس کے نیچے لگی ہوئی پنیری' یعنی چھوٹی چھوٹی گھاس' ننھے سے پودے اور ان پر لگے نازک سے پھول بالکل صحیح حالت میں تھے - وہ سائرہ کو قریب بینچ پر بٹھا کر گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ آئس کریم لئے اس کے قریب آئیں۔

"یہ لو - کھاؤ اسے" وہ اس کا دھیان ہر صورت میں پاپا کے خیالات سے ہٹانا چاہ رہی تھیں' اس کے انکار کے باوجود اس نے چمچ اس کے منہ میں ٹھونس دیا - اور پھر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"سائرہ! یہ درخت دیکھا ہے نا تم نے - دیکھو اتنا مضبوط ہونے کے باوجود یہ گر گیا ہے حالانکہ اس کے نیچے اس کے سائے تلے پودوں کو اس کی چھاؤں کی کتنی ضرورت تھی" "حیرت ہے باجی! کوئی اور درخت کیوں نہیں گرا آندھی سے" "اوہو! بھئی یہ سب اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں ہیں' تم نجانے کیوں نہیں سمجھتیں" انہوں نے ننھے پودوں کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تو سائرہ گہری اداسی سے بولی!

"ماہ رخ باجی! یہ گھاس اور نازک سے پودے تو اس درخت کے سائے کے بغیر سوکھ جائیں گے نا"

"نہیں سائرہ ڈیئر! یہ کبھی نہیں سوکھیں گے اس لئے کہ جس نے جب تک زندہ رہنا ہے' وہ رہے گا۔ اور پھر ان کے زندہ رہنے' پھلنے پھولنے اور بڑھنے کا اصل ذمہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے" یہ درخت بھی تو ان کے حکم سے گرا ہے اور یہ نازک سے پودے بھی ان کی رحمت سے زندہ رہیں گے" انہوں نے ایک نظر سائرہ کے چہرے پر ڈال کر اس کی سوچ کا اندازہ لگانے کی کوشش کی' وہ بڑے انہماک سے آئس کریم کھاتی ہوئی ان کی باتوں پر غور کر رہی تھی..... "تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ برف تھوڑی سی پگھلی ہے" انہوں نے بھی سانس لیتے ہوئے سوچا۔ اگلی رات چاند کی چودھویں تاریخ تھی' سائرہ کی طرح انہیں بھی چاندنی رات میں چاند کو دیکھنا بہت پسند تھا' "ماہ رخ باجی! آیئے باہر لان میں چلیں" اس نے خلیل جبران کی بک پڑھنے میں مشغول ماہ رخ باجی سے کہا تو وہ بولیں "تم چلو میں کچھ دیر بعد آتی ہوں"

آخر والے صفحات پڑھ کر وہ لان میں آئیں تو سائرہ ایزل لگائے چاند کی پینٹنگ میں مصروف تھی..... اس کو سمجھانے کا ایک زبردست نکتہ ان کے ہاتھ لگا تھا۔ "سائرہ! وہ قریب آ کر بولیں تو وہ چونک اٹھی..... "یہ کیوں پینٹ کر رہی ہو"

"باجی! یہ چاند تاروں سے سجا آسمان کتنا حسین لگتا ہے نا دل چاہتا ہے کہ اسے کینوس پر منتقل کر لوں" سائرہ کی آنکھوں کی اداسی ابھی بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں سائرہ! اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ایک ایک شے حسین ہے' ان کی تخلیق میں سے انسان کوئی نقص نہیں نکال سکتا' یہ چاند' سورج' بلکہ ایک ایک پتا' پھول اپنی جگہ پر اتنا مکمل ہے کہ ہم اس میں واقعی کوئی نقص نہیں تلاش کر سکتے"

"ہاں واقعی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں" سائرہ نے تائید کرتے ہوئے کہا"

"لیکن سائرہ! کچھ ستارے ٹوٹ بھی تو جایا کرتے ہیں اور ہم اسے بھی غلط نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ جس خدا کی تخلیق کردہ ایک ایک چیز اتنی مکمل ہے اور جس کی کائنات میں اتنا تسلسل' نظم و ضبط' اتنا حسن اور اتنا دھم ہے' اس خدا کے کاموں کو بلکہ کسی بھی کام کو ہم کیسے غلط کہہ یا سمجھ سکتے ہیں"

سائرہ حیرت کیساتھ انہیں تک رہی تھی' اسے خاموش پا کر وہ پھر گویا ہوئیں۔

"سائرہ! یہ برش میں نے ہی تمہیں گفٹ کئے تھے نا" وہ ایک برش کو ہاتھ میں لیتے ہوئے بولیں

"ہاں جی! بالکل - ("لہجے میں وہی الجھنیں اب بھی تھیں) "ایک بات کہوں - یہ برش مجھے واپس دیدو' مائینڈ تو نہیں کرو گی" انہوں نے ایک اور برش اٹھاتے ہوئے کہا تو سائرہ نے پہلے تو اپنی آدھی نامکمل پینٹنگ کی طرف دیکھا پھر بولی۔

"ظاہر ہے باجی! آپ ہی نے تو دیئے تھے' واپس لے لیں گی تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے' جب چاہیں لے لیں" "تو کیا تم اپ سیٹ نہیں ہو جاؤ گی۔ میری اس طرح واپس لینے سے" انہوں نے اسے گہری نظر سے دیکھا "لیں بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ظاہر ہے آپ کی چیز ہے' میں بھلا کیوں اپ سیٹ ہونے لگی" اس نے پھر ایک نظر اپنی پینٹنگ پر ڈالی۔ کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد ماہ رخ باجی پھر بولیں۔

سائرہ! سوچ رہی ہوں میرے برش واپس لینے پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوا - پاپا بھی تو اللہ تعالیٰ کی امانت تھے نا..... انہوں نے تم سے واپس لے لئے تو تمہارے ذہن میں اتنی ناراضگی' اتنی الجھنیں کیوں..... "؟؟؟

سائرہ ان کی اس بات سے بری طرح چونک اٹھی تھی لیکن ماہ رخ باجی اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اندر چلی گئیں تھیں۔

سائرہ نے خود کو لان میں پڑی کرسی پر گرا لیا تھا' "ماہ رخ باجی کیا کہہ گئی ہیں مجھ سے" اس نے حیرت سے سوچا اور ایک بار پھر آسمان کی جانب تکنے لگی کہ ماہ رخ باجی کی بات سیدھی اس کے دل میں اتر گئی تھیں۔ "ہاں ٹھیک ہی تو کہتی ہیں باجی! جب اس خدا کی ایک ایک شے اتنی مکمل اور خوبصورت ہے تو پھر ٹوٹے ہوئے تاروں پر اس کی قدرت پر اعتراض کیوں....." اس نے سوچا - مزید سوچا اور حقیقت روشنی بن کر اس کے دل میں آپوں آپ ہی اترتی چلی گئی۔ "یہ چاند' اتنے داغوں کیساتھ بھی کتنا حسین ہے' یہ داغ بھی تو اسی خدا کی تخلیق ہیں..... پھر اس نے لان کے اردگرد خاموش درختوں پر نظر دوڑائی..... بہار آنے کی وجہ سے ان پر سے نازک نازک سی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں' ہاں اللہ تعالیٰ کو تو یہ بھی پتہ ہے کہ کس درخت کی کون سی کونپل کہاں سے پھوٹنی ہے' کوئی بھی تو ایسا درخت نہیں کہ جس پر بہار کی آمد پر کونپلیں نہ پھوٹی ہوں..... ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کو تو ہر چیز کا خیال ہے..... تو پھر وہ ہمیں کیوں بے یار و مددگار چھوڑنے لگے" پھر اس کی آنکھوں سے پاپا کو یاد کر کے آنسو بہنے لگے لیکن اب کی بار یہ آنسو ندامت کے آنسو تھے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کیساتھ ساتھ پاپا کی روح کو بھی تکلیف پہنچائی۔ "یا الٰہی! مجھے معاف فرمانا' میں بھول گئی تھی' میں بھٹک گئی تھی" اس نے آنسو بہاتے ہوئے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

جوں جوں آنسو بہتے رہے اس کے ذہن اور دل کی تمام الجھنیں زائل ہوتی گئیں..... آخر اس نے حقیقت کو پا ہی لیا تھا کہ خالق کے کاموں پر مخلوق کا اعتراض انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کہ جس کی بنائی ہوئی چیونٹی بھی اتنے مکینیکل انداز میں حرکت کرتی ہے اور دماغ رکھتی ہے۔ اس کے کاموں میں بھلا کیا نقص....."

تہجد کے وقت اذان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی اس نے مسکراتے ہوئے یہ خوبصورت آواز دل میں اتاری اور پھر اس نے ایک نظر لان پر ڈالی' رات کی رانی کی خوشبو اور درختوں کی نئی کونپلوں کی خوشبو ہر سو پھیلی ہوئی تھی' اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر وضو کرنے اندر چلی گئی کہ اب اس کے اپنے اندر بھی آگہی کے گلاب مہک رہے تھے' جن کی خوشبو نے اسے حقیقت کی راہ میں سمجھا رہی تھی اور یہ بات بھی کہ "وہ عطا بھی عطا..... اور تو خطا بھی خطا....."

انسان ہو یا چیونٹی

خدا کو اپنی ساری مخلوق سے ہی پیار ہے

تحریر: نیاز عاصف

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت سلیمانؑ رحمت باراں کیلئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دعا کیلئے نکلے۔ حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عطا کر رکھا تھا کہ وہ ہر چرند پرند حتیٰ کہ جنوں کی زبان بھی سمجھتے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ ایک جگہ چیونٹیوں کا بڑا سا اکٹھ ہے۔ وہ مل کر خدا سے التجا کر رہی تھیں!

"اے ہمارے پروردگار ہم کمزور چیونٹیاں تیری مخلوق ہیں اور تو ہی ہمارا بھی رازق ہے۔ اپنے بندوں کے گناہوں کی وجہ سے ہمیں بارش سے محروم نہ رکھ تو ہمیں سیراب فرمادے یا پھر ہلاک کر دے۔"

حضرت سلیمانؑ نے یہ سنا تو لوگوں کو واپس لوٹ جانے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ چیونٹیوں کی دعا قبول ہو گئی ہے اور تم لوگ ان کی وجہ سے سیراب ہو گئے ہو!

جی ہاں!! اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی تمام مخلوق ہی اسے بہت پیاری ہے وہ سب کی سنتا ہے۔ اس وقت جب اس نے ہزاروں سال پہلے قحط سالی میں انسانوں کے مقابلے میں ہمارا ساتھ دیا تو ہمارا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ کیونکہ انسانوں کا اور ہمارا ناطہ بہت ہی پرانا ہے۔ یہ جان پہچان اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ پرانی ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب انسان اور ہم اکٹھے ہی پہاڑوں میں بل اور غار بنا کر رہا کرتے تھے۔ لیکن انسان نے ترقی کرتے کرتے غاروں سے نکل کر محلوں، بنگلوں اور کوٹھیوں میں آن بسیرا کیا اور اپنی ترقی پر اتنا مغرور ہو گیا کہ اب وہ ماضی کے ہمسائیوں کو بھول گیا اور ہمیں خدا کی مخلوق ہی ماننے سے انکاری ہے۔ چلتے وقت منہ اوپر اٹھا کر ہماری برادری کو پاؤں تلے کچل کر گزر جاتا ہے حالانکہ خدا نے قرآن پاک میں واضح ارشاد فرمایا ہے "زمین پر اکڑ کر مت چلو" لیکن بد مستی اور سرشاری میں اسے تو کسی بات پر غور کرنے کی فرصت ہی نہیں۔ ہماری مختلف نسلیں ہوتی ہیں، مثلاً سرخ، سفید، بھوری اور سیاہ، ہمارے رنگ موسمی اثرات کے تابع ہوتے ہیں جس ملک کی جیسی آب و ہوا ہو ویسا ہی ہمارا طرز زندگی ہوتا ہے۔ ہم گرمیوں میں سردیوں کے لئے اپنی خوراک ذخیرہ کر لیتی ہیں ذخیرہ کرتے وقت خوراک کے بڑے دانوں کو ہم

Article Of Rare Books

مل کر دو یا تین حصوں میں تقسیم کر دیتی ہیں تاکہ سالم دانہ نمی سے اگنے کے قابل نہ رہے۔ ہم اپنے گھر اونچی جگہوں پر تعمیر کرتی ہیں تاکہ سیلاب سے محفوظ رہیں اور ہماری خوراک بھی ضائع ہونے سے بچی رہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنی سمجھداری ہم میں کیسے آگئی تو دوستو! یہ تو خدا کی مرضی ہے وہ کس کو کیا دیتا ہے۔ اس معاملے میں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

انسان نے تو اتنی مدت کے بعد اب خود کو ترقی یافتہ کہلانا شروع کیا ہے اور اپنے گھروں میں مختلف ڈیزائن کے کمرے بنا کر ان کے مختلف نام رکھ رہا ہے لیکن ہم شروع دن سے ہی اپنے گھروں میں کئی قسم کے کمرے بناتی ہیں ان میں آرام کے کمرے الگ اور کام کرنے کے لئے کمرے الگ ہوتے ہیں اس کے

سیلاب سے بچنے کیلئے اونچی جگہوں پر گھر تعمیر کرتی ہیں

حضرت سلیمان رضؓ نے کہا چیونٹیوں کی دعا قبول ہوگئی ہے

علاوہ ایک بڑا ہال بھی تعمیر کرتی ہیں جس کا نام مشاورتی ہال ہوتا ہے۔ اس میں گاہے بگاہے ہمارے اجلاس بلائے جاتے ہیں اور مختلف فیصلے کئے جاتے ہیں۔ فیصلے کرنے والے بورڈ کو مشاورتی بورڈ کا نام دیا جاتا ہے۔

تقسیم کار کے لحاظ سے ہمارے کئی طبقے ہوتے ہیں۔ ہماری سربراہ ایک ملکہ ہوتی ہے جو باقی چیونٹیوں کے ذمے کام لگاتی ہے۔ کام مکمل نہ کرنے کی صورت میں انہیں سزا سناتی ہے۔ اس کے بعد انتظامیہ ہوتی ہے جو ہمارے پہرے اور حفاظت کے کام سرانجام دیتی ہے۔ ہم میں سب سے زیادہ مزدور طبقہ ہوتا ہے جو تمام کام بخیر و خوبی انجام دیتا ہے۔

ہمارے چھوٹے سے جسم میں حواس خمسہ مکمل طور پر پائے جاتے ہیں۔ ہمارے چار جبڑے ہوتے ہیں۔ آٹھ ٹانگیں، انتڑیاں اور ایک دم بھی ہوتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہماری دم میں چھوٹا سا ڈنگ بھی ہوتا ہے جسے ہم گاہے بگاہے انسانوں اور دوسرے تنگ کرنے والوں پر آزماتی رہتی ہیں۔ ڈنگ کے ساتھ ہی زہر کی ایک تھیلی بھی ہوتی ہے جو ڈنگ کو زہریلا بناتی ہے تاکہ دشمن کو تکلیف اور درد پہنچے۔

سانس لینے کے لئے ہمارے پہلو میں دو سوراخ ہوتے ہیں جو ہمارے سونگھنے کے عمل کو تیز بناتے ہیں۔ ہماری ایک آنکھ کی روشنی اس قدر تیز ہوتی ہے کہ انسانی دو سو آنکھوں کا مجموعہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہماری قوت حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ بارش کے آنے سے قبل ہی ہمیں اس کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے۔

آنکھ کی روشنی انسانی 200 سو آنکھوں کے مجموعے سے بھی زیادہ ہوتی ہے

ہر کام کیلئے الگ الگ کمرے بناتی ہیں

انسان مغرور ہو کر ماضی کے ہمسائیوں کو بھول گیا ہے

ہمیں بارش کے آنے سے قبل ہی اس کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے

انسانوں نے آواز کو سن لیا ہے مگر ابھی سمجھ نہیں پائے

گرمی کے موسم میں سردی کیلئے خوراک ذخیرہ کر لیتی ہیں

عقل انسانی نے اگرچہ اب اتنی ترقی کر لی ہے کہ اس نے سائنسی آلات کے ذریعے ہماری آواز تو سن لی ہے اور ممکن ہے اس نے اسے ریکارڈ بھی کر لیا ہو لیکن ابھی تک وہ اسے سمجھ نہیں سکا ہے۔

ہم اگرچہ جسم کے لحاظ سے انتہائی غیر اہم اور چھوٹی مخلوق ہیں لیکن دراصل خالق کائنات کی تخلیق کا منہ بولتا شاہکار ہیں۔ ہم خدا کی ہر لحہ شکر گزار رہتی ہیں جس نے ہمیں عقل و فہم ودیعت کی کہ ہم انتہائی غیر اہم اور چھوٹی ہوتے ہوئے بھی اپنے اچھے اور برے میں تمیز کر سکتی ہیں۔ پاک ہے وہ خدا جس نے کائنات کو بنایا اور پھر اس میں زندہ رہنے والوں کے رزق کا ذمہ اپنے ذمے لے لیا۔

A Treasure of Rare Books

پھول کلب کوئٹہ کے زیر اہتمام

پھول کلب کوئٹہ کی تقریب

اہتمام = طاہر ترکن
رپورٹ: فاروق بٹ

25 مئی کو محرم الحرام کے مناسبت سے منعقد کی جانے والی اس روح پرور تقریب میں کئی نامور شخصیات نے شرکت فرمائی اور یہ خوشی کی بات ہے کہ اس تقریب کیلئے خاص طور پر لاہور سے پھول کلب پاکستان کے انچارج محمد اعظم یاد بھی تشریف لائے۔

اس پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا بعد میں حضور مقبولؐ کیلئے نعت کا ہدیہ پھول کلب کے ممبر فیصل نثار نے پیش کیا جبکہ کمپیئرنگ کے فرائض خالد عزیز نے ادا کئے۔ انہوں نے اس موقع پر تالی بجانے اور کسی قسم کی فالتو باتیں اور گفتگو کرنے سے بھی سبھی حاضرین کو منع کیا۔ دوران پروگرام شرکاء خالد عزیز صاحب کی غلطیاں اور خالد عزیز صاحب شرکاء کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرتے رہے۔ یوں تقریب میں ان کی وجہ سے دلچسپی برقرار رہی اس تقریب میں کوئٹہ کے مختلف سکولز کے طلباء طالبات کے درمیان شہدائے کربلا کے اسوۂ حسنی پر روشنی ڈالنے کے لئے تقریری مقابلے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا' نتیجے کے مطابق گورنمنٹ سنڈیمن ہائی سکول کے طالب علم محمد کریم نے پہلی پوزیشن پاک گرلز ہائی سکول کی طالبہ رفعت عابدی نے دوسری جبکہ پھول کلب کے ممبر محمد فاروق نے تیسری پوزیشن حاصل کی خصوصی انعام کے حقدار کوتوال ہائی سکول کے عبدالباری قرار پائے جبکہ اس تقریری مقابلے میں تعمیر نو ہائی سکول کے محمد رضا علیلی خان گرلز ہائی سکول کی طیبہ فدا حسین ناز درس جاہ ہائی سکول کے محمد نسیم کلی کوتوال ہائی سکول کے عبدالباری عامر زوہیب باب العلم درسگاہ کی طالبہ ساجدہ بوستان علی اسلامیہ ہائی سکول کے عبدالقدوس نے تقاریر کیں۔ فلم بنانے والے کو جب دکان سے پکڑ کر لایا گیا تو خالد صاحب نے سٹیج پر آکر کہا پتہ نہیں یہ لوگ کس دور میں رہ رہے ہیں کہ انہیں وقت کا احساس ہی نہیں یہ اپنی جگہ زبردست پوائنٹ ہے خیر! ان کی کمپیئرنگ سے ہم لمحہ بہ لمحہ لطف اندوز ہوتے رہے بعد میں لاہور سے آئے مہمان محمد اعظم یاد صاحب نے تقریر کرتے ہوئے پھول کلبز کے قیام اور انکے اغراض و مقاصد سے حاضرین کو آگاہ کیا اور کلبز کی گذشتہ کارکردگی پر روشنی ڈالی۔

مہمان خصوصی سینٹر ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ نے بچوں سے خطاب کیا اور انہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ مثبت سرگرمیوں کی طرف بھی توجہ دینے کی تلقین کی اور آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر اسحاق بلوچ صاحب نے تمام حاضرین کو اپنے بھائی اور بہن قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ انہیں کی بہترین سوچ و سمجھ کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس ننھے منے ذہین لڑکوں اور لڑکیوں کو اس مبارک موقع پر اس قسم کی روح پرور تقریب کی اہتمام کا خیال آیا اس طرف عوامی سطح پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے تاہم پھول کلب۔ ئے عوام میں شعور اجاگر کرنے کیلئے بیش بہا خدمات سرانجام دے رہا ہے ان تینوں صاحبان نے اپنی اپنی تقاریر میں پھول کلب کوئٹہ کی بہتر کارکردگی کے حوالے سے مابدولت کی خاصی تعریف بھی کی جسے ہم اکیلے اکیلے ہضم کر گئے۔

اس موقع پر ماہنامہ شہباز کے چیف ایڈیٹر جاوید نور صاحب نے بھی اپنے ادارے کی طرف سے مقررین کو کتابیں تحفے میں دیں۔ اور اس طرح یہ پروقار تقریب 10 بجے صبح شروع ہو کر تقریباً" ساڑھے بارہ بجے اپنے اختتام کو پہنچی۔

یاد رہے ججز میں غلام سرور جاوید انور کمال مسرت اور سید نیاز حسین شاہ صاحبان شامل تھے۔

مقابلہ مضمون نویسی کے متعلق کچھ معلومات

○ ..... پھول کلب کوئٹہ نے پچھلے دنوں آل پاکستان مزاحیہ مضمون نویسی کے مقابلے کا انعقاد کیا تھا

○ ..... تقریب تقسیم انعامات ادارہ ثقافت میں منعقد کی گئی جس میں تقریری مقابلہ کا بھی اہتمام کیا گیا

○ ..... مہمان خصوصی سینئر ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ جبکہ صدر مجلس ڈاکٹر اسحاق بلوچ تھے جبکہ سندھ سے آئے ہوئے مہمان خاص گل محمد جھکڑانی بھی موجود تھے

○ ..... سنڈیمن ہائی سکول کے طالب علم محمد کریم نے تلاوت قرآن پاک کی جبکہ محمد فیصل نے پرسوز آواز میں نعت پیش کی

○ ..... تقریری مقابلہ کا موضوع تھا۔ نونہالوں کی ذہنی تعمیر میں غفلت کیوں اس میں محمد کریم' نزاکت بلوچ' عامر زوہیب' علی رضا' علی داد' طیبہ فدا حسینہ نے شرکت کی نتائج کے مطابق محمد کریم پہلی پوزیشن کے حقدار بنے جبکہ علی رضا اور نزاکت بلوچ نے دوسری تیسری پوزیشن حاصل کی طیبہ فدا حسینہ کو خصوصی انعام دیا گیا

○ ..... مضمون نویسی کے مقابلے میں اول انعام عبدالمنان ترین نے حاصل کیا۔ جبکہ دوسری تیسری پوزیشن بالترتیب حاجی مظہر حسین لاشاری بہاولنگر اور راشد فیض راشد نے حاصل کی۔

ایک سفر کئی سبق دے گیا

محمد اعظم یاد

لاہور ریلوے سٹیشن پر اپنے سامان سمیت پہنچے تو پتہ چلا کہ کوئٹہ ایکسپریس کی جس بوگی میں ہماری سیٹ ریزرو تھی وہ بوگی کسی تکنیکی خرابی کی بناء پر ساتھ نہیں لگ سکی..... بمشکل سٹیشن ماسٹر تک پہنچ کر متبادل بوگی میں سیٹ کا اہتمام کروایا۔ ہماری ٹکٹ پر انہوں نے بوگی نمبر اور سیٹ نمبر سی - 4 لکھا ہوا تھا۔

ہم مطلوبہ بوگی میں پہنچے تو راہداری میں لوگ دھرنا مارے بیٹھے تھے جن کی اکانومی کلاس کی ٹکٹیں ہم ایک گیٹ سے اندر داخل ہوئے اور پوچھا کہ 4 سی والا کمپارٹمنٹ کہاں ہے؟..... تو انہوں نے دوسری طرف اشارہ کر دیا اب راہداری میں رش کی وجہ سے سیدھا نہیں جایا جا سکتا تھا مجبوراً سامان سمیت نیچے اترے اور بھاگ کر دوسرے گیٹ سے بوگی میں داخل ہوئے اس بوگی میں صرف تین ہی روم تھے۔ ہم آخری والے کمرے میں گھسے تو اندر سے ایک صاحب چیخے بھائی کدھر گھسے آتے ہو..... ہم نے کہا کہ ہماری سیٹ ریزور ہے سی - 4 نمبر ہے تو وہ صاحب بگڑ کر بولے کیا بالکل ان پڑھ ہو..... نظر نہیں آتا یہ اے والا روم ہے سی - 4 والا روم دوسری طرف ہے۔ "دہت تیرے کی"..... راہداری میں بیٹھے لوگوں کی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے پہلے والے گیٹ سے داخل ہوئے گیٹ سے تھوڑا آگے ہی سی والا روم تھا..... ابھی میں اندر ہی داخل ہوا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر کے بھاری بھرکم صاحب چلائے آپ کو نظر نہیں آتا کہ یہاں خواتین بیٹھی ہیں..... ہم نے نگاہ گھمائی تو ایک ستر سالہ اماں جی اور ایک 45 سالہ محترمہ سامنے کی سیٹوں پر تشریف فرما تھیں جبکہ ادھر والی سیٹ پر یہ صاحب اکیلے ہی براجمان تھے۔ ہم نے رو دینے والے لہجے میں کہا کہ بھائی بڑی مشکل سے یہ سیٹ حاصل کی ہے اور بھاگ بھاگ کر دم نکلا جا رہا ہے ہمیں دو منٹ بیٹھ کر سانس تو لینے دیں اتنے میں اماں جی بولیں "کیوں بچے کو ڈانٹتے ہو" بیٹھنے دو بیٹوں جیسا ہی ہے تو وہ صاحب بڑبڑاتے ہوئے خاموش ہوئے اب ہم نے سامان ترتیب سے رکھا۔ چند ٹھنڈی سانسیں لیں اور چلتی ٹرین سے باہر دیکھنے لگے کہ اتنی دیر میں گارڈ صاحب تشریف لے آئے تو وہ صاحب جو کہ ریٹائرڈ فوجی آفیسر تھے (یہ ہمیں بعد میں پتہ چلا) گارڈ صاحب کو دیکھ کر دھاڑے..... آپ کو ہم نے بولا تھا کہ یہاں پنکھے خراب ہیں الیکٹریشن کو بلواؤ اور آپ پھر اکیلے منہ اٹھائے چلے آ رہے ہیں بیگم بولیں یہاں کوئی بھی چیز ٹھیک نہیں ہے۔ دروازہ بند کرنا چاہا تو وہ کھل کر باہر نکل گیا..... ٹونٹی سے پانی لینا چاہا تو ٹونٹی ہاتھ میں آ گئی..... تھوڑا کھڑکی کو ہاتھ لگایا تو ابھی تک اوپر نہیں ہو رہی..... اوپر سے پنکھے بھی ٹھیک نہیں..... یہ سلیپر کا ڈبہ ہے' اس سے اچھا تو اکانومی کلاس کا ڈبہ ہوتا ہے تو گارڈ صاحب بولے..... "بی بی میں کیا کر سکتا ہوں..... میں کچھ نہیں کر سکتا' آپ جا کر سٹیشن ماسٹر سے بات کریں" اس پر وہ آفیسر صاحب دھاڑے "اوئے تم کو بات کرنے کی تمیز نہیں خواتین کو کہتے ہو کہ میں کچھ نہیں کر سکتا..... جاؤ جا کر پہلے بات کرنے کی تمیز سیکھ کر آؤ کہ خواتین سے کس طرح بات کی جاتی ہے..... نان سنس.....

اس پر گارڈ بھی غصہ میں آ گیا اور بولا کہ ہم سے کچھ نہیں ہوتا جو کرنا ہے کر لیں اور ہاں ٹکٹ چیک کروائیں۔

ان صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے ٹکٹ نکال کر گارڈ صاحب کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ دیکھ کر گارڈ کے تیور بدل گئے..... یہ تو اکانومی کلاس کی ہیں..... آپ سلیپر میں بیٹھے ہوئے ہیں.....؟

آخر وہ صاحب بولے ہمیں کیا پتہ آپ کے ہی ایک گارڈ نے مجھے لے کر دی ہیں اور یہاں بیٹھایا ہے۔

آپ کو تو خود پتہ نہیں ڈبے کے باہر آپ پڑھ نہیں سکتے تھے اور انگریزی میں نان سنس کہنے..... گالیاں دینے کا پتہ چل گیا..... لیکن ڈبے کا پتہ نہ چلا گارڈ نے طنز سے کہا.....

اس پر وہ صاحب بگڑ کر بولے.....

دیکھو میرے ساتھ تمیز کے ساتھ بات کرو۔ مجھے نہیں پتہ' آپ کے گارڈ نے بٹھایا ہے جاؤ جا کر اس سے بات کرو.....!

گارڈ صاحب بولے.....

"دیکھیں جی اب آپ کو سلیپر کی اضافی رقم کے ساتھ جرمانہ بھی دینا ہو گا اگلے سٹیشن پر چل کر بات ہو گی"

صورتحال بڑی دلچسپ ہو رہی تھی میں سفر کو مکمل انجوائے کر رہا تھا اور گارڈ صاحب نے اپنی بک نکالی اور ان سے سات سو روپے اور وصول کر لیے..... اور جاتے جاتے بولا کہ "اگر آپ کا اخلاق اچھا ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ کو یہ جرمانہ نہ پڑتا"

یہ لوگ راولپنڈی سے سوار ہوئے تھے اور ساہیوال اتر گئے اور میں سوچتا رہا لفظوں کا نامناسب انتخاب اور خراب لہجہ کتنی عام چیز ہے۔

☆..... باقی راستہ سوتے جاگتے گزرا..... شاید ایسے ہی کسی مزید ہمسفر کے انتظار میں بھی..... مگر اور لوگ تو آئے ایسا کوئی نہیں آیا۔

☆..... کوئٹہ ایکسپریس چار گھنٹے لیٹ تھی لہٰذا کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر طاہر ترکمن صدر پھول کلب کوئٹہ سے ملاقات نہ ہو سکی ہمیں خود ہی ہوٹل ڈھونڈنا پڑا اور بعد میں ان سے رابطہ کرنا پڑا۔

ہم طاہر ترکمن کو ڈھونڈتے ہوئے ان کے ہسپتال کے ایڈریس پر پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ ہماری تلاش میں ریلوے سٹیشن پر ہی ہیں وہ واپس آئے مجھ سے ملے تو ہسپتال والوں کی طرف سے آرڈر آ گیا کہ ان کے انتظار میں اندر آپریشن تھیٹر میں ایک مریض کو لٹایا ہوا ہے اپینڈکس کا آپریشن ہے طاہر کو اندر جانا پڑا اور وہ آپریشن کرتا رہا کرواتا رہا اور ہم انتظار کرتے رہے۔ اگلے دن پروگرام میں ایک پرائمری سکول کے ٹیچر کے ہاتھ کمپیئرنگ آ گئی مجال ہے کہ کوئی بچہ چیخا ہو ایک موقع پر تھوڑا شور ہوا تو ٹیچر صاحب سٹیج سے آگے جا کر کھڑے ہو گئے..... بولو اب..... بول کر دکھاؤ.....! سب خاموش ہو گئے۔ مووی والا اور مہمان خصوصی، دونوں لیٹ تھے تو ٹیچر صاحب بولے ہم کسی کا انتظار نہیں کریں گے۔

اگر دو منٹ تک مووی والا نہ آیا تو ہم پرواہ نہیں کریں گے اور پروگرام شروع کر دیں گے۔

☆..... پروگرام میں بلوچستان سے تعلق رکھنے والے مختلف زبانیں بولنے والے بچوں نے تقاریر کیں جس سے اردو کو مختلف لہجوں میں سننے کا موقع ملا کوئی بچہ بلوچی زبان' کوئی فارسی کوئی بروہی اور کوئی پشتو لہجے میں تقریر کر رہا تھا۔

☆..... کوئٹہ کے نوائے وقت کے نمائندے عزیز بھٹی صاحب نے خاصا تعاون کیا اور وہ اخلاق میں بھی بہت اچھے لگے۔ واپسی پر دوران سفر ہماری ملاقات ٹرین کے ایک ڈرائیور سے ہو گئی جو کہ سی۔ سے زاہدان (ایران) تک گاڑی لے جاتا تھا اس نے ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے بتایا کہ زاہدان جاتے ہوئے زیادہ تر سمگلر سفر کرتے ہیں سب کے پاس کلاشنکوفیں ہوتی ہیں پوری ٹرین میں صرف بیس پچیس مسافر ٹکٹ خریدتے ہیں حکومت جانتے بوجھتے ہوئے بھی ابھی تک ٹرین چلائے ہوئے ہے۔

☆..... ڈرائیور نے مزید بتایا کہ بعض سمگلروں سے بات ہوتی ہے کہ آپ یہ کام چھوڑ کیوں نہیں دیتے تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی متبادل کام بتائیں بلوچستان جیسے بنجر اور بے آباد علاقوں میں تو پانی بھی مشکل سے ملتا ہے ہمارا روزگار اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے ہمیں ملازمتیں دی جائیں ہم یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے۔

☆..... جیکب آباد اور سبی کے درمیان ایک چھوٹے سے سٹیشن پر ٹرین رکی تو بہت سے لوگوں نے گاڑی کے اوپر چڑھ کر پائپ ڈال کر پانی نکالنا شروع کر دیا پتہ چلا کہ اس علاقے میں پانی نہیں ہے لوگ ٹرین سے پانی حاصل کرتے ہیں پانی حاصل کرنے والوں میں عورتیں بچے بوڑھے سبھی شامل تھے انہوں نے لمبی لکڑی کے ساتھ دونوں طرف گھی کے خالی کنستر باندھے ہوئے تھے اور پانی کو گھروں تک لے جانے میں بہت پرجوش نظر آ رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ زندگی کے بھی کیا کیا رنگ ہیں ہم پانی کو جب چاہے حاصل کر لیتے ہیں اور کوئی خصوصی تردد نہیں کرنا پڑتا اور یہ ساٹھ ساٹھ سالہ بزرگ لوگوں کو بھی پانی کیلئے اتنی محنت کرنا پڑتی ہے کاش ہم اپنے رب کی نعمتوں کا صحیح شکر یہ ادا کریں۔

Armoure Of Rare Books

صرف لڑکیوں کے لئے

کلیاں

آمنہ سحر صادق

200 روپے انعام

تعارف: - میرا نام آمنہ سحر صادق ہے۔ سیکنڈ ایئر کے پیپر دے چکی ہوں اور میرے خیال میں جب تک یہ کالم شائع ہو گا رزلٹ بھی آچکا ہو گا مجھے مختلف انعامی مقابلوں میں حصہ لینے، اچھی کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا بے حد شوق ہے۔ مختلف گیمز خصوصاً بیڈمنٹن کھیلنا اور دوستوں کو لمبے لمبے اور اچھے خطوط لکھنا بھی میرے مشاغل میں شامل ہے۔ مجھے اپنے وطن پاکستان سے بے پناہ محبت ہے اور مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر بے حد فخر ہے۔ اگر میری کلیاں انعامی ہو گئیں تو 200 روپے کشمیر فنڈ میں جمع کروادوں گی۔

چکن اسٹو

اشیاء: - چکن 1 عدد ثابت گرم مصالحہ حسب ضرورت، دہی ایک پاؤ، ادرک لمبا کٹا ہوا 4 چمچ بڑے، لہسن ثابت 20 جوے، گھی 1/2 کپ

ترکیب: - ایک دیگچی میں مرغی کو اچھی طرح دھو کر اس کا پانی خشک ہو جائے ڈال دیں اور مرغی کو دہی لگا دیں اور حسب ذائقہ نمک مکس کریں ادرک اور لہسن ڈال دیں اور گھی بھی ڈال کر ڈھکن دے کر دیگچی کو آگ پر رکھ دیں آنچ ہلکی رکھیں۔ تقریباً 1/2 یا پون گھنٹہ کے بعد گوشت گل جائے گا اور دہی خشک ہو جائے گا۔ گوشت گھی چھوڑ دے تو اسے ڈونگے میں ڈال دیں۔ یہ سب سے آسان اور جلدی تیار ہونے والی ڈش ہے اگر آپ کے ہاں مہمان آجائیں تو 1/2 گھنٹہ میں تیار ہو جائے گی۔

ڈونیٹ

اشیاء: - انڈے 3 عدد، میدہ 3 کپ، پسی ہوئی چینی ایک کپ، پسے ہوئے بادام ایک کپ، گھی تلنے کے لئے دودھ، گوندھنے کیلئے بیکنگ پاؤڈر 3 چائے کے چمچ

ترکیب: - انڈے خوب پھینٹ کر چینی ملائیں میدے میں بیکنگ پاؤڈر ملائیں پھر بادام بھی اس میں ملائیں اب یہ آمیزہ انڈے میں ڈال کر سخت گوندھ لیں مزید ضرورت ہو تو ہلکا سا دودھ ڈال دیں۔ اب بیلن پر موٹی روٹی کے برابر بیل لیں۔ بسکٹ سے ذرا بڑی گول ٹکیاں کاٹ لیں انہیں اندر سے دوبارہ کاٹ لیں۔ کٹی ہوئی ٹکیا کو مزید کسی بوتل کے ڈھکنے سے کاٹیں یا کاٹنے کے لئے بازار سے بسکٹ کٹر خرید لیں۔ یوں بار بار کاٹنے سے چوڑا سا چھلا بن جائے گا اندر سے جو دائرے نکلیں وہ بھی تل لیں اس طرح بہت سے ڈونیٹ تیار کر کے کڑاہی میں گھی گرم کر کے تل لیں اور خشک جگہ پر محفوظ کر لیں کئی دن کام آسکتے ہیں چائے کے ساتھ پیش کر سکتی ہیں۔

چپلی کباب

اشیاء: - قیمہ (گائے کا آدھ کلو چکنائی والا) مکئی کا آٹا ایک پیالی، دہی ایک کھانے کا چمچہ، انڈہ ایک عدد، ہڈیوں کا گودا ایک کھانے کا چمچہ، خشک دھنیا پسا ہوا کھانے کا چمچہ، ہرا دھنیہ ایک گٹھی، ادرک ایک انچ کا ٹکڑا۔

ترکیب: - قیمے میں آٹا دہی اور تمام مصالحے ملا کر دو گھنٹے تک رکھ چھوڑیں۔ پھر اس میں حسب پسند نمک مرچ، ہڈیوں کا گودا، پسی ہوئی ادرک ملا کر پھینٹا ہوا انڈہ ڈال کر ہاتھوں سے اچھی طرح مکس کر لیں، پھر قیمے کی گول ٹکیاں بنا کر دونوں طرف ٹماٹر کے گول قتلے ہاتھ سے دبا کر لگائیں اور خوب گرم گھی میں ہلکی آنچ میں تل لیں۔

جھینگا پلاؤ

اشیاء: - جھینگا مچھلی تین پاؤ یا ایک سیر، چاول آدھ سیر، گھی تین چھٹانک گرم مصالحہ، نمک، سرخ مرچ ذرا سی، سوئے ذرا سے

ترکیب: - جھینگا صاف کر لیں اور چاول بھگو لیں گھی کو کڑکڑائیں اب اس میں کٹے ہوئے سوئے کے پتے گرم مصالحہ ثابت اور ایک چٹکی برابر ہلدی ڈال کر اوپر جھینگے ڈال دیں آنچ بالکل ہلکی ہونی چاہئے۔ اب آہستہ آہستہ جھینگا بھونتے جائیں۔ جب وہ اپنا پانی چھوڑ دے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے دم پر لگا دیں پانی خشک ہونے پر پھر بھونیں جب بھن جائے تو اس میں پانی ڈال دیں۔ اول تو جھینگا بھونتے بھونتے ہی گل جائے گا اگر نہیں گلا تو پانی میں گل جائے گا۔ جھینگا گلنے پر اس میں چاول ڈال دیں اور پکنے دیں۔ دم پر تھوڑا سا زیرہ ڈال دیں اور دم پھر لگا دیں دم آنے پر اتار لیں خیال رہے کہ اس میں اتنے کم ڈالنا چاہئے کہ جیسے پکے ہوئے سالن پر ہرا دھنیہ جھینگا پلاؤ تیار ہے۔

مصالحہ دار بھنڈی

اشیاء: - بھنڈی آدھا کلو، انار دانہ تین بڑے چمچ، سوکھا دھنیا تین بڑے چمچ نمک حسب ذائقہ مرچ حسب ذائقہ گھی حسب ضرورت

ترکیب: - بھنڈی کو اچھی طرح دھو کر خشک کر لیں اور انہیں دونوں سروں سے کاٹ لیں اب انار دانہ سوکھا دھنیا نمک اور مرچ اچھی طرح پیس لیں اور بھنڈی کو درمیان سے کٹ لگا کر یہ مصالحہ اس میں بھر دیں بھرنے کے بعد ایک گھنٹہ رکھ دیں۔ پھر گھی میں اسے فرائی کر لیں اور ڈش میں نکال لیں مصالحہ دار بھنڈی تیار ہے۔

کراؤن کاک

اشیاء: - مرغ ایک عدد، مکھن آدھ پاؤ، نمک سیاہ مرچ حسب ذائقہ، انڈے چار عدد، پیاز آدھ پاؤ، ٹماٹر آدھ پاؤ

ترکیب: - مرغ صاف کر لیجئے گردن بازو اور اندر سے کلیجی دل وغیرہ نکال کر قیمہ بنا لیجئے۔ اب اس قیمے میں پیاز اور ٹماٹر باریک کتر کر شامل کر لیں۔ نمک اور سیاہ مرچ ڈال کر مکھن میں بھون لیں۔ پھر تمام ترمواد مرغ کے پیٹ میں بھر کے سی دیں۔ تھوڑے سے مکھن میں نمک اور کالی مرچ ملائیں اور مرغ پر باہر کی طرف سے اچھی طرح مل دیں۔ تندور میں سیخ پر پرو کر بھون لیں۔ لیموں کے عرق میں بھیگے سلاد کے پتوں، پیاز، ٹماٹر اور چقندر کے قتلوں اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

ہیمبرگر

اشیاء: - ڈبل روٹی کے بند چھوٹے آٹھ عدد قیمہ آدھ سیر ٹماٹر آدھ پاؤں سلاد کے پتے ایک گٹھی سبز مرچ آدھی چھٹانک کالی مرچ بارہ عدد گھی یا مکھن ایک چمچ

ترکیب: - قیمہ سل پر باریک پیس لیں اتنا باریک کہ گوندھے ہوئے میدے کی طرح ہو جائے اب اس میں پیاز باریک کاٹ کر کالی مرچ پیس کر نمک سبز مرچ باریک کاٹ کر خوب ملائیں۔ اتنا ہاتھ سے گوندھیں کہ یکجان ہو جائے۔ اب فرائی پین میں چمچہ بھر گھی ڈال کر اس قیمہ کے آٹھ کباب تل لیں اور بند کے دو دو ٹکڑے کر لیں اور ہلکی آنچ پر معمولی سینک لیں اب اس ٹکڑے پر ایک سلاد کا پتہ گول کاٹ کر رکھ دیں اس پر ٹماٹر اور پیاز کے چند ٹکڑے رکھ دیں اس پر ایک کباب رکھ کر دوسرا ٹکڑا اوپر جما دیں اور کھانے کے لئے گرم گرم استعمال کریں شام کی چائے کے ساتھ یا پکنک پر جانے کے لئے یہ جلد تیار ہونے والی اور بہت اچھی چیز ہے۔

شربت روح افزاء

اس قدر گرمی! اف سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے اس مہنگائی میں اگر کوک کی بجائے سادہ پانی کا ایک گلاس مل جائے تو، کیوں بھئی پانی ہی کیوں شربت روح افزاء جو ہے میں تو گھر میں سب کو اپنے ہاتھ کا بنا مشروب ہی دیتی ہوں مصنوعی مشروبات کے مقابلے میں یہ کہیں بہتر ہے۔ مہمانوں کے لئے باوقار مشروب بھی اور از کی بات با کفایت بھی بنانا بے حد آسان

اشیاء: - چینی 5 کلو، پانی 7 کلو بوتل، سرخ فوڈ کلر 1/2 چمچ ایسنس روح افزاء 1 چمچ چھوٹا کیوڑہ 2 چمچ ٹاٹری 2 چٹکی

ترکیب: - پانی اور چینی کو پکنے کے لئے

رکھ دیں۔ جب ابلنے لگے تو اس میں ٹاٹری ڈال دیں اور تقریباً تین چار گھنٹے پکنے دیں پکنے کے دوران چینی کی میل اوپر آئے گی جو جھاگ کی شکل میں ہو گی۔ اسے اتارتے جائیں جب آپ محسوس کریں کہ یہ کچھ گاڑھا ہو گیا ہے تو اتار کر ٹھنڈا ہونے دیں اتارنے سے پہلے آدھ گھنٹہ سرخ رنگ ڈال دیں۔ آج کل گرمی کا موسم ہے اگر یہ صبح پک جائے تو شام تک ٹھنڈا ہو جائے گا۔ جب یہ ٹھنڈا ہو جائے تو رات کو اس میں روح افزاء کا ایسنس اور کیوڑہ ڈال دیں اور صاف بوتلوں میں بھر لیں روح افزاء تیار رہے "کمال ہے بھئی آپ نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا ہے"۔

ونیلا آئس کریم

اشیاء :- دودھ ڈیڑھ سیر مکھن چار اونس کھویا یا بڑی ایک پاؤ چینی حسب ذائقہ سنوونیلا آئس کریم پاؤڈر تین بڑے چمچے

ترکیب :- دودھ کو پکا کر ایک سیر بنالیں اور سنوونیلا پاؤڈر کو ٹھنڈے دودھ میں گھول لیں اور کسٹرڈ کی طرح پکالیں۔ جب دودھ گاڑھا ہو جائے تو اس میں مکھن ڈال دیں اور خوب چمچہ چلاتے جائیں اور جب مکھن مل جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا ہونے دیں۔ اب اس میں کھوا بڑی ڈال کر انڈا پھینٹنے والی مشین سے خوب پھینٹیں اور جمانے کے لئے آئس کریم مشین میں ڈال دیں اور بند کرنے سے پہلے چند قطرے ونیلا ایسنس کے ڈال دیں۔ اب آپ آئس کریم میں ڈال کر جمالیں خوش ذائقہ آئس کریم تیار ہے۔

پتلی دال

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا دال پتلی پکایا کرو مہنگائی ہو گئی ہے دوسرے روز کھانا کھاتے ہوئے دال کی جانب دیکھ کر اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کیا میں نے دال پتلی پکانے کو کہا تھا پانی کو تڑکا لگانے کے لئے نہیں

مونگ کی دال گوشت

اشیاء :- دال ایک پاؤ گوشت آدھ سیر پیاز آدھ پاؤ لہسن آدھی گٹھی ادرک چوتھائی چھٹانک نمک سرخ مرچ حسب ذائقہ سبز مرچ ہرا دھنیا گرم مصالحہ پسا ہوا حسب ضرورت گھی تین چھٹانک

ترکیب :- دال کو ایک گھنٹہ پہلے بھگو دیں گھی میں پیاز کو بھون کر بادامی کر لیں اوپر گوشت ڈال دیں اور بھونیں جب بھن جائے تو اس میں لہسن ڈال کر بھونیں پھر نمک سرخ مرچ ڈالیں۔ جب سب کچھ بھن جائے تو دال ڈال دیں اور سیر بھر پانی ڈال کر پکنے دیں اتنا پکے کہ دال کا دانہ دکھائی نہ دے اور گوشت بھی بالکل گل جائے تو اتار لیں پھر گرم مصالحہ اور ہرا مصالحہ ڈال کر پیس لیں۔

کچن ٹوٹکے

1 چاولوں میں پسا ہوا نمک ملا دیں تو انہیں کیڑا نہیں لگے گا چالیس کلو گرام چاولوں کے لئے ایک کلو نمک کافی ہے۔

2- اچار اگر خراب ہو رہا ہو یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس میں تھوڑا سا لیموں کا عرق یا سرکہ ڈالنے سے اچار خراب نہیں ہو گا۔

3- جہاں تازہ پودینہ پڑا ہو وہاں مکھیاں نہیں آتیں لہٰذا کچن میں پودینہ کی جڑیں پانی میں ڈبو کر رکھیں اس سے پودینہ بھی تازہ رہتا ہے اور کچن مکھیوں سے بچا رہتا ہے۔

4- نئے چاول کتنی بھی محنت سے پکائیں جائیں پھر بھی پکنے کے بعد چپک جاتے ہیں نئے چاولوں کو عام پانی سے دھونے کے بعد گرم پانی میں بھگو دیں جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو اسے نکال دیں۔ نیا پانی گرم کر کے چاول ابال لیں اور پھر نچوڑ کر دم دیں۔

5- اکثر اوقات مرچیں پیسنے یا ہری مرچیں کاٹنے کی وجہ سے ہاتھوں میں جلن پیدا ہو جاتی ہے اس جلن کو دور کرنے کے لئے تھوڑا سا نیل پانی میں ملا کر ہاتھوں کو دھو ڈالیں۔ ہاتھوں کی جلن فوراً دور ہو جائے گی۔

برتنوں کو صاف کرنے کیلئے وم بنانے کا طریقہ

اجزاء :- ماربل پاؤڈر ایک کلو سرف ایک پاؤ نمک ایک چھٹانک سوڈا کپڑے دھونے والا ایک چھٹانک

طریقہ :- ماربل پاؤڈر نمک اور سرف ان سب چیزوں کو کھلے برتن میں ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں کسی برتن یا ڈبے میں ڈال کر رکھ لیں اس سے برتن اور بیسن وغیرہ صاف کریں۔

نوٹ : سوڈا زیادہ نہیں ڈالنا کیونکہ اس سے ہاتھ پھٹ جاتا ہے۔

روحانی ٹوٹکے

چلتے پھرتے اگر ان کلمات کو پڑھنے کا معمول بنالیں تو یہ آسان بھی ہیں ثواب عظیم کا ذریعہ اور مغفرت کا سامان بھی ہے۔

1- رسول کریمؐ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ کے عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب بندہ لاالہ الااللہ کہتا ہے تو یہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ٹھہر جا ستون عرض کرتا ہے میں کیسے ٹھہر جاؤں؟ حالانکہ ابھی اس کلمہ پڑھنے والے کی مغفرت نہیں ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی چنانچہ وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

2- رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ دو کلمات ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں میزان (تول) میں بہت بھاری ہیں اور رحمٰن کو بہت پسند ہیں وہ دو کلمے "سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم"

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے سبحان اللہ وبحمدہ کہنے والے کیلئے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے جس نے یہ کلمہ سو مرتبہ پڑھا اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ یہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کلمے کا ورد کرنا پہاڑوں کے برابر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

3- استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحیّ القیوم واتوب الیہ ○

جس شخص نے رات کو سوتے وقت یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے مانند ہوں۔ یہ کلمات صبح اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنے سے بھی یہی فضائل ہیں۔

4- بسم اللہ والحمد للہ حدیث میں آیا ہے کہ وضو کرنے سے پہلے کوئی بھی شخص پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے جب تک اس کا وضو قائم رہے گا نیکیاں لکھتے رہیں گے۔

5- حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ کلمات باقیات الصالحات میں سے ہیں جس طرح درختوں کے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں اسی طرح اس پڑھنے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ کلمات جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔

6- لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے بری کر دیتا ہے۔

حکمت

1- طاقت کیلئے :- ایک دیسی انڈا خوب پھینٹ لیں۔ اس میں ایک چمچہ شہد ملائیں پھر اس میں تیز گرم دودھ ایک پیالی لے کر پی لیں۔ چند روز میں کمزوری دور ہو گی اور صحت قابل رشک ہو جائے گی۔

2- دست بند کرنے کیلئے :- ایک دیسی انڈے کی سفیدی لیں ایک کپ پانی میں ملا کر خوب پھینٹ لیں تھوڑی سی چینی ملا کر رکھ لیں ایک ایک چائے کا چمچہ پانی دو دو گھنٹہ بعد پلائیں بچوں کو دست آنے بند ہو جائیں گے یہ پانی طاقت دے گا۔

3- مثانہ کی پتھری دور :- پیاز کو کوٹ کر پانی نکالیں اور روزانہ صبح کے وقت چار تولہ پی لیا کریں اس کے مسلسل استعمال سے پتھری ٹوٹ جائے گی اور پیشاب کے راستے بہہ کر نکل جائے گا۔

4- نظر کی کمزوری :- نکلتے سورج کو 30 سیکنڈ سے ایک منٹ تک دیکھنے سے نظر کی کمزوری دور ہو جاتی ہے صبح نہار منہ کمرے میں سر کے نیچے تکیہ رکھ کر پاؤں دیوار پر لگائیں۔ ایک منٹ تک اسی طرح رہنے دیں۔ چالیس دن تک یہ عمل کریں اور بادام استعمال کریں۔

5- کمر کا درد :- ایک گدا ایسا بنوائیں جو 3 فٹ چوڑا اور 4 فٹ لمبا ہو اس میں بجائے روئی کے ثابت گندم چند سیر بھروا دیجئے اس پر سونے سے تھوڑے عرصے میں کمر کا درد ختم ہو جائے گا۔

6- دانت کا درد :- لہسن لیکر اس کا پانی نکال لیں اور اسے داڑھ یا دانت پر روئی سے پھاہے کو بھگو کر لگالیں او منہ کو کھلا چھوڑ دیں۔ غلیظ مواد نکل جائے گا اور دانت کا درد ختم ہو جائے گا۔

A Treasure Of Rare Books

لڑکے بولے یہ فیشن تو مجھے زہر لگتا ہے کہ

ترتیب: عائشہ میر

☆..... وسیم اکرم کان میں ٹاپس پہنتے ہیں۔ (فوزیہ اشتیاق لاہور)

جناب بات محض وسیم اکرم تک محدود نہیں ٹاپس کا وائرس پورے یورپ اور پھر پاکستان میں پھیل چکا ہے۔ اب کوئی اینٹی وائرس پھیلانا پڑے گا۔

☆..... کہ لڑکیاں اسلامی کلچر کے خلاف ماڈلنگ کیلئے تھرکتی پھرتی ہیں۔ (حنا امجد لاہور)

اللہ کرے سب آپ کے خیال سے اتفاق کریں اور اس بے ہودہ رواج کو کان پکڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔

☆..... جب لڑکے بھنڈی توری جیسی پونی ٹیل کرتے ہیں۔ (ثنا امجد لاہور)

ثنا جی! اتنی اچھی سبزی کو کس نامعقول چیز سے تشبیہ دے رہی ہیں آپ .....

☆..... انگریزوں کی تقلید میں لوگ الٹے سیدھے فیشن کرتے ہیں۔ (نفیسہ طاہر فیض باغ)

کیا کریں لوگ بھول رہے ہیں کہ کسی کے پیچھے ہاتھ باندھ کر چلنے کی بجائے دوسروں کو اپنے پیچھے لگانا چاہئے ویسے مزے کی بات یہ ہے کہ آج کل انگریز بھی امریکیوں کی پیروی کر رہے ہیں۔

☆..... دکھاوے کا فیشن تو مجھے زہر لگتا ہے۔ (رقیہ طاہر فیض آباد)

فیشن تو نام ہی دکھاوے کا ہے صبح فیشن شام فیشن روشن تیرا نام فیشن۔

☆..... لڑکے لڑکیوں کے اور لڑکیاں لڑکوں کے فیشن اپنانے لگی ہیں۔ (حلیمہ ناز کراچی)

اپنانے دیں بیٹھے بٹھائے کارٹون دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ جس روز خیال آئے گا پھر پچھتائیں گے۔

☆..... مجھے ہر وہ فیشن زہر سے بھی برا لگتا ہے جس کو دیکھ کر یہ محسوس ہو..... مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے۔ (نائلہ مشتاق پشاور)

آپ کو اس دور میں مجنوں اور لیلیٰ نظر آتے ہیں کیا چکر ہے کہیں ٹائم مشین تو نہیں چھپا رکھی۔

☆..... یہ فیشن کب شروع ہوا مجھے تو زہر لگتا ہے۔ بلکہ قہر لگتا ہے۔ (ایم اکبر معراج کراچی)

لگتا ہے کسی شاعر سے پوچھ کر ردیف قافیہ باندھا ہے۔

☆..... لمبے بالوں نے مٹا دیا فرق مرد و زن کا..... آج کا یہ فیشن مجھے زہر سے بھی زہر لگتا ہے۔ (مہرین ظفر ڈیرہ غازی خاں)

رکھتے ہیں لمبے بال پہنتے ہیں کان میں ٹاپس..... چوٹیاں بھی چڑھا لیں تو کیا خوب لگیں گے

☆..... لڑکوں کے بڑے بالوں والا فیشن اور لڑکیوں کے چھوٹے بال تو مجھے زہر لگتے ہیں۔ (شائستہ عطا فیصل آباد / فرحت حکیم اللہ حافظ آباد)

فیشن والے اور والیاں سمجھتی ہیں کہ ان کا کمال ہے حالانکہ یہ ہیئر ڈریسرز کا کمال فن ہے کہ ایک کو کاٹنے پہ لگاتے ہیں دوسرے کو بڑھانے پہ ..... ورنہ انہیں کون پوچھے۔

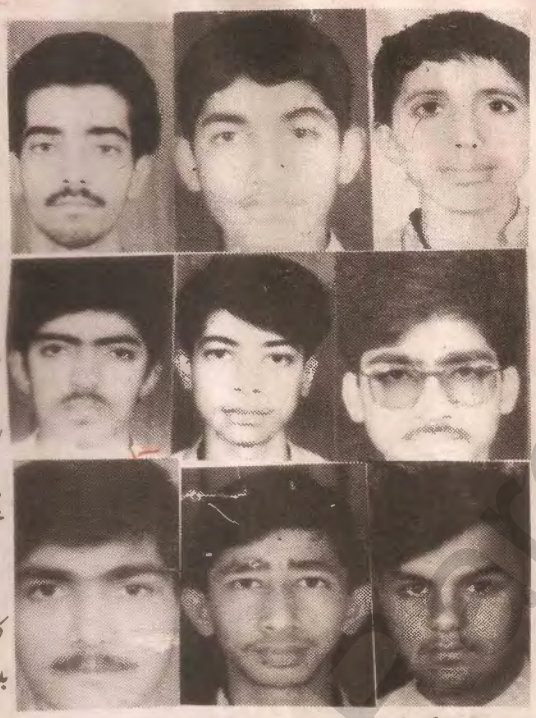

☆..... کھیل میں ہارنے کے بعد کھلاڑیوں کو گدھے سے تشبیہ دینا یہ فیشن تو مجھے زہر لگتا ہے۔ (خالد سیف انجم شکر گڑھ)

یہ فیشن نہیں بلکہ انداز ہے احتجاج ہے جیسے کام ویسا نتیجہ برا ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

☆..... کہ آج کل لڑکیاں چھوٹے چھوٹے بال اور اونچی شلواریں کروا رہی ہیں اور دوپٹہ تو بھول ہی گئی ہیں۔ لڑکے بال بڑھانے اور میک اپ کرنے لگے ہیں۔ (شہناز چوہان شہداد پور)

اونچی شلوار کا فیشن شہداد پور میں شاید اب چلا ہو لاہور سے تو کب کا نو دو گیارہ ہو گیا۔

☆..... کہ لڑکیوں کی بجائے لڑکے ٹاپس پہنتے اور پونی کرتے ہیں۔ (عرفان ارشد گجرات)

عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے بڑے نعرے لگاتی ہیں لگتا ہے کہ اس کا جواب ہے..... مگر ہے منفی۔

☆..... لمبے بال ہوں، مونچھیں ندارد ہوں، پہنی ہو جینز اور قریب جانے پر پتہ چلے کہ یہ آج کا ماڈرن نوجوان ہے۔ (اللہ دتہ شاہد بہاولنگر)

ہم تو پہلے سے ہی سمجھاتے آ رہے ہیں کہ نظروں کی حفاظت کیا کریں آپ ماڈرن خاتون سمجھ کر قریب سے دیکھنے جاتے ہیں..... تو افسوس تو ہوگا ہی۔

☆..... جب دوسرے لوگ فیشن کرتے ہیں یعنی کہ اپنی شکلیں لگاڑتے ہیں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے مگر خود فیشن کرنا بہت زہر لگتا ہے۔ (نجمہ سعید جڑانوالہ)

سنا تو تھا مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ سوچ کر بڑا مزہ آئے گا۔

☆..... کہ ایڈیٹر بھیا کا سادہ رہنا مجھے اچھا لگتا ہے۔ (عاصم محمود عثمان والا)

مکھن لگانے کی واقعی حد نہیں ہوتی حد ہو گئی بھئی آپ کے تو پہلے اور دوسرے جملے کا فرق قابل دید ہے ویسے "سادگی" کے اچھا لگنے میں زہر لگنے والی کون سی بات ہے۔

☆..... کہ لوگ اپنی جھوٹی شان کی اکڑ میں اپنی حقیقت بھول جاتے ہیں۔ (فیصل بشیر اسلام پورہ)

اللہ میری قوم کے امیروں کو بچائے..... زر جو دیتا ہے تو عقل بھی سکھائے۔

☆..... یہ فیشن تو مجھے زہر لگتا ہے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ (نور العین ملتان)

کون سا فیشن زہر لگتا ہے پلیز وضاحت کریں۔

☆..... اگر فیشن ہی زہر لگنے لگا تو عورتوں کا کیا بنے گا۔ (آصف محمود طاہر عثمان والا)

رہی عورتوں کی بات تو ان بیچاریوں کا وہ بن رہا ہے جو ٹی وی میں دکھایا جا رہا ہے۔

☆..... آگے سے چھوٹی اور پیچھے سے لمبی قمیض کا فیشن مجھے..... (عائشہ صدیقہ گوجر خاں)

ہر فیشن پر تنقید..... کون لوگ ہو تسی بھئی!

☆..... ہر ایرے غیرے کی نقل کر کے حد سے تجاوز کرنے کا فیشن تو مجھے زہر لگتا ہے۔ (شیخ نور محمد فیض باغ..... آکاش بدرالدین عباسی گدو بیراج)

یہ فیشن نہیں بلکہ فطرت ہے ہماری قوم کی جو اچھا لگے گا آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے چلے گی نام کسی اور کا لے گی۔

☆..... آج کے روز کا ہر فیشن مجھے زہر لگتا ہے۔ (صائمہ عروج سرگودھا)

آج کے فیشن، آج کے تھوڑی ہیں۔ ہر فیشن تو سالوں پرانے ہیں۔

☆..... ڈش انٹینا اور وی سی آر کا فیشن..... (محمد طارق عاصم فیصل آباد)

یہ چیزیں تو بہت کام کی ہیں یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کس چیز کو کس ڈھنگ سے استعمال کریں۔

☆..... ہر وہ فیشن زہر لگتا ہے جو میری پہنچ سے دور ہو۔ (نسیمہ قریشی)

فریادی! تمہاری صداقت پسند آئی مانگو کیا مانگتے ہو.....

☆..... کہ لڑکیاں لڑکوں کی طرح اور لڑکے لڑکیوں کی طرح بال رکھیں۔ (ایم بشیر احمد جڑانوالہ..... آصف الرحمان..... واصو)

آپ میانہ روی اپنائیے اور درمیان والے طریقے سے بال رکھ لیجئے۔ کس حکیم نے کہا ہے کہ ان کو پسند ضرور کرنا ہے

☆..... ٹیلی ویژن پر دکھایا جانے والا ہر فیشن مجھے زہر لگتا ہے کیونکہ یہی فیشن ہماری قوم اپناتی ہے۔ (محمد عدنان شاہد)

خواتین و حضرات! آئندہ ریڈیو پر دکھایا جانے والا فیشن اپنائیں عدنان صاحب برا نہیں منائیں گے۔

☆..... جھوٹ بولنا، بال کٹوانا، پائنچے گھٹنوں سے اوپر رکھنا یعنی نیکر پہننا (سمیرا سلطان سوہاوہ)

اچھا آپ کے ہاں جھوٹ بولنا فیشن سمجھا جاتا ہے بھلا ہو ہمیں بھی بتا دیا معلومات میں اضافہ ہی سہی۔ نیکر گھٹنوں سے اوپر نہیں ہوتی وہ غریب تو جہاں ہوتی تھی اب بھی وہیں ہے یہ تو پینٹ سکڑ کر "شارٹس" میں بدلتی ہے اس بے حرمتی پہ پینٹ سے البتہ اظہار افسوس ضرور بنتا ہے۔

A Treasure Of Free Books

پھول کلب ہارون آباد کا افتتاحی شو

اہتمام۔ عبدالناصر جوئیہ۔ سید ضمیر الحسن رپورٹ: محمد علی اسداللہ کمپوزنگ۔ نیاز عاصف
معاونین خصوصی انور۔ محمد طاہر۔ عمران الحق۔ احسن ندیم پسراء۔ عاصم شہزاد۔ اسلم عباس۔ عدنان سمیع۔ اسد ندیم، آصف گورایا شہزاد آصف

جب سے پھول کلب کے تحت مختلف شہروں میں پروگرام ہو رہے ہیں ہمارے دل میں خواہش جاگی کہ ہمارے شہر میں بھی پھول کلب قائم ہو تاکہ پھول سے محبت کا تعلق مزید مضبوط ہو جائے لیکن پھول سے بالواسطہ کوئی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے ہماری خواہش حسرت ہی بنی رہی۔

کہتے ہیں جذبے سچے ہوں تو وہ اپنا آپ منوا ہی لیتے ہیں۔ آخر ہمارے جذبوں کی سچائی اور پھول کی محبت رنگ لائی جنوری 96ء میں سید ضمیر الحسن لاہور جا کر ایڈیٹر بھیا سے ملے اور کلب کی اجازت لی۔ ہارون آباد پسماندہ علاقہ ہونے کے سبب پہلے پہل تو پھول کلب کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہ ہوئی لیکن پھول ساتھیوں نے دن رات ایک کر کے محنت کی اور 4 جون کو پھول شو کے انعقاد کا اعلان کر دیا گیا۔

پھول شو کا انعقاد ہارون کلب ہال میں کیا گیا تھا۔ پروگرام کے باقاعدہ آغاز سے قبل ہی ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھر گیا۔ مہمانوں کی کثیر تعداد ہال کے باہر کھڑی ہو کر سٹیج باہر لگانے کا اصرار کرنے لگی ہال میں بیٹھے ہوئے مہمانوں سے اجازت لے کر پھول ساتھیوں نے منٹوں میں سٹیج اور شامیانوں کا بندوبست کر لیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول ؐ سے ہوا پروگرام میں تحصیل ہارون آباد کے 13 سکولوں کے بچوں نے شرکت کی تقاریر ٹیبلو فینسی ڈریس شو۔ ملی نغموں اور ٹیبلو کے مقابلہ جات ہوئے دوران پروگرام مختلف سکولوں کے بچے مزاحیہ خاکے پیش کر کے حاضرین کو لطف اندوز کرتے رہے۔ ہارون آباد کی تاریخ میں پھول شو پہلا مکمل پروگرام تھا جس میں باقاعدہ ریفرشمنٹ کیلئے مہمانوں کو کولڈ ڈرنکس دی گئیں (پھول کی یہی تو انفرادیت ہے)

مہمان خصوصی راؤ انعام الرحمٰن سابقہ وائس چیئرمین ضلع کونسل ضلع بہاولنگر نے ہارون آباد میں پھول کلب کے قیام کی اجازت دینے پر جناب اختر عباس ایڈیٹر ماہنامہ پھول کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے ہارون آباد کے شہریوں کو اتنا عمدہ اور شاندار پروگرام دیکھنے کو فراہم کیا۔ مہمان خصوصی نے عمدہ پرفارمنس دکھانے والے بچوں کو نقد انعام بھی دیا مہمان خصوصی شوکت محمود سراء ایڈووکیٹ نے ادارہ نوائے وقت کو ماہنامہ پھول جیسے ایک مکمل اور خوبصورت میگزین کے ذریعے سے پاکستانی بچوں کی تعلیم و تربیت کرنے پر مبارکباد پیش کی اور پھول کلب ہارون آباد کے ممبران کی پھول شو کے انعقاد کے متعلق کوششوں کو سراہا انہوں نے پھول کلب سے ہر قسم کا تعاون کرنے کی یقین دہانی بھی کروائی۔

ہارون آباد میں پھول شو پہلی بار ہونے کے سبب کئی لوگ پھول کے تحت منعقدہ پروگراموں کے مزاج سے ناواقف تھے اس لئے کچھ کچھ بے نظمی بھی نظر آتی رہی انشاء اللہ اگلا پھول شو ہر لحاظ سے ایک مکمل اور شاندار پروگرام ہو گا۔

پروگرام میں شرکت کرنے والے سکولوں کے نام یہ ہیں۔

(1) پنجاب کیڈٹ سکول فقیروالی (2) مدینہ ماڈل ہائی سکول فقیروالی (3) حامد فاؤنڈیشن سکول ہارون آباد (4) اقراء پبلک سکول ہارون آباد (5) ٹی ایم جنج سکول ہارون آباد (6) اورینٹل پبلک سکول ہارون آباد (7) جناح کیڈٹ سکول ہارون آباد (8) آئیڈیل پبلک سکول ہارون آباد (9) ویل بریڈ انگلش سکول ہارون آباد (10) تعمیر نو انگلش سکول ہارون آباد (11) اینگلو اسلامک سکول ہارون آباد (12) محمڈن ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ ہارون آباد (13) گورنمنٹ رضویہ اسلامیہ ہائی سکول ہارون آباد

منصفین کے فرائض پروفیسر ریاض انور علوی پروفیسر شیخ ریاض احمد پروفیسر شیخ محمد امجد نے ادا کئے جو کہ مقامی گورنمنٹ کالج کے اساتذہ ہیں۔

پروگرام کے درمیان میں گاہے بگاہے نیاز عاصف پھول اور پھول کلب کا تعارف اور اغراض و مقاصد بیان کرتے رہے' حاضرین کے جوش و خروش کو دیکھتے ہوئے پھول کلب ہارون آباد کے ممبران کو شدید احساس ہوا کہ کاش ہارون آباد میں پھول کلب بہت پہلے قائم ہو چکا ہوتا ہارون آباد کے شہریوں کی طرف سے پھول شو کو جو رسپانس ملا پھول ساتھی اس کے متعلق سوچ بھی نہ سکتے تھے۔

پروگرام صرف دو گھنٹے کا طے کیا گیا تھا لیکن حاضرین کی دلچسپی اور پذیرائی کے باعث گرمی کے باوجود پروگرام پانچ گھنٹوں پر پھیل گیا۔ آخر میں مہمانان خصوصی نے اچھی کارکردگی دکھانے والے بچوں کو شیلڈز اور حوصلہ افزائی کے انعامات دیئے پھول شو کے انعقاد میں تعاون کرنے والوں میں ملک امجد غوری' ملک شاہد چوہان' ملک علی شیر چوہان' شکیل بک سینٹر' اجمل کاپی ہاؤس' شاہد فوٹو اسٹیٹ' ملتانی فوٹو اسٹیٹ' رائل ٹینٹ سروس' سکرین پرنٹرز' چودھری عبدالرزاق اور ملک عبدالخالق نیوز ایجنٹ نوائے وقت شامل ہیں جب کہ خصوصی تعاون چودھری محمد سلیم عاصم اوکاڑہ بیکری ہارون آباد نے کیا تھا۔

جھنگ پھول کلب کا دورہ لاہور

اہتمام: عبدالرشید فاروقی' راحیل نذر' افتخار احمد خضر
معاونت: شرجیل نذر' گلزار احمد خضر
تعاون: کوکا کولا باٹلرز۔ اسلامیہ صدف کیڈٹ پبلک سکول

☆ جس کوچ میں بچوں کو لاہور لایا گیا اس کا دو دفعہ چالان ہوا۔ اور پھول کا کارڈ کام آیا۔ (پولیس کا ہے فرض مدد آپکی)

☆ کوچ میں اساتذہ بچوں کی حاضری لگاتے رہے۔ (یہاں بھی سکول کی روائتی سختیاں.....)

☆ نوائے وقت کے دفتر پہنچے تو چوکیدار نے بچوں کو بینرز اٹھائے دیکھ کر دروازہ بند کر دیا کہ شاید کوئی جلوس آ گیا (جھنگ کلب کی دہشت ہی بہت ہے) ☆ کوکا کولا باٹلرز کی جانب سے تمام بچوں میں سن وائزرز اور پلے کارڈ تقسیم کئے گئے (آم کے آم گٹھلیوں کے دام)

☆ دفتر نوائے وقت میں قاضی مصطفیٰ کامل صاحب نے بچوں کو اخبار کی تیاری کے مراحل کمپیوٹر کی مدد سے سمجھائے۔

☆ چڑیا گھر میں پھول کلب جھنگ کی آمد پر بندروں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ (خاصے بے مروت تھے)

☆ افتخار احمد خضر کھٹا کھٹ بچوں کی تصویریں اتارتے رہے۔ اور پھر بڑی بے چارگی سے راحیل نذر سے بولے "اب میری بھی تصویر اتار دیجئے"۔ (یہ عالم شوق کا دیکھا نہ جائے)

☆ مینار پاکستان پہ آئس کریم کا ایک کپ 15 روپے میں ملا۔ جبکہ چڑیا گھر میں 16 روپے کا۔ (واقعی کسی چیز کی چاہے خرابی ہو یا مہنگائی' حد نہیں)

☆ واپسی پہ کوچ میں "جذبہ جنون" نے کافی تہلکہ مچایا (اچھے بھلے ہم بھی سوئے ہوئے تھے۔ نجانے کس کو ہماری نیند سے خدا واسطے کا بیر تھا)

ٹور میں شامل بچوں کے نام

حبیب الرحمٰن' کامران' علی اصغر' اویس' عمارہ شفیق' مصباح' اللہ دتہ' نصرت پروین' صفیہ' عمران عباس' زین العابدین' رقیہ نوشین' افضال علی' حماد حیدر' فیض الرسول' محمد حیات' سجاد علی' عدنان عباس' نوید احمد' ہمایوں نثار' شہزاد احمد' عبدالرحمٰن' عظمیٰ' فرحان' عبدالخالق' امتیاز علی' کامران حیدر

اساتذہ:۔ ڈاکٹر زاہد حسین' پرویز اختر' محمد رمضان' افتخار حیدر اور ذوالفقار حیدر سیالوی

Pakistan Online Library Books

Archive Of Rare Books

گوجرانوالہ پھول کلب ایسا افق ہے جو تعلیم، تفریح اور تربیت کے ساتھ ساتھ دوسری مثبت سرگرمیوں کو بھی فروغ دیتا ہے۔ آل پاکستان رائٹرز آرگنائزیشن (آپرا) کے اشتراک سے کل پاکستان مقابلہ کہانی نویسی گوجرانوالہ پھول کلب کا ایک زبردست کارنامہ ہے جس نے لکھاریوں کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے اور ہمت افزائی کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ مقابلہ میں دوسو سے زائد لکھاریوں نے اپنی کہانیوں سمیت شرکت کی۔ پہلے مرحلہ میں 200 میں سے 50 اچھی کہانیوں کا انتخاب کیا گیا پھر دوسرے اور آخری مرحلہ میں 50 میں سے 15 بہترین اور معیاری کہانیوں کی سلیکشن کا مشکل اور کٹھن مرحلہ بھی باحسن وخوبی طے کر لیا گیا۔ منصفین کے فرائض پاکستان کے نامور ادبا امجد اسلام امجد، طارق اسماعیل ساگر اور محمد مبین چودھری نے انجام دیئے۔ آخری مرحلہ میں پہنچنے والے لکھاریوں کے اعزاز میں تقریب تقسیم انعامات منعقد ہوئی حتمی نتائج کے مطابق فوزیہ یوسف حافظ آباد نے پہلی جویریہ علیم راولپنڈی نے دوسری ماریہ مجید لاہور نے تیسری عباس راحت اعوان پشاور نے چوتھی اور خولہ مجید لاہور نے پانچویں پوزیشن حاصل کی۔

پھول کلب گوجرانوالہ کے زیر اہتمام منعقدہ مقابلہ کہانی نویسی کے انعام یافتگان مہمانان خصوصی حاجی مراد، خواجہ ضرار کلیم، خورشید احمد سوڈھی، مبین چودھری، نذیر انبالوی اور خاور راجہ کے ہمراہ

گوجرانوالہ پھول کلب کے زیر اہتمام — تقریب تقسیم انعامات

اہتمام: = حماد الرحمان گورایہ رپورٹنگ ٹیم: = عندلیب زہرہ، بینش طارق، حامد رانا معاونین: = عدیل اسلم، شاہد جمیل شاذ، عاطف مشتاق، فرحان رشید گوندل، عقیل احمد، تعاون: = ترن تارن انجینئرنگ کھوکھر سٹین لیس سٹیل کمپنی، عمیر پبلشرز اردو بازار لاہور

17 مئی 96ء کو سب کی نظریں گوجرانوالہ کے ٹاپ کلاس لیپاری ہوٹل پر تھیں کہ یہاں تقریب تقسیم انعامات جو تھی..... ہم بھی بڑی تیاری شیاری سے ہوٹل پہنچے تو ابھی کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ آج جی ٹی روڈ کی ٹریفک اتنی منظم کیوں ہے.....؟ اور صفائی کا نظام اتنا اچھا کیسے ہو گیا.....؟ شیرانوالہ باغ کے باہر لگی پھلوں فروٹوں کی ریڑھیاں اور گوجرانوالہ کی خاص پہچان ٹانگے (مانگے تانگے) کہاں رفوچکر ہو گئے ہیں.....؟ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم گوجرانوالہ میں نہیں نیویارک کے کسی علاقہ میں کھڑے ہیں ہم نے اپنی آنکھوں کو دونوں ہاتھوں سے رگڑا پھر ایک چونڈی واڈی تاکہ یقین آئے کہ ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے.....؟ مگر غلطی سے چونڈی قریب کھڑی میری پین کو وڈی گئی اور اس کا پتہ ہمیں اس وقت چلا جب اس نے گلا پھاڑ کر کہا کہ "اے اپنا گوجرانوالہ ای اے" تو کچھ کچھ یقین آیا ان سب تبدیلیوں کے متعلق تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ ایس پی ٹریفک امان پاشا کی خصوصی ہدایت پر ٹریفک پولیس نے اتنے اقدامات کئے ہوئے ہیں ہم نے وہاں ٹریفک پولیس کے چاق چوبند جوانوں کو ڈیوٹی دیتے ہوئے دیکھا تو سوچا کاش! یہ لوگ بغیر کسی خاص موقع یا خاص ہدایت کے ایسے ہی اپنا فرض یونہی نبھائیں تو ہمارا ملک واقعتاً "ایک مثالی ملک بن جائے آگے بڑھے تو ر نگارنگ بینرز نے ہمارا استقبال کیا جو مختلف اداروں پھول کلب اور آپرا کی طرف سے لگائے گئے تھے مختلف شہروں سے لکھاری دھڑکتے دلوں کے ساتھ کچھ نتائج سننے اور کچھ انعام وصول کرنے کے لئے ہوٹل میں آ رہے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہال لکھاریوں سے بھر گیا۔

سب آپس میں ایسے گھل مل گئے تھے جیسے ایک ہی گھر کے فرد ہوں۔ شاہد جمیل شاذ سٹیج پر پہنچ چکے تھے اور پروگرام کے شروع ہونے کا اعلان کر رہے تھے انہوں نے پھولوں کی پتیوں کے بھرپور استقبال میں معزز مہمانوں، کو ہال میں بلایا۔ سب معزز مہمانوں کو بڑے اہتمام سے ہال میں اگلی نشستوں پر بٹھایا گیا۔

☆..... شاہد بھائی نے راؤ قاسم شہزاد (ڈویژنل صدر) کو کمپیئرنگ کے لئے سٹیج پر بلا لیا (ارے اتنی جلدی گھبرا گئے)

☆..... قاسم بھائی نے مائیک سنبھالتے ہی تمام معزز مہمانوں کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور تلاوت کلام پاک کے لئے مقدس کو پکارا۔ مقدس نے اس مقدس سعادت کو نہایت خوش الحانی سے انجام دیا پھر کامونکی کے نوید انور اور گوجرانوالہ کے یاسر ریاض نے نذرانہ عقیدت بحضور سرور کائنات پیش کی۔

☆..... باقر پبلک سکول کی باہمت طالبہ عالیہ رشید جن کے گلے میں قدرت نے کمال کی مٹھاس اور سوز عطا کر کے انفرادیت عطا کی ہے نے پیانو کی خوبصورت دھنوں پر اپنے پرچم تلے..... ہیں سپاہی چلے پیش کیا۔

☆..... گوجرانوالہ پھول کلب کے کوآرڈینیٹر حماد الرحمن گورایہ نے سپاسنامہ پیش کیا بعد ازاں انہوں نے کہا کہ "ہم جس خلوص کے ساتھ اس نیک مشن میں مصروف عمل ہیں بالآخر منزل تک کامیاب اور سرخرو ہو کر پہنچیں گے"۔

☆..... پرنسپل سٹی گرلز کالج محترمہ رخسانہ نیر نے کہا "بچوں کے ادیبوں نے ملک کے گوشے گوشے سے آج گوجرانوالہ میں اس پررونق تقریب میں شرکت کر کے ہمارے سر فخر سے بلند کر دیئے ہیں"

☆..... معروف شاعر خاور راجہ نے گوجرانوالہ پھول کلب کی سرگرمیوں کو سراہا انہوں نے بچوں کے ادیبوں سے کہا کہ "وہ ایسا ادب تخلیق کریں جس سے بچوں کی اصلاح اور تعمیر کا کوئی پہلو نکلتا ہو"

☆..... ایم آئی شمیم (کارکن تحریک پاکستان) نے کہا گوجرانوالہ پھول کلب نے بچوں کی تربیت اور اصلاح کا جو بیڑہ

A Treasure Of Pare Books

اپنے ذمہ لیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔

☆..... رانا راشد خاں (جنرل سیکرٹری فیصل آباد پھول کلب) نے مثبت اور تعمیری سرگرمیوں پر گوجرانوالہ پھول کلب کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆..... اس دوران عالیہ رشید وقفے وقفے سے دھنیں بجاتی اور ملی نغمے سنا کر محفل کو دلچسپ بناتی رہیں اور آخر وقت تک سٹیج پر رہیں (واہ کیابات ہے)

☆..... اس دوران عالیہ وقفے وقفے سے دھنیں بجاتی اور ملی نغمے سنا کر محفل کو دلچسپ بناتی رہیں اور آخر وقت تک سٹیج پر رہیں (واہ کیابات ہے)

☆..... حاجی مراد (مراد ٹرسٹ آئی ہاسپٹل) واحد معزز مہمان تھے جو مقررہ وقت سے بھی پہلے پہنچے (یہ ہوئی ناں بات!!) انہوں نے گوجرانوالہ پھول کلب کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا (تھینک یو انکل!)

☆..... گوجرانوالہ پھول کلب کی تقریب میں ساری انتظامیہ سفید کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس تھی (حسن اتفاق کہئے یا.....!)

☆..... گوجرانوالہ پھول کلب (گرلز ونگ) کی خاموش صدر حمیرا ناز اور زہرہ ستار ہال میں بھی خاموش خاموش سی بیٹھی رہیں (دو لڑکیاں..... اور خاموش..... حیرت ہے!؟)

☆..... حاجی مشتاق مغل (سیکرٹری جنرل تنظیم مغلیہ پاکستان) نے کہا جس ادب میں تاثیر نہیں وہ دو کوڑی کا ہے انہوں نے مزید کہا کہ تاثیر سے مراد یہ ہے کہ پڑھنے والے میں ادیب کا دل دھڑکنے لگے جو نئی آرزوؤں تمناؤں اور ارادوں سے معمور ہو۔

☆..... شیخوپورہ پھول کلب کے صدر اور پنجاب پھول کلب کے نئے نئے نائب صدر نے کہا ہمارے ملک میں ٹیلنٹ موجود ہے صرف پلیٹ فارم کی ضرورت ہے اور پھول کلب کی صورت میں یہ بچوں کے لئے معیاری اور شاندار پلیٹ فارم ہے جناب خورشید احمد سوڈھی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ نے کہا کہ کلب کے پلیٹ فارم سے بچوں کی صلاحیتوں میں نکھار اور سوچ میں واضح [illegible] اور مثبت تبدیلی پیدا ہو رہی ہے اور وطن عزیز سے محبت و وفاداری کا جذبہ پروان چڑھ رہا ہے۔

☆..... بچوں کے ادیب نذیر انبالوی نے گوجرانوالہ پھول کلب کو تربیتی ورکشاپس کروانے کا مشورہ دیا اور کہا ادب نہ صرف زندگی کا ترجمان ہوتا ہے بلکہ زندگی کو حسین سے حسین تر بناتا ہے آپ نے گوجرانولہ کے ساتھیوں کے خلوص [illegible] کی دل کھول کر تعریف کی

☆..... لاہور پھول کلب کے صدر اور پنجاب پھول کلب کے نئے نویلے جنرل سیکرٹری شہزاد سلیم اچانک اپنا نام پکارے جانے پر کچھ کچھ شرماتے کچھ کچھ گھبراتے دھیرے دھیرے ڈائس پر آئے..... مائیک سنبھالا اور بچوں کو آگے بیٹھنے کی تلقین کی کہ اس سے جھجک دور ہوتی ہے (حالانکہ خود تو یوں شرماتے ہیں جیسے.....)

☆..... صدر پھول کلب پنجاب محمد قاسم گورایہ نے اپنے خوبصورت لب و لہجہ میں خطاب کا آغاز صاحب طرز ادیب جوزف کلمریڈ کے ہمت و جستجو والے واقعہ سے کیا جس نے محنت اور ارادہ سے انگریزی ادب میں نمایاں مقام حاصل کیا انہوں نے کہا کہ ارادہ اگر سچا اور پختہ ہو تو کوئی بھی کام مشکل نہیں ہوتا راستوں کی ویرانی اور کڑکتی دوپہر سے گھبرانے والے کبھی منزل نہیں پا سکتے۔

☆..... ماہنامہ "پھول" کے سب ایڈیٹر مبین چودھری نے خطاب کا آغاز بڑے ڈرامائی انداز سے کیا کہ حاضرین دم بخود رہ گئے انہوں نے کہا کہ گوجرانوالہ محض پہلوانوں کا شہر ہی نہیں بلکہ عمل و ادب کا گہوارہ بھی ہے انہوں نے "پھول" کے متعلق بتایا کہ اسے کتنی محنت اور محبت سے تیار کیا جاتا ہے مبین بھائی کا خطاب بہت دلچسپ رہا (واہ جی مبین بھیا.....!!)

☆..... جناب اعجاز میر (نمائندہ خصوصی روزنامہ نوائے وقت) نے کہا آج کے تاریک ماحول میں پھول کلب امید کی کرن ہے کلب نے جس عزم اور حوصلہ سے اتنے قلیل عرصہ میں بچوں کو ان کا جائز مقام دلانے کے لئے کام کیا ہے

☆..... تقریب کے مہمان خصوصی رانا ناصر محمود (فیصل سینٹری فٹنگز والے) نے کہا "پھول" حسن سیرت اور حسن صورت کا دل آویز مرقع ہے انہوں نے مزید کہا کہ میری دعا ہے کہ پھول ہمیشہ علم و ادب کی خوشبوئیں بکھیرتا ہوا پاکستانی بچوں کے دل و ذہن سیراب کرتا رہے.....

☆..... خواجہ ضرار کلیم (صدر گوجرانوالہ چیمبر آف کامرس) نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ موجودہ ملکی حالات میں قلم کاروں اور ادیبوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے قلم کے ساتھ معاشرتی برائیوں کے خلاف جہاد کریں تمام معزز مہمانوں کو شیلڈز اور پروگرام کو مینج کرنے والوں میں اسناد تقسیم کی گئیں (سواواٹ گیا یاد شاہو!!)

☆..... آخر کار دلوں کی دھڑکنوں کو ساکت کرنے والے لمحات جن کا انتظار سب کو شدت سے تھا اور جو اس تقریب کا باعث تھے جی ہاں! نتائج..... نتائج کا اعلان ہوا

پہلی پانچ پوزیشن ہولڈرز کو ایوارڈز خوبصورت کتب کے سیٹ اور اعزازی اسناد دی گئیں (اور پھر تمام پوزیشن ہولڈرز کا گروپ فوٹو بھی بنایا گیا)

☆..... پوزیشن ہولڈرز کی ترتیب کچھ اس طرح سے رہی۔

فوزیہ یوسف (حافظ آباد) نے پہلی، جویریہ علیم (راولپنڈی) نے دوسری، ماریہ مجید (لاہور) نے تیسری، عباس راحت اعوان (پشاور) نے چوتھی، خولہ مجید (لاہور) نے پانچویں، الماس اخلاق (لودھراں) اور محمد ندیم اختر (لیہ) نے چھٹی، امجد حسین چھندی (ضلع فیصل آباد) ارم بتول (کندیاں ضلع میانوالی) اور شفا اشرف (صادق آباد) نے ساتویں، سید غلام رضا بخاری (منگووال ضلع چکوال) اور رانا ذکاء الرحمن (مظفر گڑھ) نے آٹھویں، رانا شاہد زمان (خانیوال) نے نویں، سید مزمل حسین (رحیم یار خان) نے دسویں، نبیلہ ناز (پاکپتن) نے گیارہویں، مختار احمد زاہد (گوجرانوالہ) نے بارہویں، عمران اسلام (کامونکے) نے تیرہویں، بلقیس اختر (رحیم یار خان) اور فیصل اکرام شیخ (چیچہ وطنی) نے چودھویں اور حامد رانا (کامونکے) نے پندرہویں پوزیشن حاصل کی۔

☆..... ٹی پارٹی سے فارغ ہو کر دوسرا سیشن شروع ہوا (جو صرف 15 منٹ کا تھا) اس میں نذیر انبالوی اور مبین چودھری بھیا نے لکھاریوں کو کہانی کے حوالے سے بتایا کہ کیسی کہانی معیاری ہوتی ہے اور کیسی بہت زیادہ معیاری.....

اس کے بعد تقریب نہایت خوش اسلوبی سے اپنے اختتام کو پہنچی اور ساتھی اپنے دل میں خوشگوار اور انمٹ یادیں سموئے اپنے اپنے شہروں علاقوں کو روانہ ہوئے ان کے ساتھ بہت سا فخر بھی تھا.....

پھول کلب کوئٹہ کی سیر

14 رکنی پھول کلب کوئٹہ کی ٹیم نے ہنہ جھیل اور سرخ پل کے مقامات پہ سیر کی اور پکنک منائی کھانے پینے کی اشیاء ساتھ لیکر گئے تھے اس لئے بہت آسانی رہی۔ جھیل میں کشتی رانی بھی کی گئی۔ پکنک میں محمد طاہر ترکمن کے علاوہ محمد فاروق بٹ، غلام مصطفیٰ، حبیب احمد، کامران احمد، عمران طفیل، فرخ، کاشف اور خرم بھی شامل تھے۔

یہ 1985ء کا ایک دن تھا' میں گھر میں بیٹھا اپنے کزن کے ساتھ ٹی۔ وی دیکھنے میں مصروف تھا کہ دفعتاً باہر کی کچھ آوازیں میرے کانوں میں پڑیں۔ باہر جا کر دیکھا تو ایک جلوس آرہا تھا۔ کچھ لوگوں کے خلاف کافر کافر۔ کافر کافر کے پرجوش نعرے لگ رہے تھے۔

ایک صاحب انہیں زیادہ سے زیادہ جوش دلا رہے تھے۔ ابھی یہ ہنگامہ جاری تھا کہ دیکھتے ایک طرف سے گولیوں کی ایک بوچھاڑ آئی اور نعرے لگانے والے خون میں لت پت گرنے لگے۔ ایک دم بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ اس واقعے میں بے شمار جانیں ضائع ہوئیں لیکن حاصل کیا ہوا کچھ بھی تو نہیں۔ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

پیارے قارئین! سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ہماری بنیاد ایک یعنی قرآن مجید' نبی ایک' خدا ایک کعبہ ایک تو پھر یہ فرقہ بندی۔ یہ ذاتیں یہ تعصبات کیا یہ سب دینی اور قومی یکجہتی کی باتیں ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں! یہ چیزیں تو ازل ہی سے تنزلی کی نشانیاں ہیں۔ خدا کیلئے اپنی اپنی سطح پہ ان کا تدارک کیجئے۔ اس کا کوئی حل سوچئے

قمر الزمان قیصرانی (لیہ)

ایڈیٹری ایک دن کی

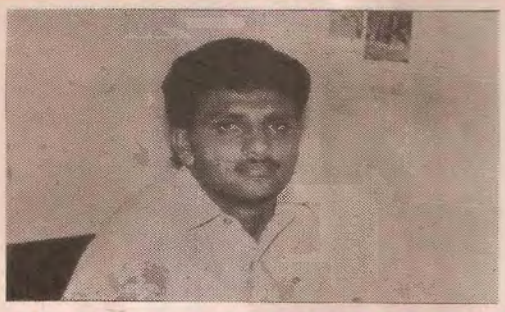

جب سے پھول میں "ایڈیٹری ایک دن کی" کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہم نے بھی کئی بار کوپن پر کر کے بھیجا لیکن ہماری ایسی قسمت کہاں؟ ایک دن اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ پھول بھیا کو ٹیلیفون کیا جائے سو دوسرے ہی لمحے اسے عملی جامہ پہنا دیا۔ ٹیلیفون پر بھیا سے بڑی دلچسپ باتیں ہوئیں۔ آخر میں ایڈیٹر بھیا کو شاید رحم آگیا کہنے لگے مبارک ہو آپ کا فون انعامی ہو گیا اور پھر لاہور آنے کی دعوت بھی دے ڈالی۔

خدا خدا کر کے تاریخ قریب آئی اور ہم معہ اپنے ایک عدد ساتھی کے نوائے وقت آفس جا پہنچے

اندر پہنچے تو پروگرام شروع ہو چکا تھا سو تعارف کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حاضرین پر نظر دوڑائی تو کچھ شکلیں جانی پہچانی سی محسوس ہوئیں۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے شاعر مغرب جناب فرحت عباس شاہ اور دوسرے صاحب ذوالقرنین حیدر ہیں۔ آخر پینے پلانے کی نوبت آئی تو فرحت صاحب اور ذوالقرنین صاحب کی لڑائی ہوتے ہوتے بچی کیونکہ گلاس ایک تھا اور بندے دو۔ خیر پھر سب کیلئے الگ الگ جوس آگئے۔ آخر میں فوٹو گرافر انکل آئے۔ "قطار بنائیے" کا بیج لگا کر تصویریں لی گئیں اور محفل کا اختتام۔ لیکن بھیا نے کہا کہ دور سے آنے والے ساتھی تھوڑی دیر بیٹھیں سو ہم بیٹھ گئے مزید گپ شپ ہوئی۔ ہم نے گزارش کی کہ جناب نے ایڈیٹری کے بارے میں بہت عرصے سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ کہنے لگے تو پھر کل گیارہ بجے آیئے گا۔ اگلے دن پھر جا پہنچے ایڈیٹر بھیا ملتے ہی کہنے لگے مسٹر قمر آپ یوں کریں کہ اس ایک من کے بنڈل سے مختلف سلسلے الگ الگ کریں۔

بچوں کے خطوط پڑھے تو ہوش ٹھکانے آگئے۔ بالکل چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر تین تین سلسلے اور ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ بھیا میری تحریریں ضرور شائع کیجئے گا۔ ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ بھلا اس طریقے سے دل ٹوٹے گا نہیں تو کیا ہو گا۔ تین گھنٹے تک اسی چیز میں سر کھپایا۔ اس کے بعد نماز کا ٹائم ہو گیا بھیا نے کہا چلیں نماز کیلئے مسجد سب سے اوپر والی منزل پر تھی۔ سیڑھیاں چڑھ چڑھ کر ہمارا تو پٹرول ختم ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو کھانے کا پوچھا گیا۔ بھوک تو بڑی زور کی لگی تھی لیکن مروت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

اسی مروت میں ہم نے ہوٹل والے لڑکے کو دال لانے کا کہا۔ ایڈیٹر بھیا مسکرائے اور بولے شرمائے بغیر منگوالیں۔

جاتے ہوئے کہنے لگا "دو لانی ہیں" ہم نے سوچا شاید دو سالن کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں ہاں دو لانی ہیں۔ وہ دو روٹیاں لے آیا یوں ہمیں ایک ایک روٹی پر گزارہ کرنا پڑا بھوک نے تنگ تو بڑا کیا لیکن پھر وہی تکلف آڑے آگیا۔

حالانکہ بھیا نے دو تین بار سمجھایا بھی تھا۔ مگر ہم ٹھہرے دور دراز سے آئے ہوئے مہمان۔ شرمائے ہی رہے اور اپنا نقصان کیا۔ اس کے بعد بھیا نے ہمیں پاس بلایا کچھ پوائنٹس لکھ کر دیئے اور کہا کہ اپنے دماغ سے ان پر لکھو۔

سب سے پہلے تھا کہ پھول میں کوئی سی تین تبدیلیاں تجویز کریں کافی دیر غور کرنے اور سوچنے کے بعد چند تبدیلیاں ذہن میں آئیں۔ جو لکھ دیں۔

اگلا سوال تھا اگلے چار پانچ مہینوں میں پھول کے ٹائٹل اور سنٹر پیج کیسے ہونے چاہئیں۔ ہم نے ان پر بھی تکا لگا دیا۔

یوں یہ چیز بھی اپنے اختتام کو پہنچی۔ پھول آفس میں اعظم یاد' مبین صاحب اور نیاز عاصف صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ بڑے خلوص سے پیش آئے اور بڑا تعاون کیا۔ بڑا شکریہ۔

اگلا مرحلہ تصویریں اتروانے کا تھا ایڈیٹر بھیا نے ہمیں نیاز بھائی کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی انجام پا گیا۔ پھر بادشاہ سلامت کے دربار (ایڈیٹر بھیا کے دفتر) میں پیش ہوئے۔ وہ شاید کام سے خوش تھے۔ بولے ہم اپنی مرضی کا تحفہ دیتے ہیں۔ جائیں کیا یاد کریں گے۔ یہ سامنے والی دراز کھولو۔ ہم نے تعمیل کی کہا! دیکھو اندر کیا ہے۔ ہم نے کہا کتابیں' بولے' جو کتاب پسند آئے اٹھا لو ہم نے ایسا ہی کیا۔ بھیا نے پیک کر کے اور اپنے دستخط ثبت کر کے کتاب ہمیں دے دی۔ اتنے میں گھڑی پر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ چھ بج چکے ہیں ہم نے اجازت طلب نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔

اور ساتھ ہی گزارش کی ہمارے دوست نے ہمارا بڑا ہاتھ بٹایا ہے۔ ایڈیٹر نہ سہی سب ایڈیٹر یا پروف ریڈر ہی سہی۔ کچھ تحفہ ادھر بھی ہو جائے..... اس وقت ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب وہ بھی خالی ہاتھ نہ رہے اور کرنل اشفاق کی جنٹل مین اللہ اللہ سے نوازے گئے۔

میرا نام قمر الزمان قیصرانی ہے۔ حال ہی میں ایف ایس سی پری میڈیکل کا ایگزام دیا ہے۔

مطالعے کا بہت شوقین ہوں۔ لکھنے لکھانے کا بھی شوق ہے۔ شاہ فیصل شہید میری آئیڈیل شخصیت ہیں۔ میں پاکستان کو عالم کا عظیم قلعہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ مستقبل میں کوئی یادرہ جانے والا کام کرنا چاہتا ہوں۔ مخلص لوگ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جھوٹ سے مجھے شدید نفرت ہے۔

پھول سے میرا تعلق پہلے شمارے سے ہے اور یہ دوستی ابھی تک قائم ہے کیونکہ پھول پاکستان کے تمام رسائل سے ایک منفرد رسالہ ہے۔ امید ہے یہ آئندہ بھی اپنی انفرادیت قائم رکھے گا۔ ایڈیٹر بھیا کے بارے میں میں خصوصاً یہ کہوں گا کہ بہت رحمدل' نرم خو اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ میں ان سے بہت متاثر ہوا۔

بطور ایڈیٹر میں نے محسوس کیا کہ یہ ایک بہت مشکل اور تھکا دینے والا کام ہے۔ میں بھیا کی ہمت کی داد دیتا ہوں۔ اور محسوس کرتا ہوں کہ آنے والے سالوں میں پھول بہت بہتر ہو گا اور کامیابیوں کی عظیم داستانیں رقم کرے گا۔

A Treasure of Rare Books

سپورٹس کوئز

آپ قوت اندازی کے ذریعے سال بھر کیلئے پھول کے حقدار ٹھہرنے والے خوش قسمت پھول ساتھی ہیں۔ آپ سب کو پھول کا تحفہ مبارک ہو!

1۔ سعید اصغر علی محمد امین کریانہ مرچنٹ منڈی فتحوالہ تحصیل و ضلع قصور
2۔ ماسٹر محمد مبارک D/O چودھری مبارک علی گل ایڈووکیٹ کچہری روڈ بیت
3۔ حافظ محمد اجمل ٹیبل معرفت حیات دواخانہ مین بازار ڈیرہ نواز صاحب امبر پور شرقی
4۔ حسن طاہر W/O محمد یاسین سنگھ کیمیر پوریالہ ضلع وہاڑی
5۔ فرحان اختر ماسٹر نسین شاہ وارڈ نمبر 15 کوٹلی کلاں ملک وال منڈی بہاؤ الدین
6۔ فریحہ نبیل معرفت چودھری عبدالعزیز انڈسٹریل ویلپمنٹ بینک روڈ مظفر آباد آزاد کشمیر
7۔ زبیدہ بشیر ماڈرن بیکرز تحصیل روڈ بالا کوٹ مانسہرہ
8۔ فوزیہ سراج عرفان آباد کالونی وارڈ نمبر 12 جامپور ضلع راجن پور
9۔ شریل عارف C/O میاں عارف وحید وی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بینک تحصیل بارون آباد
10۔ محمد شعیب 131۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
11۔ عاقب وسیم شوق شوز انارکلی بازار اوکاڑہ

لگ جیکر مسافروں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے لپکا ٹھہرو..... اپنی جان کو خطرے میں مت ڈالو..... مگر لڑکے نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا..... کھڑکیوں کے قریب بیٹھے مسافر باہر جھانک کر دیکھنے لگے مگر اس لڑکے کا پتہ کسی کو نہ چل سکا کہ وہ گیا کہاں.....

اللہ..... اللہ..... کیسا زمانہ آ گیا ہے اتنی چھوٹی سی عمر اور یہ بے باکی..... جان تک کا خوف نہیں..... ٹکٹ چیکر زیر لب بڑبڑاتے ہوئے پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا اس نے سامنے کی سیٹ پر دیہاتیوں سمیت سب کے ٹکٹ چیک کر کے انہیں واپس کر دیئے تھے اب وہ وقاص کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوا اور اس سے ٹکٹ دکھانے کے لئے کہا..... اس کیلئے یہ پہلا موقع تھا لمحہ بھر کیلئے تو وہ گھبرایا پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹکٹ اس کے سامنے اس سارے عمل کے دوران اس کی نظریں برابر رسالے پر جمی رہیں جبکہ دل کی دھڑکنیں بڑھ چکی تھیں۔ ٹکٹ چیکر نے ٹکٹ دیکھا پھر چشمے کے شیشوں میں سے غور سے وقاص کو..... وقاص گھبرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

آپ نے یہ ٹکٹ کہاں سے خریدا ہے مسٹر.....؟ کچھ سوچتے ہوئے ٹکٹ چیکر نے سوال کیا۔

کہاں سے..... کیا مطلب.....؟ وقاص نے اپنی ساری قوتیں جمع کر کے چیکر صاحب سے خود سوال کر دیا ٹکٹ پر صاف لکھا ہے کہ وزیر آباد تا راولپنڈی..... وزیر آباد سے ٹکٹ لیا ہے میں نے.....!

اتنا تو میں بھی پڑھنا جانتا ہوں۔ میاں صاحبزادے..... مگر آپ کا ٹکٹ کئی دن پرانا معلوم ہوتا ہے..... ٹکٹ چیکر نے طنز کے ساتھ کہا.....

یہ کیسے ممکن ہے.....؟ میں نے خود بکنگ آفس سے یہ ٹکٹ آج خریدا ہے..... مگر اب اس کی آواز میں پہلے جیسا زور نہیں تھا.....

ٹکٹ چیکر نے دیہاتی مسافر سے ٹکٹ لیکر وقاص کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا یہ دیکھئے..... یہ ہے آج کا جاری کردہ ٹکٹ آپ کے ٹکٹ کا نمبر اس ٹکٹ سے دو ہزار نمبر پیچھے تھے.....

ایسا ممکن نہیں کہ ایک ہی دن میں وزیر آباد سے پنڈی تک دو ہزار مسافر ایک ساتھ سفر کریں.....

اب ہر مسافر وقاص کی طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وقاص کے چہرے کا تو رنگ خوف سے سفید پڑ گیا پھر بھی وہ ہمت کر کے بولا کیوں ممکن نہیں ہے آج کل شادی بیاہ کا سیزن ہے پوری کی پوری باراتیں سفر کرتی ہیں مگر مجھے ان تمام باتوں سے کیا مطلب..... میں نے تو ٹکٹ خریدا ہے اور وہ آپ کے پاس ہے.....

ٹھیک ہے..... آپ اپنی جگہ بیٹھے رہیئے میں اگلے اسٹیشن پر خود تحقیق کروں گا کہتے ہوئے ٹکٹ چیکر دوسرے مسافروں کے ٹکٹ چیک کرنے لگا۔

آف میرے خدا..... برے پھنسے..... اب کیا ہو گا.....

وقاص نے دل ہی دل میں سوچا..... تحقیق سے تو بات ثابت ہو جائے گی کہ ٹکٹ واقعی خاصا پرانا ہے یہ ٹکٹ چیکر تو بول کے کاٹنے کی طرح چپک کر رہ گیا اس کے ذہن میں اس مصیبت سے بچنے کی ایک ترکیب آئی وہ چیکر کو مخاطب کر کے بولا دیکھئے میں نے ٹکٹ تو دکھا ہی دیا ہے آپ کو شک ہے تو دوسرا ٹکٹ بنا دیں قیمت لیکر اور یہ کہتے ہوئے اس نے سو روپیہ کا نوٹ جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

نہیں، جناب یہ درست طریقہ نہیں ہے..... آپ شریف لڑکے ہیں آپ دھرا جرمانہ کیوں بھریں..... آپ نے ٹکٹ بکنگ ونڈو سے خریدی ہے نوٹ اپنے ہی پاس رکھیں چیکر نے جواب دیا..... اب تو مارے گئے..... وقاص نے سوچا اور دل ہی دل میں اس گھڑی کو کوسنے لگا جب اس نے استعمال شدہ ٹکٹ کے ساتھ سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا چند ہی منٹوں بعد اسٹیشن آنے والا ہے جہاں پہنچ کر ساری حقیقت آن کی ان میں ظاہر ہو جائے گی 3 آف..... اب میں کیا کروں..... کیا میں بھی اس لڑکے کی طرح چلتی ٹرین سے کود جاؤں..... اس نے سوچا.....

کیا سچ مچ تم نے ٹکٹ آج ہی خریدا تھا..... سامنے کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دیہاتیوں میں سے ایک نے سوال کیا

اب کتنی بار صفائی دوں..... وقاص جھنجلا کر بولا..... ایک تو اسے ویسے ہی پینڈو لوگوں سے چڑ تھی اس پر طرہ یہ کہ وہ کسی ماہر پولیس انسپکٹر کی طرح تفتیشی سوال کر رہا تھا.....

ہو جاتا ہے بھائی..... کبھی، کبھی گڑبڑ ہو جاتا ہے..... اسی دیہاتی نے نرمی سے کہا اچھی طرح دیکھو ممکن ہے تمہارے ہی پاس دو ٹکٹ ہوں کسی دوسری جیب میں رکھ لی ہو اور ٹی ٹی بابو کے مطابق جو ٹکٹ ان کو دی ہے وہ پہلی کسی تاریخ کی ہو.....

وقاص نے بادل نخواستہ پھر اپنی جیبیں ٹٹلو نٹی شروع کر دیں حالانکہ اسے بخوبی علم تھا کہ اس نے ٹکٹ خریدی ہی نہیں ہے ابھی وہ اپنی جیبیں الٹ پلٹ کر رہی رہا تھا کہ چیکر اپنا کام ختم کر کے وہیں آ کر بیٹھ گیا اچانک وہی دیہاتی چیخا..... ارے، وہ پڑا ہے تمہارا ٹکٹ اور خود تیزی سے سیٹ کے نیچے جھک گیا جب وہ سیدھا ہوا تو ایک ٹکٹ اس کے ہاتھ میں تھا وہی چیکر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا..... بابو صاحب..... دیکھو..... شائد یہ ٹکٹ اسی بچے کا ہے گھبراہٹ میں یہ نیچے گر گیا اور اس نے جیب میں پرانا ٹکٹ آپ کو دکھا دیا..... ٹکٹ چیکر نے ٹکٹ ہاتھ میں لیکر دیکھا۔ وہ صحیح تھا اتنا درست کہ آج کی تاریخ بھی صاف تھی ٹکٹ چیکر نے ایک بار پھر وہاں موجود سارے مسافروں کے ٹکٹ چیک کئے سب کے ٹکٹ ان کے پاس تھے اسی دوران اسٹیشن آ گیا اور چیکر خاموشی سے اتر کر چلا گیا..... چند منٹ گاڑی وہاں رکنے کے بعد چل پڑی اس دیہاتی نے ہنستے ہوئے کہا..... بھیاء..... اب وہ ٹکٹ تو مجھے واپس دیدو نجانے کیوں تم پہ رحم آ گیا بیکار مصیبت میں پڑ جاتے پتہ نہیں ٹی ٹی باد کتنی رقم لیکر تمہیں چھوڑتا..... مگر اب عہد کر لو آئندہ کبھی اسی حرکت نہیں کرو گے۔

وقاص کیلئے اب چالاکی دکھانے یا کوئی اور جھوٹ بولنے کا وقت نہیں تھا..... اس نے دیہاتی کو شکر گزار نظروں سے دیکھا اور اس کا ٹکٹ واپس کرتے ہوئے کہا بہت بہت شکریہ آپ کا، کہ اس مشکل وقت میں کوئی جان پہچان نہ رکھتے ہوئے بھی اتنی بڑی مدد کی مگر یہ فاضل ٹکٹ آپ کے پاس آیا کیسے.....

بیٹا، یہ فاضل ٹکٹ تمہاری چاچی کا ہے جو برابر کے لیڈیز ڈبے میں ہے اتفاق ہے کہ اس کا ٹکٹ میں نے اپنے پاس رکھ لیا جو تمہارے کام آ گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا اگر یہ پینڈو نہ ہوتا تو.....

A Treasure of Rare Books

بقیہ پگھلا ہوا سیسہ

سیب کھالینا میں اسے پیار کر کے اٹھی اور باورچی خانے کی طرف چل دی میں دانستہ ابھی اس سے کل کے حادثے کے متعلق نہیں پوچھ رہی تھی دودھ اور سیب لے کر واپس آئی تو وہ سامنے دیوار پر نظریں جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔

لے بیٹا..... پہلے سیب کھالے پھر دودھ پی لینا' میں تھالی میں رکھا سیب اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

اماں! میں کہتا تھا ناں کہ انڈیا ہمارا دیس نہیں ہے پر تو مانتی نہیں تھی وہ تھالی کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

انس بیٹا چھوڑ ان باتوں کو پہلے یہ کھالے میں نے اس کے سر کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کی تو اس نے بھی خود کو دھکیل کر بٹھانے کی کوشش کی ایک کراہ پھر اس کے لبوں سے نکل گئی۔

ابھی تو آرام کر..... یہ وقت ان باتوں کا نہیں..... اس کو تقریباً" بٹھا کر میں اس کے سامنے تھالی لے کر بیٹھ گئی اور سیب کی قاشیں کاٹ کر اس کو دینے لگی۔

بولا۔ یہ ہی تو وقت ہے اماں وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے دیکھ بیٹا..... میں نے اس کو سمجھانا چاہا۔

کیا دیکھوں اماں تم ہمیشہ کی طرح یہی کہو گی کہ ہندوستان ہی ہمارا دیش ہے کیونکہ ہمیں یہاں پیدا ہوئے لیکن اب کیا تم میرا حال دیکھ کر بھی اپنی بات پر قائم رہو گی وہ میری بات کاٹ کر بولا۔ کیا ہوا تھا تجھے کل..... میں نے گویا ہار مان لی۔

مجھے..... مارا تھا مجھے سنیل اور وجے نے وہ جو میرے دوست تھے ان کے ساتھ بہت سارے اور لڑکے بھی تھے۔ طارق علیم اور اور عبدالحئ بھی میرے ساتھ تھے۔ ان کو بھی بہت مارا۔

لیکن ہوا کیا تھا وہ تو تیرے بچپن کے ساتھی تھے مجھے حقیقتاً" یہ سن کر حیرت ہوئی تھی ہم لوگ گراؤنڈ میں ہر شام کی طرح کرکٹ کھیل رہے تھے کھیل ختم ہوا تو سب باتیں کرنے لگے بات کہیں قومی ٹیم تک جا پہنچی سب ہی اپنی ٹیم کی تعریف کر رہے تھے میں نے اتنا کہہ دیا کہ پاکستانی باؤلروں کے آگے ٹھہرنا مشکل ہے اتنا سنتے ہی سنگمیر سنگھ نے بیٹ اٹھا لیا اور بولا کہ کھاتے انڈیا کا ہو رہتے انڈیا میں ہو اور مالا جپتے ہو پاکستان کی..... تم مسلموں کا وہی دیش ہے تو یہاں کیوں پڑے ہو طارق ذرا جوش میں آ گیا بات بڑھ کر مار کٹائی پر آ گئی ساری دوستی بھلا دی انہوں نے اس نے تاسف بھرے لہجے میں ساری بات کہہ سنائی میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ وہ پھر بول اٹھا جب ہمارا دیش پاکستان ہے تو کیوں رہتے ہیں ہم یہاں..... ؟ نہیں رہنا مجھے یہاں' مسجدوں پر تالے لگ گئے ہیں چند ایک کے سوا کوئی ہمیں قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتا سکولوں میں سب سے پیچھے اور زمین پر ہم کو بٹھایا جاتا ہے پڑھ لکھ کر نوکریاں ہمیں نہیں ملتیں تو پھر یہ کہاں سے ہمارا دیش ہو گیا انس نے ہمیشہ کے کئے ہوئے سوال دوبارہ دہرائے تو میں چپ کر کے رہ گئی۔

یہ وہ باتیں تھیں جو انڈیا کے تمام مسلمانوں کے ذہن میں ابھرتی تھیں مگر لبوں پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ دیتی تھیں نفرتوں کی دھند میں الجھی ہوئی ڈور کا کوئی سرا کسی کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا اور بالآخر تھک ہار کر سبھی اس چیختے چلاتے منظر کا خاموش کردار بن جاتے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ انس کے ساتھ ایسا ہو اس کے ابو کے انتقال کے بعد میں نے کیڑے سی سی کر گذر اوقات کی تھی۔ انس بہت ہی تابع فرماں بچہ تھا کبھی اس نے ناجائز خواہشات کے حصول کے لئے مجھے تنگ نہیں کیا تھا۔ ہمیشہ راضی و قانع رہتا تھا بس اگر کبھی بحث کرتا تو یہی کہ انڈیا ہمارا دیش نہیں۔ اسی کی وجہ سے اندر ہی اندر میں بھی پاکستان جانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی مگر اس کو ہمیشہ یہی باور کرایا کہ بھارت ہی ہمارا ملک ہے تاکہ اگر پاکستان نہ بھی جا سکے تو وہ اس ماحول میں سیٹ ہو سکے۔ لیکن میں یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب بہت مشکل ہے۔

کیا سوچنے لگیں اماں..... انس نے میرا بازو ہلایا۔

کچھ نہیں..... بیٹا تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی ہوں میں نے اسے مطمئن کرنا چاہا مگر وہ بہت ذہین تھا۔

تم ماں کیوں نہیں لیتی اماں کہ انڈیا ہمارا دیش نہیں ہے یہاں جینے مرنے والے ہر مسلمان کو پاکستان کا جاسوس سمجھا جاتا ہے جو ذرا خوشحال ہیں وہ تو ڈھکی چھپی مخالفت کا نشانہ بنتے ہیں مگر ہم جیسے تو آج تک انہی قربانیوں کی ایک کڑی بنے ہوئے ہیں جو 1947ء میں پاکستان کے لئے دی گئی تھیں یوں تو یہ بھارتی لاڈ مذہب بنتے ہیں پر ادھر کسی نے گائے کی قربانی دی نہیں ادھر مسلمانوں کے محلے کے محلے جلا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی ہولی دیوالی کی رونق تب ہی بڑھتی ہے جب مسلمان، جوانوں کے خون سے زمین کو رنگ نہ لیں۔

مسجدوں میں ہم نہیں جا سکتے کوئی باعزت کام حاصل کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں پھر بھی اماں تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمارا ملک انڈیا ہے۔ ہمارا ملک تو پاکستان ہے جسے بنے آدھی صدی ہونے کو ہے مگر اس کے لئے قربانیاں ہم آج تک ادا کر رہے ہیں یہ کہتے کہتے وہ رو پڑا تو میں نے اسے خود میں سمیٹ لیا۔

تو سچ کہتا ہے بیٹا پاکستان ہی ہمارا دیش ہے اب ہم یہاں نہیں رہیں گے دعا کرو کہ خدا ہمیں اپنے دیش لے جائے ہم دونوں ماں بیٹا ایک دوسرے کے گلے لگے دیر تلک روتے رہے.....

اور پھر خدائے پاک نے ہماری سن ہی لی ادھر انس کی حالت بہتر ہوئی ادھر بھائی احمد علی کا خط آ گیا کہ ہمارے کاغذات بن گئے ہیں اور وہ اگلے ہفتے ہمیں لینے کے لئے آ رہے ہیں انس مارے خوشی کے پاگل ہو گیا میں تو پہلے ہی اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھی اسے خوش دیکھ کر میرے گرد بھی مسرتوں کی ہوائیں رقص کرنے لگیں پھر وہ دن بھی آ گیا جب ہم نے ہندوستان کو الوداع کہا تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کی اور پاکستان کی مبارک اور پاک زمین پر قدم رکھا انس کا تو یہ حال تھا کہ جیسے ہر منظر آنکھوں کے راستے دل میں جذب کرنے کی کوشش کر رہا ہو میں نے بھی رب العزیت کا شکر ادا کیا کہ جس نے ہمیں یہ لمحے دکھائے۔

شروع میں تو ہم بھائی احمد علی کے گھر ہی رہے مگر پھر میں نے اصرار کیا کہ مجھے علیحدہ کرائے پر مکان لے دیں میری ضد سے مجبور ہو کر انہوں نے ایک چھوٹا سا مکان ڈھونڈ لیا میں ایک بار پھر کپڑے سی کر زندگی کی گذر اوقات کا ساماں کرنے لگی انس کو ایک قریبی سکول میں داخل کرا دیا یہ حیدر آباد کا ایک پرائیویٹ سکول تھا سب کچھ بالکل ٹھیک ٹھاک جا رہا تھا بول چال کا تو کوئی خاص مسئلہ نہ تھا لیکن اردو لکھنا اور پڑھنا ذرا مشکل تھا کیونکہ انڈیا میں تو اردو کو پاکستان اور مسلمانوں کی زبان کہا جاتا تھا سو وہاں پر اردو لکھنا پڑھنا منع تھا اردو کے علاوہ سندھی کے لئے انس ذرا پریشان تھا کیونکہ یہاں سندھی کا عمل دخل زیادہ تھا بول چال میں بھی اور پڑھائی میں بھی.....

مگر وہ مسلسل محنت کر رہا تھا شام کے وقت اپنے ماموں سے بھی پڑھتا تھا بہت سے دوست بھی بنا لئے تھے ان کو بٹھا کر خوب انڈیا کے قصے سناتا اور مسلمانوں کی حالت زار بیان کرتا۔ پاکستان آنے کے باوجود اس کا دل وہاں کے مسلمانوں کے لئے تڑپتا تھا۔ بہرحال اس کا بنیادی اضطراب اب ختم ہو چکا تھا اور یہ بات میرے لئے باعث سکون تھی۔

وہ بھی عام دنوں کی طرح کا ایک دن تھا۔ زندگی کسی پرسکون سمندر کی طرح ایک کے بعد ایک لہر سے متعارف کروا رہی تھی میں دوپہر کے لئے کھانا بنا کر دوبارہ مشین لے کر بیٹھی ہی تھی کہ وہ کچھ ہو گیا جو میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا وہی منظر میری نگاہوں کے سامنے دوڑنے لگا مجھے جیسے کسی نے پتھر کا کر دیا وہی سب کچھ تھا..... کھلے دروازے سے امجد انس کو سہارا دیئے اندر لا رہا تھا..... میرے جسم سے آہستہ آہستہ جیسے کوئی جان نکال رہا تھا۔ امجد نے انس کو چٹائی پر لٹا دیا خود بھاگ کر نل سے پانی نکال کر لایا۔ مجھے جھنجھوڑا اور پانی میرے لبوں سے لگا دیا لیکن پانی کے قطرے میرے اندر لگی آگ کو بجھا نہیں سکتے تھے۔

میرا بچہ..... لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر میرے لبوں سے ادا ہوئے۔

خالہ..... ! وہ کلاس میں ٹیسٹ ہوا تو انس کے سندھی میں نمبر کم آئے تھے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ کوشش کرتے رہو جلد سندھی آ جائے گی تو اچانک امیرزادہ سومرو اٹھ کر کہنے لگا کہ بھلا اس مہاجر کو سندھی کیوں آنے لگی اس سے تو ہندی سننی چاہئے بس انس تو آپے سے باہر ہو گیا میں مہاجر نہیں پاکستانی ہوں مراد سومرو نے جھگڑا کھڑا کر دیا کہ ہندوستان سے آ کر بولتا ہے پاکستانی ہوں کچھ لڑکے حمایت اور کچھ مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے بہت سے لڑکے زخمی ہوئے انس کا سر بھی..... وہ بولتا جا رہا تھا مگر میری سماعتوں میں لفظوں کی جگہ پگھلا ہوا سیسہ قطرہ قطرہ گر رہا تھا اور میری سوچ اور میرے ذہن کی چادر دیواری میں صرف ایک سوال ٹکرا رہا تھا کہ.....

کونسا دیس ہمارا ہے.....؟

انعامی خط

یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے' نہ صحیح کنگھی کی ہوئی ہے اور نہ ڈھنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ کس کے لئے اتنے اداس ہیں' کون ہے وہ بے رحم جس کیلئے تم اس حال کو پہنچے کیا کروں جناب وہ اتنا پیارا ہے کہ جس کا آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ پورے ایک ماہ کے بعد وہ اپنی پیاری سی شکل لئے آنے والا ہے۔ یہ گفتگو میرے اور بک سیلر کے درمیان تھی جس وقت میں پھول خریدنے اخبارات کی ایجنسی گیا تھا۔ اس دن بہت زیادہ کام کاج کی وجہ سے میرا حال بے حال ہو چکا تھا اور شاید اسی وجہ سے وہ صاحب غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ اور ان کی یہ غلط فہمی میں نے جلد ہی دور کر دی' ایک ایسی ہی اور غلطی کے ازالے کیلئے یہ خط لکھ رہا ہوں کہ شاید اس دفعہ پھول نے اپنی صورت و شکل تبدیل کی ہوئی تھی۔ جس سے پھول اور بھی دلچسپ ہو گیا تھا۔ کرنیں تو خوب تھیں لیکن اداریہ سبق آموز نہ تھا۔ مجھے بھیا احساس ہے کہ آپ نے اداریہ بہت ہی محنت سے لکھا ہوا تھا لیکن جو سچ ہے اسے بیتا تو پڑے گا چاہے وہ بے شک کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ میری دل کی گھڑی تو ہمیشہ چلتی رہتی ہے لیکن کہانی والی گھڑی بیچاری کے شاید دن ختم ہو چکے تھے۔ اگر تکیے استعمال کرنا ہی چھوڑ دیں۔ پسند کے کمپیئر عباس نجمی کا انٹرویو بہت ہی دلچسپ تھا لیکن وہ سرورق پر بیٹھے بچوں کے ساتھ اچھے نہیں لگ رہے تھے امید ہے آئندہ وہ اس طرح کے کاموں میں احتیاط برتیں گے۔ وہ جاگ اٹھا عادل صاحب کی پہلی کاوش لگ رہی تھی۔ حالانکہ وہ پرانے لکھاری ہیں اور اچھا لکھتے ہیں ویسے میرے خیال میں شیر کو جاگنے کی ابھی ضرورت نہیں تھی اور شاید شیر پر ہماری حکومت کی آرام طلبیوں کا اثر نہیں پڑا تھا۔ ہماری حکومت بھی اس وقت گھوڑے امریکہ کو بیچ کر لمبی تان کر سوئی ہوئی ہے۔ امید ہے وہ اس وقت جاگے گی جب پانی سر سے گزر چکا ہو گا۔ اور اسلام نام کی کوئی چیز بھی باقی نہیں رہی ہو گی۔ اور شاید "انکار" میں بھی مصنف یہی بات بیان کرنا چاہتے تھے۔ اب تو اس معاشرے کا اللہ ہی حافظ ہے بہرحال میں اپنی گفتگو کا رخ مرزا ادیب کی طرف موڑوں گا۔ یہ ہمارے مایہ ناز مصنف ہیں۔ جن کا علم و ادب کے فروغ میں بہت ہاتھ ہے۔

تصویر میں مبین بھیا کسی دوسری طرف ہی دیکھ رہے تھے اور ان کے ارادے بھی بہت خطرناک لگ رہے تھے شاید ان کی نظر پھلوں والی نوکری پر پڑ گئی تھی بھئی پانی کو تو دیکھ کر ہی ہم مارے خوف کے کانپنے لگتے ہیں۔ اس لئے کہانی گھر میں پانی دیکھا تو چپ چاپ آگے نکل گئے۔ خوب سوچنے کا ایک سوال یہ تھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو صرف اور صرف پانی میں کھائی جاتی ہے تو اگر یا شاید یا یقیناً یا امید ابہرحال جو کچھ بھی ہو اگر اس کا جواب ڈبکی کھانا ہے تو آپ اپنی اردو ٹھیک کر لیں کہ ڈبکی کھانا نہیں ہوتا بلکہ لگانا ہوتا ہے۔ کلیاں' ایڈیٹری ایک دن کی یہ چیزیں مجھے زیادہ پسند نہیں اس لئے معاف کر دیجئے گا کہیں اس کی زد میں آ کر میرا خط کہیں ایک دن کے ایڈیٹر پر قربان نہ ہو جائے۔ ہم نے ابھی تک تو زندگی میں کوئی ایسا کلینک نہیں دیکھا تھا جس میں انٹری بغیر فیس کے ہو۔ لیکن پھول نے وہ بھی ہمیں دیکھا دیا۔ جس کی ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک لاجواب ہوتی ہے۔ "ماڈرن منکی" ٹیلی فونک کالم اور لطیفہ کچھ یوں ہے تو مرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ کیا آپ "واہ کیا بات ہے" کا نام تبدیل کر سکتے ہیں ویسے بھی اب یہ نام کچھ پرانا ہو چکا

تصویری کہانیاں بہت ہی دلچسپ تھیں اور یہ ہی تو وہی چیزیں تھیں جنہوں نے اسی ماہ کے پھول میں ہلچل مچا دی تھی۔ اس سلسلہ کو جاری رکھ کر ہی آپ اور زیادہ پھول کے حسن میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

ٹیڑھی آنکھ تو اس دفعہ ٹیڑھی نہیں بلکہ بند تھی۔ شاید اس لئے کہانی بھی کچھ دھندلی دھندلی سی نظر آ رہی تھی۔ اور لیجئے ہم اپنی گفتگو کا آخری موڑ کاٹنے لگے ہیں اور وہ ہے بیڈ ٹائم سٹوری تو بہت ہی دلچسپ تھی وہ تو مجھے بعد میں پتا چلا کہ یہ تو آپ کی تحریر تھی اس لئے تو میں کہوں کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال کیوں آ رہا تھا؟ کہ یہ کہانی آپ نے ہی لکھی ہے۔ اس لئے تو اتنی اچھی تھی۔

(ملک ظفر اقبال گلو۔ بھکر)

سرور علم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر

ہمارے گھر میں تو پھول کو سمال سائز سے لیکر لارج سائز سب ہی پڑھتے ہیں۔ اور سب کی الگ الگ پسند ہیں اور ہر ماہ جو تبصرہ ہمارے گھر کی ہاؤس میٹنگ میں پھول کے بارے میں ہوتا ہے وہ تو خیر اب لکھ نہیں سکتی لیکن اس ماہ چونکہ چھٹیاں بھی ہیں اور فراغت بھی تو سوچا کہ کیوں نہ اس بار جو تبصرہ گھر والوں نے پھول کے بارے میں کیا ہے تو اسے قلم بند ہی کر لیا جائے تو لیجئے سنیئے کہ اخبار والے کی کھٹ کھٹ بلکہ جھک جھک پر چھوٹے بھائی نے دروازہ کھولا اور جب بند کر کے مڑا تو آنکھوں میں حیرت سموئے کہنے لگا "ارے پھول اس ماہ اتنی جلدی آ گیا۔ سب گھر والے بھی حیران کہ یہ چندے ماہتاب اتنی جلدی کیسے وارد ہو گئے خیر سب سے پہلے تو چھوٹے بھائی نے حق جمایا کہ چونکہ پہلے پھول ان کے ہاتھ میں آیا ہے لہٰذا پہلے معائنہ وہ کریں گے اور جونہی بے ترتیبی سے رسالہ کھولتے ہوئے نظر سوزوواٹر پارک کی تصاویر پر پڑی تو وہیں جم گئے اور لگے تفصیل پڑھنے (کیونکہ موصوف کچھ دن پہلے سوزوواٹر پارک کی سیر کر کے آئے ہیں اور وہاں کے جھوٹے قصے سنا سنا کر ہمیں متاثر کرنا چاہ رہے ہیں) ہاں تو آج ہم نے بھی فیصلہ کر لیا کہ آج دیکھ کر ہی رہیں گے کہ ان کی باتیں کس حد تک سچ ہیں تو سب سے پہلا جھوٹ تو ان کا یہیں پکڑا گیا کہ موصوف کہہ رہے تھے کہ سو ئمنگ پول کے اوپر ایک بہت بڑا جن ہے اور وہی اتنی اوپر سے سو ئمنگ پول میں دھکا دیتا ہے۔ ہر چند کہ سوزوواٹر پارک میں کبھی گئی تو نہیں لیکن اس کے باوجود بھی ہمیں ان کی اس گپ کا ذرا بھر بھی اعتبار نہیں آیا لیکن اب چونکہ ہمارے پاس مکمل ثبوت تھا تو ہم نے آج انہیں پکڑ ہی لیا اور پھول میں چھپی ہوئی تصویر کا جن دکھا کر پوچھا کہ کیا یہی تمہیں دھکا دیتا تھا تو تھوڑا گڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے نہیں نہیں یہ تو دوسرا جن ہے اور پتا ہے یہ اتنا بڑا ہے کہ لوگ اس کے کانوں دانتوں اور بالوں میں جھولا لیتے ہیں اس نے ایک اور گپ چھوڑی تو مارے غصے کے ہمارا برا حال ہو گیا اور فٹ ہم نے رسالہ ان سے چھینا اور کمرے کی طرف جانے لگی تو باجی کا حکم آیا کہ تم پہلے اوپر والے پورشن کی صفائی کرو مہمان آنے والے ہیں ہم منہ بناتے ہوئے اوپر چلے گئے

یکم جون کی رات کو چائے کے دور پر سب کا موضوع گفتگو پھول ہی تھا۔ حسب توقع ہماری سنجیدہ اور گھڑ آپی کو کرنیں اداریہ اور کلیاں بہت پسند آئیں۔ بقول ان کے اداریہ کا ہر لفظ ہمارے موجودہ معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ ابو کو عباس نجمی کا انٹرویو بہت پسند آیا اور چونکہ ابو خود بھی عباس نجمی صاحب سے ملے ہیں اس لئے ابو ان کے بارے میں بتا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ پھول میں ہر بار کی طرح اس بار بھی بہت اچھی شخصیت سے ملاقات کروائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ جان کر بھی خوشی ہوئی کہ پھول ساتھی میرزا ادیب صاحب کی عیادت کو گئے۔ بڑے بھیا زیادہ تر سفرنامے پڑھتے ہیں تو انہیں تیانی میں ایک دن اور سوزوواٹر پارک کی سیر کی رپورٹ بہت پسند آئی۔ امی کو بھی کرنیں اور حماد اہل بیت پسند آئیں۔ اس کے علاوہ دل کی گھڑی انکار نور نار اور ناری کے بارے میں بھی ان کی رائے اچھی تھی اور انہوں نے ہمیں ایسی سبق آموز کہانیوں پر توجہ دینے کو کہا نٹ کھٹ سی ثنا اور عاشی کو اپنی طبیعت کے مطابق چکر باز بیڈ ٹائم اسٹوری چنو منو کی جادو کی بوتل ماڈرن منکی کڈز اسپیشل اور سمندری مخلوق بہت پسند آئی اس کے علاوہ انہیں یہ بھی خوشی تھی کہ لطائف اس بار دو صفحوں پر مشتمل ہیں۔ چھوٹا بھائی چونکہ اپنے پکڑے جانے والے جھوٹ پر جلا بھنا بیٹھا تھا (کیونکہ سب گھر والوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا تھا) تو اس ماہ انہیں غیر متوقع طور پر "سانجھے دکھ سکھ" بہت پسند آیا بقول اس کے کہ یہ کالم میرے جیسے دکھی لوگوں کے لئے ہی شروع کیا گیا ہے۔

تبصرے کرنا تو ہمارے معاشرے میں سب سے آسان کام ہے اور لوگ تو بڑی رغبت سے ایک دوسرے پر تبصرے کرتے ہیں میرا مطلب تو صرف آپ کو آگاہ کرنا تھا کہ پھول ہمیں کیسا لگتا ہے اور اس کے بارے میں ہماری کیا رائے ہے۔

صائمہ صبا۔ منڈوجان محمد

A Treasure Of Rare Books

خصوصی انعام...1

پیپرز سے فارغ ہونے کے بعد ہم (یہ بتانا منع ہے کہ پیپر کس کلاس کے دیئے ہیں۔ کیونکہ ہم ان ساتھیوں میں سے ہیں۔ جن کی عمر کم اور کلاس بڑی ہوتی ہے۔ ایک بہت خطرناک بیماری سے دوچار ہو گئے تھے۔

جی تو وہ بیماری تھی... "ویٹ آف پھول"

یہ کیا آپ ہنس کیوں رہے ہیں۔ حال ہی میں یہ بیماری دنیا کے ماہرین نے دریافت کر لی ہے' اور خاص خاص بندوں کے علاوہ عام لوگوں کو اس بیماری کے نام کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور ظاہر ہے پھر دوسرے لوگوں نے اس کا نام سن کر ہنسنا نہیں تو اور کیا کرنا ہے... اچھا تو اب ہم آتے ہیں.... پھول پہ تبصرے کی طرف ٹائٹل دیکھتے ہی ہماری آنکھوں میں سرسوں پھول گئی' یہ پھول "پھول" رسالے والا نہیں بلکہ پھولنا سے ہے یعنی ہر چیز بھلی معلوم ہونا' ٹائٹل کو بخشش کی نظر فراہم کرتے ہوئے۔ دماغ کو کرنوں کا شاندار استقبال کرنے کا حکم دیا۔

ہماری عقل اور دماغ سب سے انوکھا' نرالا اور منفرد ہے' اس لئے اداریہ جس نے سب کی پسندیدگی کی سند حاصل کر رکھی ہے۔ وہ ہر دفعہ ہماری پسندیدگی کی سند حاصل نہیں کر سکتا۔ ویسے کبھی کبھی بہت اچھا بھی لگتا ہے.... لیکن ہر دفعہ نہیں... صرف کبھی کبھار...

عجیب و دلچسپ ناول اس دفعہ ضرور ہو گا لیکن پورا رسالہ دیکھ کر میں انگشت بدندان رہ گئی۔ کہ پھول نے ہماری اس امید پر پانی پھیر دیا ہے۔ اب یہ نہ سوچئے گا کہ اس غم میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ہو گی۔ یہاں ایسے اثرات کے ظہور پذیر ہونے کا دور دور تک نام و نشاں نہ تھا۔ البتہ رسالہ پٹخ دینے کو جی چاہا...

لیکن پھر ڈاکٹر بھائی جان کی کہانی کا خیال آتے ہی اس خیال کو رفع کرنا پڑا۔ اور پھر ہم ان کی کہانی کو ختم کرنے کیلئے دو ڈانو ہو کر بیٹھ گئے... آخر پر باقی آئندہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ "سانجھے دکھ سکھ" کا سلسلہ میرا **احد اور** حد سے زیادہ پسندیدہ سلسلہ ہے۔ اس پہ آپکو کوئی اعتراض ہے تو بتایئے ہم سننے کیلئے تیار کھڑے ، میں بلکہ بیٹھے ہیں اور وہ بھی آپ یہ نہ سمجھیں کہ زمین پر... بلکہ نہایت قیمتی چیئرز... (چندا! آپ کی پسند مسلے ہیں اور ہماری پسند کی وجہ ان کے حل) بس اتنا سا فرق باقی سب خیریت ہے۔

"قیامتی میں ایک دن" کی روداد اور تصویریں پسند آئیں لیکن بہت زیادہ بھی نہیں۔ اسکی وجہ آپ یقیناً جان چکے ہونگے... "ایک لوری" بہت پسند آئی۔ کیا آپ عمر میاں کو چھوٹے ہوتے ہوئے سنایا کرتے تھے؟ (نہیں تب یہ دستیاب نہیں تھی۔ آزمانے کی نوبت نہیں آ سکی) ہاں تو اس دفعہ "خلاف معمول" "خلاف توقع" "ٹیڑھی آنکھ سے" پھول کے دو صفحوں پر براجمان دیکھی۔ اعظم بھائی صاحب اب آپکو ساتھ تصویر دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سب پھول ساتھیوں کو آپکے چہرے کی شناخت ہو چکی ہے۔ کہ یہ فن صرف آپکے پاس ہے۔... "خلش" ایک عام کہانی تھی' جو آپکی نظر کرم حاصل کر کے پھول کے آخری اہم صفحے کی زینت نہ جانے کیسے بن گئی تھی؟۔ (غلطی سے... یہ کام مبین صاحب کے ہاتھوں انجام پایا۔) "لاوارث" کی مجھے سمجھ ہی بالکل نہ آئی اور نہ ہی بعد میں میں نے اسکو سمجھنے کی کوشش کی۔ اسکے علاوہ "اپنے ہاتھوں کا عذاب" بھی بہت اچھی کہانی تھی۔ آپ نے ننھے منے پھول ساتھیوں کے معصوم دلوں میں رشوت جیسی لعنت سے نفرت پیدا کرنے کا بہت نیک کام کیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے' حقیقت میں "پھول" ہماری تربیت میں بہت شاندار کردار ادا کر رہا ہے... بھیا ہمارے معاشرے میں اس ناسور نے اپنی جڑیں مضبوطی سے قائم کر لی ہیں۔ زندگی کے کسی بھی میدان میں کوئی بھی کام رشوت کے بغیر نہیں ہو رہا حتیٰ کہ تعلیم کے میدان میں بھی پیسے لے کر نمبر لگائے جاتے ہیں۔ پریکٹیکلز کے نمبر بھی پیسے دے کر ہی زیادہ لگتے ہیں وگرنہ پیپر بہت اچھا بھی ہو یہ ناممکن بات ہے۔ ایسی مثالیں تو میں نے کئی اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی ہی کلاس میں دیکھی ہیں۔ لیکن ان پر کڑھنے کے علاوہ ہم لوگ اور کر بھی کیا سکتے ہیں...

طلعت عنبرین۔ لتو پورہ گجرات

خصوصی انعام...2

جی ہاں! جناب!! اور ہمارا بس چلے ناں! تو... تو ہم ہمارا سونا' سونا' پیارا' پیارا ساخط (جو کہ ہم بڑی محنت مشقت سے تیار کرتے ہیں نا!) کو انعامی قرار دیں ڈالیں جی ہاں' مگر ہائے ری قسمت' وائے ری قسمت انعام تو دور کی بات ساتھیو! بھیا نے تو خط تو کیا چھاپنا تھا۔ آدھی لائن بھی نہ چھاپی... اوں... ہوں... ہوں بھیا مجھے رونا آ رہا ہے۔ پتہ ہے روتے ہوئے میری شکل ڈریکولا سے ملتی ہے۔ (جھوٹی موٹی کہہ رہی ہوں سچ نہیں کہہ رہی' خواہ مخواہ میں بعد میں گھر والے ڈر جائیں گے)۔ تو جب میری شکل ڈریکولا ہیں... او' آئی میں روتی ہوئی تصویر آپکے پاس اندھیری رات' نہ تارہ نہ چاند میں بھیجوں گی نا! پھر تو آپ کو کہنا ہی نہیں بلکہ چھاپنا بھی پڑے گا اور انعام شنام تو آپکو پھر جناب دینا ہی پڑے گا' اوکے... تو جناب اس سے پہلے کہ آپکو ڈر... یک... و... ل...! سے ڈر لگنے لگے' جلدی سے اپنے مبارک ہاتھوں سے ہمارا مبارک مبارک ساخط کھولئے پڑھئے' اور تنقید و تعریف سنئے اور تبصرہ... اب شروع ہوا چاہتا ہے... جی جناب! تو اس ماہ کا پیارا سا اور خوشبو بکھیرتا ہو "پھول" ہمارے نازک سے ہاتھ میں ہے۔ سرورق اچھا تھا' کرنیں پڑھ کر دل ہمیشہ کی طرح باغ باغ ہو گیا' بھیا آپ میں ایک خاص بات ہے' وہ یہ کہ آپ اداریہ لکھتے وقت ایک سے دو سری اور دو سری سے تیسری چوتھی بات نکالتے اور آخر میں اس کا نچوڑ پیش کر دیتے ہیں' ویلڈن بھیا... ویلڈن' صفحہ پلٹا تو "س۔م۔دانش" کی "دل کی گھڑی" دیکھی اور پڑھی اس میں دادا جان کا کردار بہت اچھا لگا جنہوں نے ظہران کو بتایا سمجھایا کہ! اصل الارم تو خود ہمارا دل ہے' بقول دادا جان کے' دل میں جو ٹھان لیں' جو سوچ لیں پھر عمل کریں تو وہ ہو جاتا ہے اور شکر ظہران یہ سب باتیں سمجھ چکا تھا۔ "عباس نجمی صاحب" سے ملاقات سو سو رہی۔ "وہ جاگ اٹھا" اچھی تحریری تھی' مرزا ادب کی دلچسپ باتیں مزہ دے گئیں اور حیران کن بات ہے۔ بھئی 82 سال کے عرصے میں 82 ہی کتابیں لکھیں' بھئی سچ ہے جو انسان محنت کرتا ہے وہ کامیاب بھی ہوتا ہے۔ جبھی تو کہتے ہیں "محنت میں عظمت ہے" "کہانی گھر" بہت دنوں بعد آئی اور وہ بھی بغیر سوال و جواب کے' کیوں بھئی؟ "میں لاوارث نہیں" اس رسالے کی بہترین کہانی تھی اس شخص کا امیر آدمی کو یہ جواب کہ میں خود کو لاوارث نہیں سمجھتا... کیونکہ میرا اللہ وارث ہے۔ اچھا لگا' "سانجھے دکھ سکھ" ایک بہترین سلسلہ ہے اور احمد مبارکباد کی مستحق ہیں جو سب کی دعائیں سمیٹ رہی ہیں۔ "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" ہمیں پہلا ہی شعر علامہ اقبال کا سب شعروں میں اچھا لگا

"تو بچا بچا کہ نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ!
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں"

بلاشبہ اقبال ایک بہترین شاعر ہی نہیں بلکہ ایک عظیم انسان بھی تھے وہ قوم کا درد اپنے دل میں محسوس کرتے تھے' "نور' نار' ناری کی کہانی بہت انٹرسٹنگ تھی اور اس کی اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا" "واہ کیا بات ہے" کا عنوان یوں ہونا چاہیئے "واہ کیا باتیں ہیں" کیونکہ اس میں صرف ایک بات نہیں بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔ بہرحال یہ صفحے تو پھول کی جان ہیں۔ "عدنان جہانگیر" کی "کامیابی کا راز" ایک سبق آموز اور بہترین کاوش تھی۔ واقعی محنت میں ہی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ آسیہ ادریس کا سفر پڑھ کر ایسا لگا جیسے ہم وہیں موجود ہوں۔ انکو چیتے کا خوف اتنا لگا کہ آوارہ کتے کو بھی چیتا سمجھ کر دوڑ لگا دی۔ (ہا' ہا' ہا) اور دریائے جہلم کو نالا سمجھ لیا۔ "وہ آئے ہمارے گھر میں..." ایک اچھا سلسلہ ہے مگر مزہ تو تب ہے نا! کہ آپ شہداد پور آئیں اور ہمارے گھر کو رونق بخشیں اور انعام آپ ہمیں بخشیں'

یاسمین چوہان۔ شہداد پور سندھ

خصوصی انعام ...3

ویسے بھیا تبصرہ کرنے سے پہلے آپکو یہ بتاتی چلوں کہ یہ پھول رسالہ اور آپ جو آجکل آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہیں۔ یہ سب ہماری ہی بدولت ہے۔ اور ان احسانوں کا بدلہ چکانے کے لئے آپکو بھی چاہئے کہ ہمیں ہر موقع پر یاد رکھیں۔ تاکہ ہمیں اس بات کی تسلی رہے کہ آپ ہمیں یاد تو رکھتے ہیں۔

مرزا انکل واقعی بہت اچھے ادیب ہیں۔ اور یہ ان ہی کی ہمت ہے۔ کہ بیمار ہونے کے باوجود انہوں نے کتابیں لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ ابھی بھی ہمارے ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہوں نے اردو ادب کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ اور ہمیں ایسی کتابوں کو پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ ایسی کتابیں پڑھنے سے ہمیں بہت سی معلومات بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور پڑھنے کا مزہ الگ ہوتا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ انہوں نے 82 سال میں 82 کتابیں لکھ کر واقعی بہت ہمت کا کام کیا ہے۔ حالانکہ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے بندوں نے تو آج تک اتنے سالوں میں 82 کتابیں پڑھی بھی نہیں ہوں گی۔ ویسے ایڈیٹر بھیا اس بات کے لئے ہمیں آپکا شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ آپ نے ہمیں اتنے مشہور و معروف ادیب سے ملوایا۔ بھیا آپکی بڑی مہربانی ہو گی۔ کہ آپ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رکھیں۔ اور اسی طرح کی عظیم ہستیوں سے ہماری ملاقات کرواتے رہیں۔ اگر آپ اسی طرح ہماری باتیں مانتے رہیں گے تو ہم سے بھی ایسی ہی باتوں کی امید رکھیں گے۔

محمد سہیل کلیم فاروقی کی کہانی انکار بہت عجیب کہانی تھی۔ اب جو کہانی مجھے نہیں اچھی لگی۔ اس کے بارے میں میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ بھئی یہ کہانی بہت اچھی تھی۔ (ویسے میری ان باتوں کا برا مت ماننے گا... کیونکہ میں صاف بات کرنے کی عادی ہوں)

بھیا کیا حقیقت میں ایسا کہانی گھر ہے۔ جہاں پر دادی اماں کہانی سنانے آتی ہیں۔ (بتایئے گا ضرور) (ہے تو نہیں۔ اب ہو ضرور جائے گا انشاء اللہ) اس دفعہ کہانی گھر میں دادی اماں نے جو کہانی سنائی وہ واقعی تعریف کے قابل ہے۔ جس طرح چاروں مچھلیاں ایک دوسرے کی مدد کر رہی تھیں۔ اور ہر کام وہ ایک ساتھ کرتی تھیں۔ اگر اسی طرح سارے مسلمان متحد اور یکجا ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی تھی۔ اور نہ ہی کسی مسلمان قوم پر ظلم و ستم ہو سکتا ہے مگر کون ان باتوں پر غور کرے۔ آج کل تو ہر بندے کو پیسے کمانے کی پڑی ہے چاہے اس کا دوسرا بھائی بھوک سے مرہی کیوں نہ رہا ہو۔

کوئی شعر نیا کوئی بات نئی' میں تقریباً سارے ہی شعر لاجواب تھے۔ اور میں واہ واہ کر کر کے تھک گئی۔ اور اب میں دوبارہ ان کی تعریف کرنے بیٹھ گئی۔ تو بس پھر سارا خط انہی کی تعریف ہو گی۔ میرا ان تمام بچوں کو ایک مشورہ ہے جو کہ شعر و شاعری سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ کہ وہ خود بھی شعر لکھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس طرح بندے کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔ (بی بی خدا کا خوف کھائیں۔ ان کا حوصلہ بلند کرتے کرتے شاعری اور شاعروں کا ناطقہ نہ بند کروا دیں۔ شاعر پہلے ہی اتنے زیادہ ہیں کہ سنبھالے نہیں جاتے۔ اوپر سے تو بھیر شعر سنا چھوڑ دیں گے)۔ آسیہ ادریس نے خود کو شوگران کی وادی کی سیر کی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی وہاں پہنچا دیا۔ اس وادی کے بارے میں پڑھ کر واقعی ایسے لگا کہ ہم وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آسیہ آپکا بے حد شکریہ کے آپ نے شوگران کی حسین وادی میں پہنچا دیا۔

۔ویسے میری طرف سے زر ستار اور محسن اعجاز کو بہت بہت مبارکباد قبول ہو۔ جن کا سرپرائز وزٹ میں نام نکلا۔ اور ایڈیٹر بھیا پھول ساتھیوں سمیت آپ لوگوں کے گھر تشریف لائے۔ ویسے ایڈیٹر بھیا آپ گوجرانوالہ کا سرپرائز وزٹ کر کے یہ تو جان ہی گئے ہوں گے۔ کہ یہاں کے لوگوں کے دل کتنے بڑے ہیں۔

فرحانہ اسلم۔ پیپلز کالونی۔ گوجرانوالہ

A Tribute Online Books

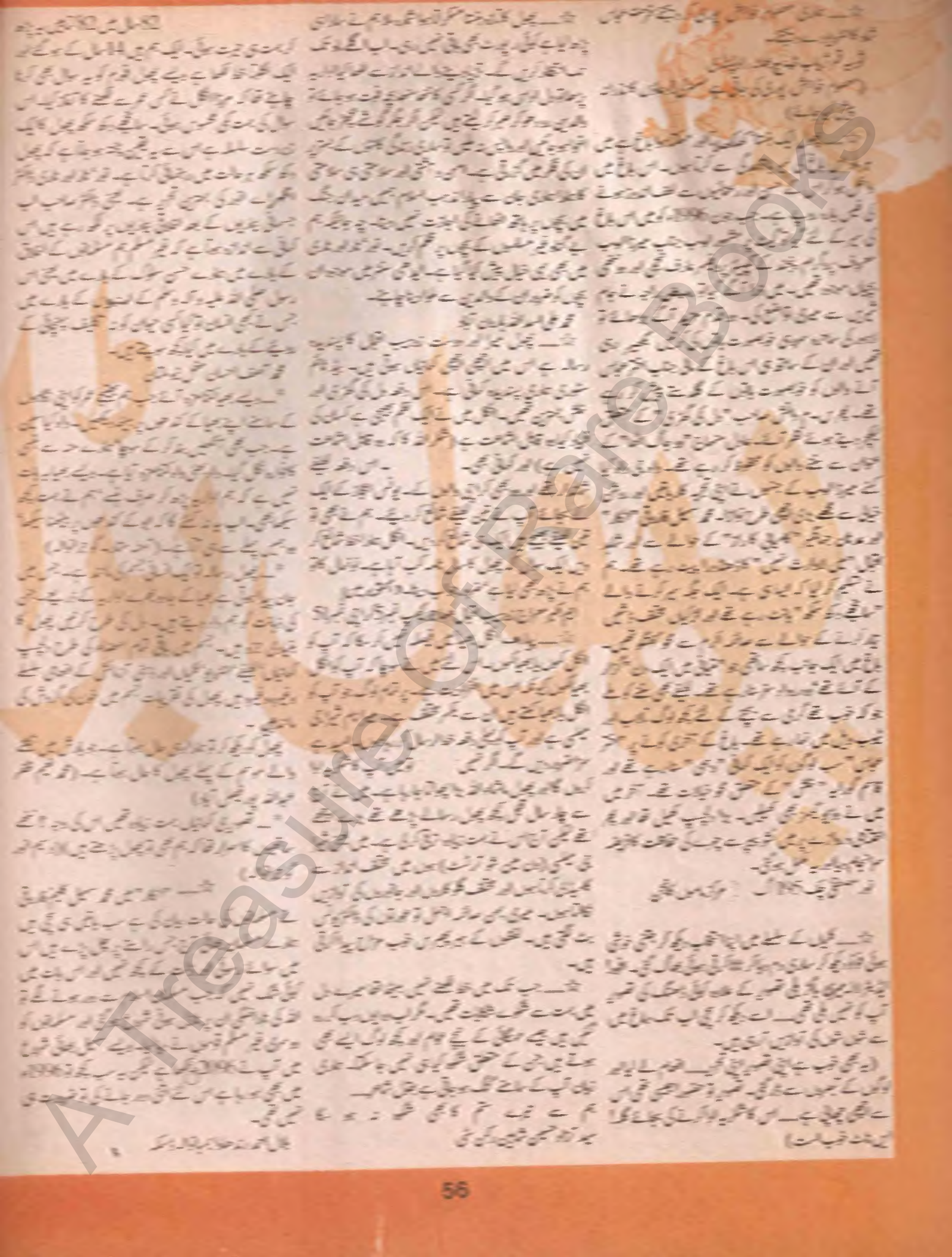

A Treasure Of Rare Books

امی نے رات کے ایک بجے بڑی بری طرح مجھے ڈانٹا ہے۔ کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس وقت لکھ رہی ہو پھول کہیں بھاگا تو نہیں جارہا۔ چوری سے میں سوگئی مگر سوئی نہیں تھی امی کے سو جانے کے بعد پھر لکھ رہی ہوں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ اس مرتبہ راحیلہ بلوچ کو پھول میں نہ پاکر بہت افسوس ہورہا ہے۔

ایڈیٹری ایک دن کی۔ سچ پوچھیں تو اس بار کوئی خاص نہیں تھی۔ ذرا بھی مزہ نہیں آیا پڑھکو سحر محترمہ دیکھ ادھر رہی ہیں اور لکھ ادھر رہی ہیں۔ مجھے تو کوئی نیوز کاسٹر لگتیں ہیں۔ (ہاہاہاہا) انعامی خط واقعی انعام کے مستحق تھے۔ دیکھیں جیسے میں ان لوگوں کے لئے لکھ رہی ہوں۔ کاش! کوئی میرے بارے میں لکھے کہ ثوبیہ کا انعامی خط واقعی انعامی تھا۔

ثوبیہ یوسف مخدوم پور

کرنیں پڑھی تو دل بہت خوش ہوا۔ بار بار پڑھنے کو دل چاہا۔ میرے خیالات کی عکاسی ہو رہی تھی لیکن الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ ساحرہ سروہی صاحبہ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔

فاطمہ جبیں۔ نواں کوٹ لاہور

کرنیں کا پہلا جملہ لکھتے ہوئے مجھے خطرہ تھا کہ کوئی بات کی گہرائی پر غور نہ کرتے ہوئے فتویٰ بھی جاری کر سکتا ہے۔ البتہ پھول ساتھیوں کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ اسقدر مشکل اداریے پڑھ پڑھ کے اتنے ٹرینڈ ہو چکے ہیں کہ لفظوں پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ وہ فوراً مطلب کی گہرائی تک چلے جائیں گے۔ جن لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔ انکا بے حد شکریہ کہ انہوں نے اسے اسی خلوص اور جذبے سے پڑھا جو لکھتے ہوئے۔ میرے پیش نظر تھا۔ (حقیقت) میں یہ میری ذاتی ڈائری کا ایک صفحہ ہے بہت سے اور بھی ہیں ایسے) جن کو اعتراض ہے اس لئے کہ انہوں نے اسے اسی سوچ کے ساتھ پڑھا ہے جسکے ساتھ وہ میرے مزاحیہ آرٹیکل پڑھتے رہے ہیں۔ پھر بھی میں انکی غلط فہمی دور کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ ایک اعتراض تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ "جی" نہیں لگایا جا سکتا تھا تو اسکے لئے عرض ہے کہ سب سے پہلے تو آپکا اعتراض جان کر ہی ازحد افسوس ہوا کیونکہ یہ اتنی معمولی اور سطحی سے باتیں ہیں کہ انکا ذکر ویسے ہی عجیب لگتا ہے یہ اور ایسی تمام چھوٹی موٹی باتیں مثلاً خدا کے ساتھ "یا" نہیں لگا سکتے وغیرہ یہ تو فرقہ وارانہ فسادات پھیلانے کیلئے غیر مسلموں کے مسلمانوں کو الجھانے کے ٹوٹکے ہیں۔ ورنہ حدیث کی کتابوں یا قرآن پاک میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے" یقیناً مجھے اسکی تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ غالباً آپ یہ حدیث تیسری چوتھی کلاس سے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

کیا آپ اس غیوب ان پڑھ اور انجان بدو کو نہیں جانتے جو ایک دن تنہائی میں بیٹھا خدا سے راز و نیاز میں مصروف تھا اور کہہ رہا تھا کاش اللہ تو میرے پاس ہوتا تو میں تیرا منہ ہاتھ دھلاتا' تیرے بالوں میں تیل لگا کے کنگھی کرتا اور تیرے سر سے جوئیں نکالتا۔ اتنے میں حضرت موسیٰؑ کا گذر وہاں سے ہوا انہوں نے یہ باتیں سنیں تو اسے ڈانٹا۔ کہ خدا کیلئے اسطرح باتیں نہیں کرتے فوراً خدا سے معافی مانگو ورنہ تم پر عذاب ہو گا۔ مگر پھر علم ہوا کہ خدا نے اس غیوب کے مخلصانہ پیار کے طریقے کو بے حد پسند فرمایا تھا۔ تو یہاں بھی یہی حال ہے ہر کسی کے ہر کسی کے ساتھ اپنے اپنے تعلقات ہوتے ہیں۔ اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے جو آپ دور بیٹھ کر نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ورنہ خدا تو خدا ہے۔ میری بھلا اسکے سامنے کیا حیثیت؟ کیا اوقات؟ اب ایک بار غور سے دوبارہ کرنیں پڑھیں مزہ آئے گا۔

ساحرہ سروہی

مجھے میرا انعام مل گیا ہے۔ بہت بہت شکریہ انعام گھر پہنچانے کا شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ کیا روکھا انداز ہے شکریہ ادا کرنے کا دراصل جب انعام ملے اس وقت فیلنگز بہت شدید ہوتی ہیں۔ مگر اس بات کو بہت دن گزر گئے ہیں اور میں نے اسی وقت خط اس لئے نہیں لکھا تھا کہ ذرا پھول رسالہ آجائے تو اس پر بھی کچھ تبصرہ کروں گی۔

جویریہ علیم۔ راولپنڈی

آج ہم اپنی بحری و بری اور فضائی افواج لیکر آپ سے جنگ کرنے آ گئے ہیں۔ جنگ جیسا انتہائی قدم اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ہم نے اپنے تجارتی بحری جہاز (خطوط) پھول کو روانہ کئے اور خود خیالی پلاؤ کی دیگیں دم دیکر بیٹھ گئے لیکن آپ نے وہ جہاز پھول تک پہنچنے سے پہلے ہی خلیج (ردی کی ٹوکری) میں ڈبو دیے۔ اس سے ہمارا انتہائی نقصان ہوا اور اسکا بدلہ لینے کیلئے آپ سے جنگ کرنے آ گئے ہیں تو پھر لیجئے حملہ شروع۔

آصفہ محمود احمد ٹ۔ حافظ آباد

"اداریہ" پڑھا' خوب "چس" آئی' ویسے بائی دے وے۔ آپ ہر مہینے ایک کہانی کے ساتھ "پورے" ایک صفحے کا اداریہ لکھ مارتے ہیں۔ یہ آپ کی سراسر زیادتی ہے۔ بچوں کے رسالوں میں کوئی ایڈیٹر اتنا بڑا اداریہ نہیں لکھتا۔ ذرا چھوٹا لکھا کریں۔ کہانی بھی ایک آدھ صفحہ کی لکھا کریں۔ تاکہ ہمیں بھی پھول میں جگہ مل سکے۔

شہزاد بھٹی ثانی۔ احمد پور شرقیہ

"خلش" بہت اچھی تھی۔ خصوصاً اختتام چونکا دینے والا تھا۔ وگرنہ آخر ایسے ہوتا ہے "سب ہنسی خوشی رہنے لگے"

"انکار" 2096ء کی کہانی ہے۔ لیکن امریکی خلائی سٹیشن بلاسٹ کر کے مریخ "والوں" نے ایک بہتر کارنامہ انجام دیا۔ لگتا ہے سہیل صاحب امریکہ سے کچھ زیادہ ہی عاجز آئے ہوئے ہیں۔ ورنہ جسے دیکھئے امریکن گرین کارڈ حاصل کرنے کے چکر میں ہے اور حکومت (بلکہ حکومتیں) تو امریکہ بہادر کے اشارے کی منتظر رہتی ہیں۔

کہانی گھر میں وادی اماں تو فرفر نام بول رہی تھیں (مچھلیوں کے) نام سے تو یہ چاروں (مچھلیاں سسٹرز ہی لگتی ہیں)۔ انہوں نے "بھابھی" کو بچا کر اپنی جان بچالی۔ مگر مچھ تو فلموں کے غنڈوں کی مانند تھے۔ صرف "دھمکی" دینے پر ہی دوڑ گئے۔

"اپنے ہاتھوں کا عذاب" نے کچھ زیادہ متاثر نہیں کیا۔ گھسا پٹا موضوع تھا۔ کچھ ایسا ہی حال بڑی غلطی کا تھا۔ ویسے یہ "ادھر" سے جانے والے "ادھر" جا کر دل ہی لگا لیتے ہیں اور ہوش تب آتا ہے جب پانی سر سے گذر جاتا ہے۔ اور والدین بے چارے انتظار کرتے رہ جاتے ہیں۔

صائمہ اجمل کے کلس بڑے چٹ پٹے تھے۔ یہ خود تو 2+9=11 ہو گئیں۔ آمنہ آپی اور ان کی بھابھی کو مائی (چوکیدارن) کے کرم پر چھوڑ دیا۔ چچ چچ چچ۔

ایڈیٹری ایک دن کی میں شکر ہے کہ تصویر اچھی ہے۔ پہلے لگتا تھا کہ محمد اعظم صاحب اپنی ٹیڑھی آنکھ سے کھینچتے ہیں۔

عابدہ سلطانہ الیاس پارک فیصل آباد

وسیع تر ملکی و قومی مفاد میں پھول اور پھول والوں سے عارضی بے نیازی کا نتیجہ اس صورت میں برآمد ہوا کہ آج اچھے رزلٹ کے انتظار میں بے فکری کے دن گزار رہے ہیں۔ اور پھول سے اپنا پرانا رابطہ بحال کر رہے ہیں۔ کیونکہ اب یہ رابطہ جزو حیات بن گیا ہے'

اس مرتبہ گرمی کی شدت کا احساس کم کرنے کیلئے غالباً ایک "پھولنی" دھو' کے چنگی بچی بن کے جل شل غالباً پانی میں بہا کے ٹائٹل پر براجمان پھول ساتھیوں کو اپنی تقلید کرنے کی ترغیب دے رہی تھیں' بقیہ تصاویر پھول کے اندرونی صفحات کا حال بتا رہی تھیں۔

ارے واہ کیا کہنے اگلے صفحے پر پیاری پیاری بچیاں

"تتیانی میں ایک دن" پڑھکو ایسا لگا کہ جیسے ہم واقعی وہاں موجود تھے۔ بھیا کیا بگڑتا اگر آپ ہمیں بھی ساتھ لے جاتے کیونکہ ہمیں گاؤں دیکھنے کا بہت شوق ہے اور شاید میں اپنی اس خواہش کو دل میں ہی لئے کر اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (اللہ نہ کرے ابھی تو ایڈیٹری ایک دن کی کرنی ہے) ڈاکٹر صاحب کی کہانی "نور نار اور ناری" بہت دلچسپ اور معلومات سے بھرپور جا رہی ہے۔ مجھے حقیقتاً ایسی ہی کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔

وسیم احمد کریم۔ رسول پارک لاہور

پھول کی پتیاں لئے ہمارے استقبال کو موجود پائیں۔ کرنیں اور خاص کر اداریے کی تعریف تو منہ میرا بہت چھوٹا ہے اور بات بڑی ہے۔ والی بات ہے' اردو صحافت میں جب کبھی اداراتی تاریخ رقم ہو گی تو اداریے کو ایک منفرد اور انوکھا اسٹائل دینے والوں میں آپ کا نام یقیناً سرفہرست ہو گا۔ شائستہ رانی اسکا کوئی امکان نہیں۔ کیونکہ اب کام کرنے کیلئے پہلے پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔ ہمارے تاریخ لکھنے والے اس تکلف میں نہیں پڑتے۔ شوق سے نہ پڑیں وہ یہ ان لکھنے میں بھی نہیں۔ یہ تو پیار سے بنی وہ مثالیں ہیں جو بہت لکھ دیتی ہیں۔

شائستہ خان کاکڑ رتہ کھتہ ،او کاڑہ

"کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" پڑھ کر معلوم ہوا کہ اب پھول ساتھیوں کا مزاج شعروں کے بارے میں قدرے بدل گیا ہے۔ تبھی تو وہ اتنے اچھے اشعار بھیجتے ہیں۔ "نور' نار اور ناری" اپنی مثال آپ ہے اس پر ہم تبصرہ کرنے سے قاصر ہیں۔ واہ کیا بات ہے میں "حقیقی عظمت" ہمیں سب سے زیادہ پسند آئی۔

منان لطیف ستی۔ گرمالہ راولپنڈی

"نانی میاں! یہ بھی خوب رہی۔ پھول میں جگہ چاہئے اور بھی اداراتی صفحے پر..... کیوں حضور! باقی سارے شمارے اور صفحات نے کیا بگاڑا ہے۔ ان پر نظر جمائیں۔ ارادے نکائیں..... ہم سے "آڈا" لینے کیوں آ رہے ہیں

خواب میں آپ نے "ماڈرن مونکی" کا کلر کارٹون اٹھا کر میرے سر پر دے مارا۔ میری چیخ نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد میرے سب گھر والے میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا' تم لوگ کیوں کھڑے ہو"۔ بولے "تم سوتے ہوئے میں چیخ رہے تھے"۔ گھر والوں کی یہ بات سننے کے بعد پتہ چلا کہ میں تو خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر سر میں "ماڈرن مونکی" کے کارٹون کا درد جاگنے کے بعد بھی باقی تھا۔ اس کاری ضرب کی وجہ سے چند دن میں اول فول بکتا رہا۔ اور آج میں ابا اور اماں کے ساتھ یہ خط مینٹل ھاسپٹل کی انتظار گاہ میں بیٹھ کر لکھ رہا ہو۔ جاوید علی کھتری۔ ڈاکخانہ تلہار سندھ

کرنیں ہر دفعہ کی طرح نروس کر گئیں۔ اور اداریہ جس کو آنسوؤں میں ڈوب کر لکھا گیا تھا۔ اس دفعہ بھی تمام چیزوں میں نمبر لے گیا اور دو آنسوؤں کا تحفہ زبردستی لے گیا۔ سچ بھیا اداریہ کو آپ غضب کا لکھتے ہیں۔ میں لاوارث..... نہیں' اسلامی لوری' ٹیلیفونک کالم' خطوط' اور کلیاں واہ کیا بات ہے۔ بہت معیاری تھیں۔ خاص کر ڈاکٹرائے۔ انور کی تحریر نور' نار' ناری جس نے پہلی دوسری کا انتظار کروایا اور اب تیسری کا شدت سے انتظار ہے۔ سب کی سب ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ اور بھیا نہایت حیرت کی بات کہ اس دفعہ بیڈ ٹائم سٹوری (وہمی) بہت بہت اچھی تھی۔

فائزہ صابری۔ ملتان روڈ لاہور

قربانی کی کھالیں دینے پر جوابی شکریہ ادا کیا گیا تھا (چلو جی مٹی پاؤ) اس دفعہ پھول 27 کو ہی مل گیا۔ ٹائٹل دیکھا پسند آیا اور ساتھ اس باجی کو بھی دیکھا جو بھینس سے ڈر رہی تھیں۔ بھئی اتنا ڈر تھا تو تھوڑی دور پڑی کھرلی میں ہی بیٹھ جاتیں۔ آگے دیکھا تو حسب ماہ ہمارے راجہ صاحب جام میٹھی پی کر ہمیں جلا رہے تھے۔ "ساحرہ سروہی ساہیوال" کو اتنی خوبصورت کرنیں لکھنے پر دو کلو کی تھاپیاں مگر یہ کیا اس دفعہ ساہیوال کی بجائے لاہور لکھا ہوا ہے کیا کوئی لاہور میں بھی ساحرہ پیدا ہو گئی ہے؟ (نہیں وہی ادھر ناز ہو گئی ہیں) آپکا اداریہ تھوڑا سا پلے پر اناتی سر کے اوپر سے شوں کرتا ہوا گذر گیا۔ ویسے آپکا اداریہ اچھا لگا۔ مگر ذہن لوگوں کے لئے میرے جیسے بدھو لوگوں کے لئے نہیں۔

سمیرا شکریہ آپ کا کہ ہماری مشکل آسان کر دی۔ پکی بات ہم بہت دنوں سے کہنے کے طریقے سوچ رہے تھے۔ اداریہ واقعی ہم بھی کیلئے نہیں لکھتے۔ ہماری یہ گفتگو صرف انہی کیلئے ہوتی ہے جنہیں ایسی باتیں اپنے ہی دل کی باتیں لگتی ہیں۔ عام قارئین کیلئے تو باقی سارے صفحے کہانیوں' نظموں اور دلچسپیوں سے ہم بھرتے ہیں۔ سجاتے ہیں۔ اب ایک صفحہ ان کی مرضی کا نہ ہوا تو ناراض تو نہ ہوا کریں ویسے سچی پکی بتایئے کہ پورے ملک میں ہم جیسی مشکل باتوں کو پیار سے پڑھنے اور دل میں جگہ دینے پہ آمادہ ہونے والے اتنے ہی رہ گئے ہیں؟

☆..... شکوہ نہ کر گلہ..... نہ کر
یہ پھول پیارے..... یہاں غم کے مارے
انعام کی ہرگز..... امید نہ کر

جی ہاں ایسے عظیم فقرات و اشعار صرف ہمارے ہی منہ مبارک اگل سکتے ہیں اور شاید آپ کو میرے منہ کے یہ کرشمے پسند نہیں ہیں۔ ٹائٹل پر "82 سال اور 82 کتابیں" لکھا ہوا دیکھا تو سمجھے کہ شاید آپ ہمیں 82 سال میں 82 کتابیں تحفتاً بھیجیں گے لیکن..... ہر دفعہ کی طرف رمیز راجہ ایک بار پھر وہی لال شہرت پی رہے تھے ویسے یہ دستخط واقعی ان کے اپنے ہاتھ کے ہیں نا

قاضی راشد محمود کوٹ سلطان

☆..... کسی بھی رسالے کا "اداریہ" ایک عام قاری کے لئے زیادہ پرکشش نہیں ہوتا لیکن آپ کا پھول کے لیے تخلیق کردہ "اداریہ" اپنا ایک الگ انداز اور مزاج رکھتا ہے۔ آپ کی بات فوراً دل میں اتر جاتی ہے شاید اس لئے کہ یہ دل سے کہی جاتی ہے۔

محمد مدثر احمد آزاد فیصل آباد

☆..... میں خود ذرا وہمی سا ہوں اس لئے وہی کو دیکھتے ہی لالہ کی شان میں ویلڈن کی گردان خارج ہوگئی۔ واقعی بھیا اچھی سٹوری تھی مگر سب سے بڑھ کر پراچہ انکل کے بچپن کی وہ تصویر ہے جس میں وہ ٹنڈ کرائے کوؤں کے خلاف مصروف جہاد ہیں۔ سوری پراچہ انکل۔

توقیر سجاد کوہاٹ روڈ پنڈ سلطانی ضلع اٹک

☆..... کامیابی کا راز عدنان جہانگیر کی کہانی تھی۔ بھئی اب ہم ان کا دل نہیں توڑنا چاہتے۔ کہانی اچھی تھی مگر اس کا موضوع تھوڑا سا پرانا تھا۔ تھوڑا سا نہیں اچھا خاصا پرانا تھا۔ مگر کیا کریں بعض سچائیاں پرانی ہو کر بھی نئی نئی لگتی ہیں۔

☆..... یہ خط میں آپ کو پانچ روپے کے پین کی بجائے 50 روپے والے پین سے لکھ رہی ہوں اس لئے پین کی عظمت کا خیال رکھیئے گا (پین بھجوا دیں تفصیلی جائزے کے بعد ہی بیان کی صداقت پر یقین کیا جا سکتا ہے)

عائشہ سیف اللہ کھڈیاں خاص

☆..... باادب باملاحظہ ہوشیار راستہ صاف رکھیں کہ ہماری گاڑی کے بریک فیل ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ خوش کن بات ہے کہ وہ ہر رکاوٹ کو عبور کرتی ہوئی سیدھی پھول ایڈیٹر سے ملنے فٹافٹ دوڑتی چلی جا رہی ہے۔ ڈریئے مت آپ کے اوپر نہیں چڑھے گی۔ بڑی بی بی گڈی ہے ہاں ہاں نہیں۔ آپ کا پھول مجھے کیوں اور کیسے پسند آیا۔ یہ ایک الگ بات ہے لیکن کتنا پسند ہے یہ الگ بات نہیں ہے۔ کتنا پسند ہے؟ یہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔ بس یوں سمجھ لیں جیسے آپ کے بغیر پھول مکمل نہیں ہوتا اسی طرح ہم پھول کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ ہم گھر والوں کو پڑھنے کا بے حد شوق ہے بلکہ اب تو عادت بن گئی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے کا مواد اچھا ہو۔

ثریہ سعید مغل رائے ونڈ

☆..... انعامی خط واقعی انعامی تھے پزل ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آیا سایہ بہت اچھی تصویر کی کہانی تھی۔ لالچی لوگوں کے ساتھ اسی طرح ہونا چاہئے۔ وہ بھلا کیا تھا؟؟ بھئی وہ تو چھپکلی تھی اور کیا تھا۔ ماڈرن منکی نے خوب جھولے لئے۔

محمد فیصل علی چیچاوطنی

☆..... ہیں! ہیں بھیا میرا "پارا" پارا" خط آپ ردی کی ٹوکری میں..... ردی کی ٹوکری میں اور وہ بھی میرا خط!! ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ رحم کی اپیل بھیا کے حضور۔ سرورق پر تو مجھے "یعنی مجھ ناچیز کو" تبصرے کے لئے ایک ہی تصویر اچھی لگی کہ آپ نے اتنی پیاری لڑکی کی ایک عدد بھینس کے ساتھ تصویر شائع کر کے کیا چیز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہیں جی؟ یہ اتنی پیاری پیاری بچیاں ہاتھوں میں پھول لئے کھڑی ہیں (یعنی پھولوں کے ہاتھ میں پھول) اوہ! اچھا اچھا میرے "خط" کے استقبال کی تیاریاں ہیں۔ شکریہ شکریہ۔ کرنیں اس مرتبہ پچھلی تحریروں سے کافی مختلف نظر آئی۔ لکھنے کا انداز کافی حد تک منفرد تھا مگر مابدولت کو پسند نہیں آئیں البتہ آپ میری طرف سے یہ سن لیں کہ "گزارہ لائق" تھی۔

طاہرہ جبیں پشاور

☆..... اچانک مجھے صبح صبح جاگ آئی تو اپنے تکیئے کے پاس پھول کو رکھا ہوا پایا۔ سب گھر والے جانتے تھے کہ مجھے پھول بہت پسند ہے اس لئے انہوں نے مجھے خوش کرنے کے لئے اسے میرے سرہانے رکھ دیا۔ پھول کو دیکھ کر میں خوشی سے جھوم اٹھی اور خوشی سے نعرہ لگایا۔ مگر اسی وقت پیچھے سے امی کا مکہ آن پڑا کہ صبح صبح کیوں شور کر رہی ہو۔

تمکین بشیر او کاڑہ

☆..... اعظم بھائی! ویسے آپ یہ کوشش کیا کریں کہ پہلے کی طرح مزاحیہ تحریر ہمیں دے سکیں۔ بھئی یہ بھی اچھی ہے میں تنقید کب کر رہی ہوں۔ بس یہی تو کہا ہے کہ چکر باز اعظم بھائی مزاحیہ تحریر لکھا کریں۔ آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ پورے شمارے میں لطائف وغیرہ کے علاوہ آپ ہی کی تحریر تو ایسی ہوتی ہے جس میں مزاح کا رنگ پایا جاتا ہے۔ امید ہے آئندہ آپ مایوس نہیں کریں گے اور اپنی طرح کی مزاحیہ تحریر لکھیں گے۔

سمیعہ محمد خالد گوجرانوالہ

☆..... ایڈیٹر بھیا میں کیا کہوں کس طرح کہوں اور کیسے کہوں (ویسے یہ کہوں کچھ زیادہ نہیں ہو گئے) کہ آپ میرا خط شائع کر دیں۔ سوچا ہے کہ غصے میں بھرا ہوا ایک زبردست سا خط لکھوں پھر اچانک "سانجے دکھ سکھ" میں اپنے سوال میں ضحیٰ آپی کا جواب یاد آ گیا بس پھر کیا تھا ہم نے غصے کو آنکھیں دکھائیں کہ بھاگ جائے مگر کہاں جی وہ تو اور آگ بگولہ ہو گیا پھر ضحیٰ آپی کے کہنے کے مطابق تین بار "آعوذ باللہ" پڑھ کر ٹھنڈے یخ پانی کا گلاس پیا تو غصہ اڑن چھو ہو گیا۔ شکریہ آپی شکریہ پھول۔

صغریٰ خاں نصیر آباد راولپنڈی

☆..... شہد سے زیادہ مٹھاس لئے ہوئے میرے سلام کا جواب کم از کم چینی کھانے کے بعد دیجئے گا آپ کا اور ہمارا پیارا پیارا' راج دلارا' نمک پاروں کی طرح نمکین اور شکر پاروں کی طرح میٹھا "پھول" اپنی تمام تر نمکینی اور مٹھاس لئے ہوئے میرے ہاتھوں میں موجود ہے آج کل گرمی بہت پڑ رہی ہے اور ہمارا پیارا پھول اس شدید گرمی میں "راحت جاں' روح افزا" کا کام دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے کھٹے میٹھے لطیفے' خربوزے جیسی میٹھی اور آم کی طرح لذیذ کہانیاں اور تربوز جیسی بڑی بڑی اور دلچسپ معلومات ساری گرمی بھگا کر فریش کر دیتی ہیں۔

سید محمد آصف منیر کابلی محلہ حویلیاں

☆..... محمد عادل منہاج صاحب کے والد کی وفات کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ منہاج صاحب کی کہانی وہ جاگ اٹھا بہترین تھی اگر مسلمان بھی کہانی کے کردار شیر کی طرح غفلت سے بیدار ہو کر محنت کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل نہ کر سکیں۔ کہانی انکار پر بہت محنت کی گئی تھی۔ محمد سہیل کلیم صاحب نے بالکل درست الفاظ کا اظہار کیا کہ دوسری قوموں کی مرضی سے جینے والی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی وہ قوم دوسری قوموں کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔

محمد یامین کلاس نہم سرگودھا

☆..... "چنو منو کی بوتل" بہت مزاحیہ تھی خاص طور پر نانی ہپو کی تصویر بہت ہی مزاحیہ تھی۔ ایڈیٹر بھیا آپ کو یقین آئے یا نہ آئے میں پھر بھی بتاتی ہوں کہ مجھے پوئٹری بہت اچھی آتی ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

جو بکرے نے مارا تھا بکری کو سینگ
تو بکری بھی مارے گی بکرے کو سینگ

(گڑیاں رانی بکری نے آخری اطلاعات تک سینگ مارنے سے توبہ کر لی ہے یہ کہہ کر کہ یہ کام "کوئی" اور بہتر کر سکتی ہے' مبارک ہو) ایک دفعہ پھر کہتی ہوں کہ میرا لیٹر ضرور شائع کر دیں نہیں تو چڑیا گھر کے سارے شتر مرغ پھڑک کر مر جائیں گے۔

مدیحہ رضوی کلاس ہشتم لاہور کینٹ

☆..... باادب باملاحظہ ہوشیار ہو جائیں میں لڑائی کرنے لگی ہوں۔ آخر آپ نے مجھے کیا سمجھا ہے کہ میں لڑائی نہیں کر سکتی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا۔ دوسری بات جو میرے غصے کا باعث بنی اور مسلسل بن رہی ہے وہ یہ ہے کہ اک شعر نیا میں میرا بھیجا ہوا شعر ابا جان کے نام سے شائع ہوا اس سے پہلے بھی ایک دفعہ اسی طرح ہو چکا ہے۔ اول تو آپ چھاپتے ہی نہیں ہیں اور اگر چھاپتے ہیں تو پھر ابو کے نام سے اور جو میں چیزیں بھیجتی ہوں وہ بھی آپ مسلسل ردی کی ٹوکری کے منہ میں ٹھونس رہے ہیں۔

فریدہ خانم گرین ٹاؤن

☆..... متاثرین پھول کو مابدولت کا ڈیڑھ کلو پھولوی آداب اور اب "تخلیہ" کیونکہ مابدولت تبصرہ اکیلے میں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا کہا سب کے سامنے کریں۔ اچھا آپ اصرار کرتے ہیں تو ہم ڈنکے کی چوٹ پر تبصرہ کرتے ہیں۔ تبصرہ کرنے سے پہلے ہم آپ کی معلومات میں اضافہ بھی کر دیں کہ

اگر یہ تبصرہ آپ کو پسند آ گیا تو حال کے عظیم مبصر ہوں گے اور یہ کہ ہم ایسا اچھا تبصرہ کریں گے کہ ہر طرف ہماری "بے جا بے جا" ہو جانی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ہمارے گوڈے گٹوں میں بیٹھ جائیں اور ہماری تبصرے کو ردی کی ٹوکری میں تخت پر بٹھا دیں لیکن ایک بات بتا دوں ردی کی ٹوکری میں بھی بادشاہی ہماری ہی تبصرے کی ہو گی۔ ابھی تو فصیل بہار باقی ہے (یعنی تبصرہ) ہم باتوں کے بہاؤ میں اور طرف ہی چلے گئے اور تبصرہ اور طرف۔

سیدہ شازیہ جبیں کاظمی دلیوالی میانوالی

☆..... عزیزی! یہ گلہ آپ کا ہی نہیں اور بھی کئی ساتھیوں کا ہے۔ مگر یہ بتائیے کہ جب آپ خط کے آخر میں اپنا نام اور پتہ واضح نہ لکھیں تو کمپیوٹر والے صاحب کیا کریں۔ انہیں جو سمجھ آئے گا وہی لکھیں گے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں اور کہہ کہہ کر تھکتے نہیں کہ پیارے لوگو خط شروع کرو تو دائیں طرف پورا پتہ لکھو اور آخر میں صرف اپنا اور شہر کا نام..... یوں ہمیں ہی نہیں آپ کو بھی اپنا نام پڑھنے کی آسانی رہے گی۔

پھول کلینک کی بات ہی کیا ہے۔ "نور' نار اور ناری" بہت اچھی کہانی ہے۔ "واہ کیا بات" پڑھ کر واہ واہ ہی منہ سے نکلا۔ اشفاق احمد کی تحریر "اپنے ہاتھوں کا عذاب" اپنی مثال آپ تھی۔ ہمارے معاشرے میں رشوت کی لعنت نے اپنی جڑیں اتنی مضبوط کر لی ہیں کہ ان کو اکھاڑنا کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں۔ اگر سب لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو یہ لعنت ہمارے معاشرے سے ختم ہو جائے۔ "ایڈیٹری ایک دن کی" بہت اچھی تھی۔ کلیاں کو دفع کریں مجھے تو اس سے سخت چڑ ہے کیونکہ مجھے اللہ کے فضل سے کچھ پکانا ہی نہیں آتا۔ لطیفے اس دفعہ کچھ بہتر تھے۔ چلو شکر سے اعظم یاد انکل اس دفعہ اپنی ٹیڑھی آنکھ سے گھورنے آ ہی گئے۔ چکر باز بہت مزے کی کہانی تھی۔

حنا شیخ مظفر آباد آزاد کشمیر

☆..... بیڈ ٹائم سٹوری اس دفعہ تو وہم' وہموں اور پتا نہیں کیسے کیسے الفاظ سے بھری ہوئی تھی۔ ویسے ایڈیٹر بھیا آپ کو ایک لفظ کو چار دفعہ ایک جملے میں استعمال کرنے کا کمال حاصل ہے۔ آپ نے وہم کو آخری جملے میں چار دفعہ استعمال کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر ہمیں بھی وہم ہونے لگا تھا۔

حمیرا فاروق سیالکوٹ

☆..... شازی رانی! سچی بات تو یہ ہے کہ اصل تبصرہ بھی آغاز کی طرح خوب تھا..... مگر تب تک ہم ایک کی بجائے دو اور پھر دو سے چار اور پھر پانچ خط انعامی کر چکے تھے..... اچھا خط دیکھ کر اس کے لکھنے والے کو پیار سے دیکھنے' شاباش دینے اور انعامی خوشی میں شریک کئے بغیر دل مانتا ہی نہیں آپ خوش تو ہیں نا۔

☆..... "اونے پونے" میں آپ نے شرط رکھی کہ تصویر ضرور بھیجئے جو لوگ تصویر نہیں بھیج سکتے وہ کیا کریں۔ (وہ کارٹون بھجوا دیں) مجموعی طور پر پھول پسند آیا لیکن سرورق اور سرپرائز وزٹ والی تصویریں پھیکی پھیکی لگیں۔ اچھا اب میں اجازت چاہوں گی۔

ناہید اختر پشاور

☆..... بہت صبر ہو گیا ہے اب مزید مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ مجھ میں برداشت کا مادہ ختم ہو چکا ہے مجھے آپ سے بہت شکائتیں کرنی ہیں۔ کہاں تک سنو گے کہاں تک سنائیں' چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ انعام حاصل کر کے نہ دکھایا تو میرا نام بل بتوڑی نہیں۔ ایڈیٹری ایک دن کی بجائے دو دن کی نہیں ہو سکتی اگر ہو جائے تو مزہ آ جائے گا۔ ایڈیٹر بن کا پوز بڑا اچھا بنا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کوئی فلمی اداکارہ بیٹھی ہوں وہ لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جنہیں ایڈیٹری کا شرف حاصل ہوتا ہے تمام انعامی خط چٹ پٹے میٹھے تھے۔ لطیفے پڑھ کر ہمیں ہنسنے کی بجائے رونا آ رہا تھا۔ اس دفعہ لطیفے کوئی خاص نہیں تھے۔ لطیفے ایسے ہونے چاہئیں جسے پڑھ کر ہم لوٹ پوٹ ہو جائیں۔ (براہ کرم اس فرمائش سے باز رہیں آپ کا پتا نہیں بعد میں دھوبی کا بل بھجوائیں کہ آپ کے لطائف کے باعث ہی خرچہ بڑھا ہے)

افشاں مختار محلہ بینگراں بہاولپور

☆..... (مرزا صاحب! انعام ہم نے خوشی خوشی رکھ لیا ہے تکلف کرنا ہی تھا تو ذرا نیا اور بڑا نوٹ بھجواتے۔ یہ تو کسی کو دکھایا بھی نہیں جا سکتا کوئی آپ کے بارے میں کچھ سوچے بھلا ہم سے کیسے برداشت ہو گا)

☆..... آج میں رسمی باتیں قطعاً نہیں کروں گی اس لئے کہ ہمارے بھائی جانی پھولوں اور پھولنیوں کی دعاؤں سے بخیریت ہوں گے۔ ٹائٹل از ویری گڈ اینڈ ویری چارمنگ۔ جلدی جلدی صفحے پھلانگتی ہوئی خطوں کے سلسلے پر پہنچی تو وہاں مایوسی کے سوا کچھ نظر نہ آیا مایوس ہو کر چپ چاپ بیٹھ گئی۔ سب نے سمجھایا مگر ہمارے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ لیکن حیرت انگیز طور پر ایک دو دن کے بعد بھائی جانی کا خط ملا (جو ہمارے لئے انعام سے کم نہ تھا) میں سارا دن ہواؤں میں اڑتی پھری اور دل خوشی سے گا رہا تھا کہ "میں اڈی اڈی جاواں ہوا دے نال"

حافظہ طاہرہ فاطمہ لاہور

☆..... (اڈ چکنے سے واپس آئیں تو پھر اچھا سا ایک اور خط لکھئے"

☆..... ایک تجویز پیش کروں گا کہ مصوری کا مقابلہ شروع کیا جائے یا پھر کسی موضوع پر کارٹون بنانے کا سلسلہ شروع کریں۔

محمد معروف چشتی حویلی لکھا

☆..... معروف صاحب! تیار ہو جائیں ون ٹو تھری کارٹون بنانے کا مقابلہ شروع اسی شمارے کے مختلف سلسلوں پر تین عدد کارٹون بنا کر بھجیں ہم انعام لئے بیٹھے ہیں۔

☆..... یہ لیجئے ایک روپے کا نقد سرگودھا

خصوصی پرائز فار متیانی میں ایک دن

فوٹو گرافر کو خصوصی انعام کیونکہ تصویریں بالکل اوریجنل (اصلی) تصویریں تھیں۔ بالکل اس طرح لگتا تھا کہ ہم خود متیانی میں پہنچ گئے ہیں۔

شکیل عمر پرویز سرگودھا

☆..... پھول کے علاوہ اور بھی رسالے پڑھتا ہوں مگر جو مزہ پھول پڑھنے میں آیا وہ کسی اور رسالے میں نہیں آتا۔ ہر ماہ بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ لیکن کبھی خط لکھنے کی فرصت نہ ہوئی لیکن آج مجبور ہو کر بات کہوں کہ خط 15 تاریخ تک پہنچنے کی آخری تاریخ کریں۔

عبدالستار لاشاری ٹھل ضلع جیکب آباد

رشتے داروں کے خط چھاپتے ہیں آپ
اس طرح خوب رشتے داری نبھاتے ہیں آپ
دنیا کا عجب دستور ہے یہ بھی
بنا لیجئے ہمیں بھی بہن آپ
انعام دیں ہمیں' وہ اور ہوتے ہیں
بہانوں سے جنہیں بہلا لیتے ہیں آپ
امید ہے نہ ہوئے ہو نگے ناراض آپ
سو قبول کیجئے اب سلام آپ

زہرا بتول لکھو ہرا بہاولپور

ہر کام ہو میرٹ پر یہ منشور ہمارا ہے
قابل کو ملے انعام یہ دستور ہمارا ہے
خوشامدیں بھی چلتی ہیں اور رشتے داریاں بھی
مگر سچ بات کہنے کو قلم مجبور ہمارا ہے

☆..... ڈاکٹر اظہر اے انور کے قلم سے "نور' نار اور ناری" بھی خوب تھی۔ اگلی قسط کا خوب انتظار رہے گا۔ "واہ کیا بات ہے" پڑھ کر زبان سے بے اختیار نکل گیا واہ بہت زیادہ اچھی بات ہے۔ واقعی محنت میں ہی "کامیابی کا راز" پوشیدہ ہے۔ سفر نامہ شوگراں بھی بس ٹھیک تھا۔ باقی تحریریں کچھ خاص نہ تھیں۔ "سرپرائز وزٹ" تو ہمیں شروع ہی سے اچھا لگا تھا۔ متیانی اور سوزوواٹر پارک کی سیر بہت مزے کی لگی۔

سارہ حفیظ رینالہ خورد

☆..... امید ہے کہ آپ میرا خط شائع نہیں کریں گے۔ اگر شائع کر بھی دیا تو سری پائے غائب ہوں گے یا بیچارہ سر دھڑ گنوا بیٹھے گا۔ ویسے بھیا آپ سری پائے کی دو کان لگا لیں' کافی چلے گی۔ یہ تو یقین ہے کہ خط معذور ہی چھپے گا۔ لیکن پھر دل کہتا ہے کہ بھیا ابھی اتنے جلاد نہیں ہوئے' وہ اس بیچارے یتیم خط پر ضرور ترس کھائیں گے اور اسے ضرور جگہ دیں گے۔ کیونکہ اس بے چارے خط کے چھوٹے چھوٹے ماں باپ ہیں۔ (چھوٹے چھوٹے ماں باپ کو خبر ہو کہ بچہ کامیاب ہو گیا ہے واؤ لگانے میں) اس دفعہ کا ٹائٹل اچھا تھا۔ اگر متیانی والی تصویر پورے صفحے پر دی جاتی تو رسالے کو آٹھ چاند لگ جاتے' خیر ابھی بھی دو تین چاند تو لگے ہوئے ہی ہیں۔

احتشام جمیل آفیسرز کالونی اوکاڑہ

Pakistan Online Library
Pakistan Online Library

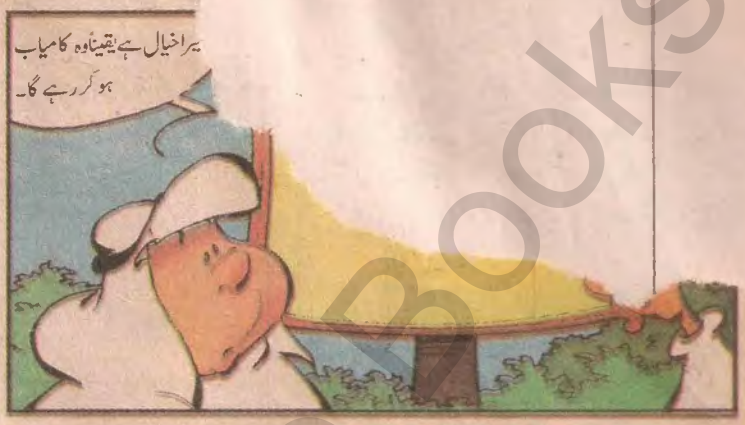

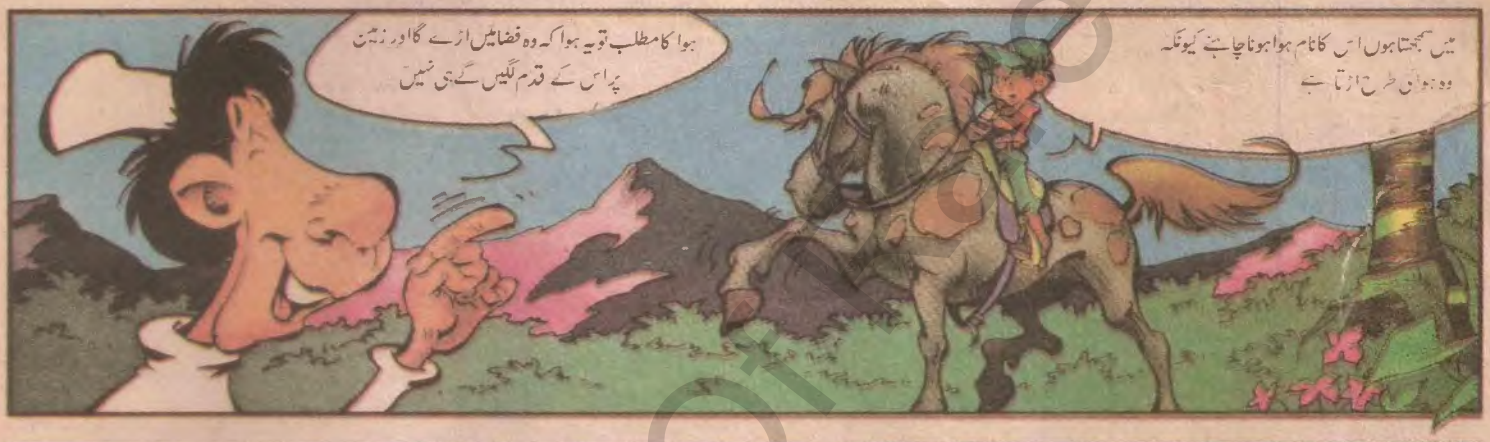

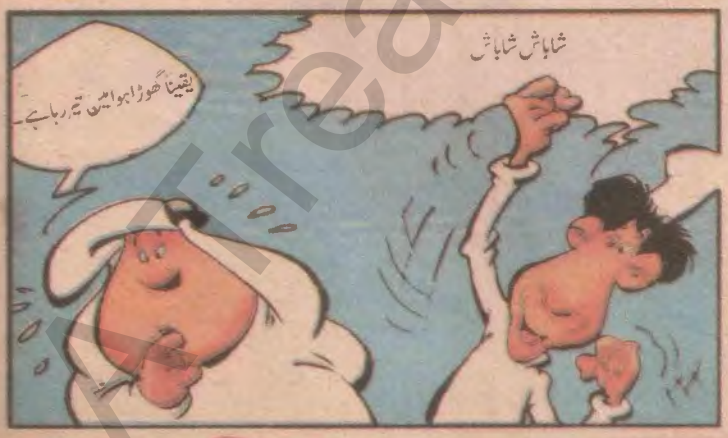

Treasure Of Pakistan Books

A Treasure Of Rare Books

فرق تلاش کریں

نیچے پانچ مختلف قسم کے جوکر ہیں ان میں سے ایک ایسا ہے جو باقی صفحے پر دیئے گئے جوکروں سے مختلف ہے۔ ذرا ڈھونڈیں تو!!

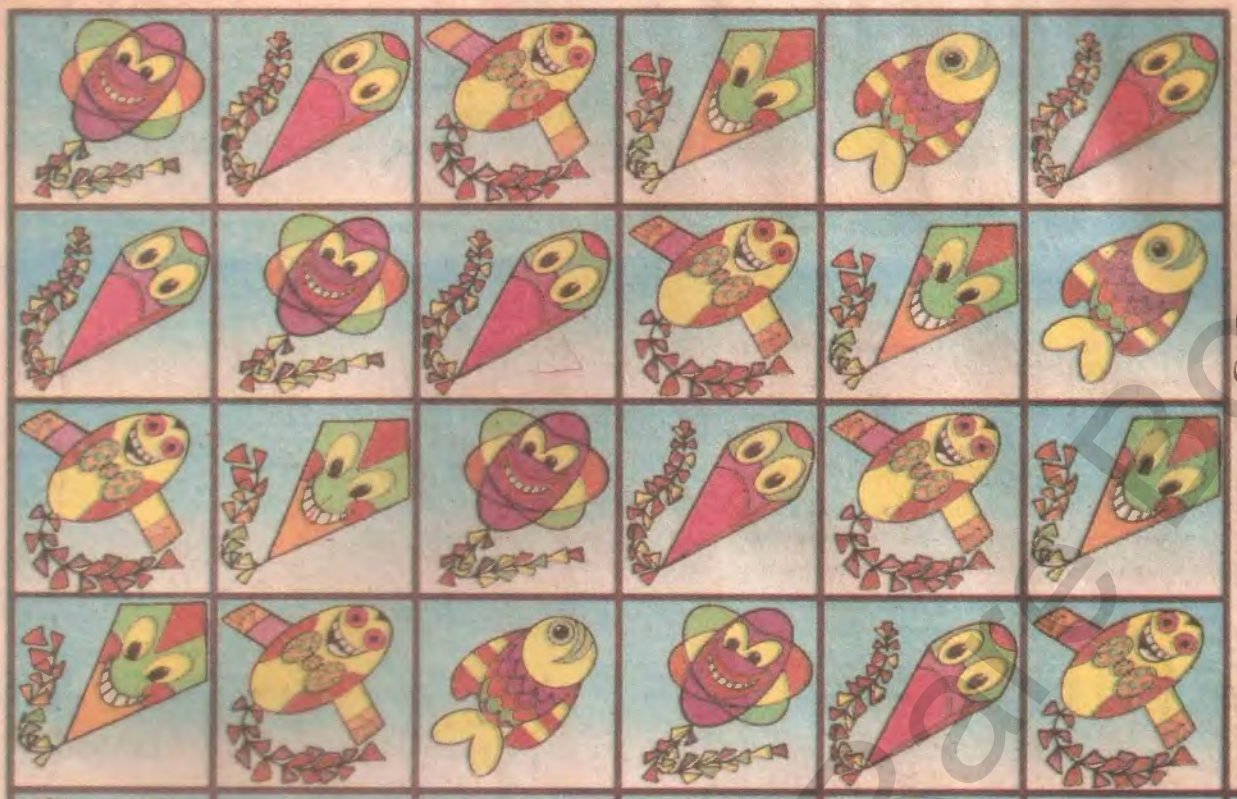

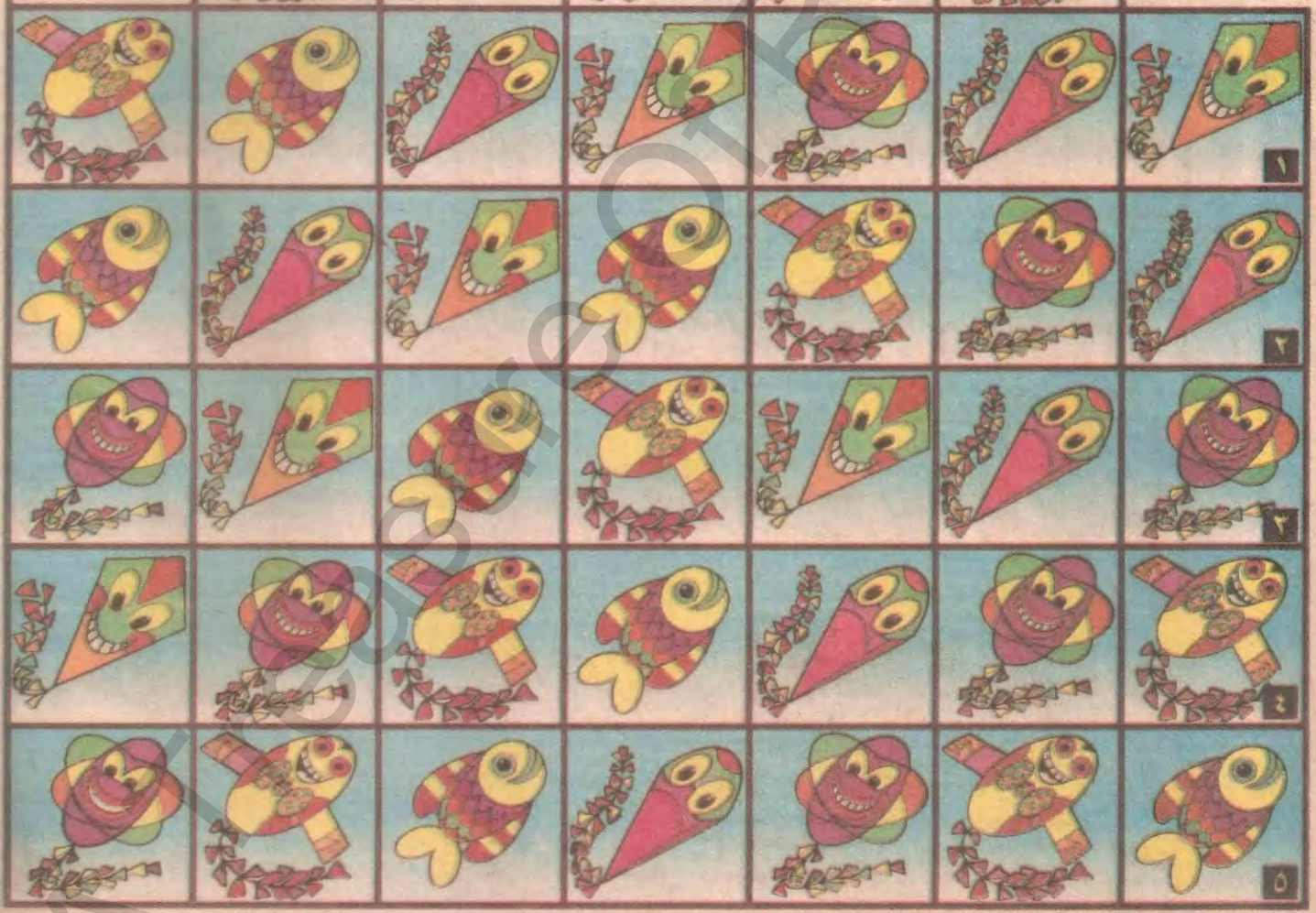

Acropolis Of Best Books

..... بدو میاں دراونٹ کا جھولا لینے گئے تھے واپس آئے تو پتہ چلا کہ تمام کے تمام جانور ادھر ادھر ہو چکے ہیں۔ باقی جانوروں کی تو خیر ہے لیکن بھیڑیں انہیں بہت عزیز ہیں کیا آپ ان کی مدد کریں گے کہ وہ جلد سے جلد گلہ تک پہنچ سکیں!!

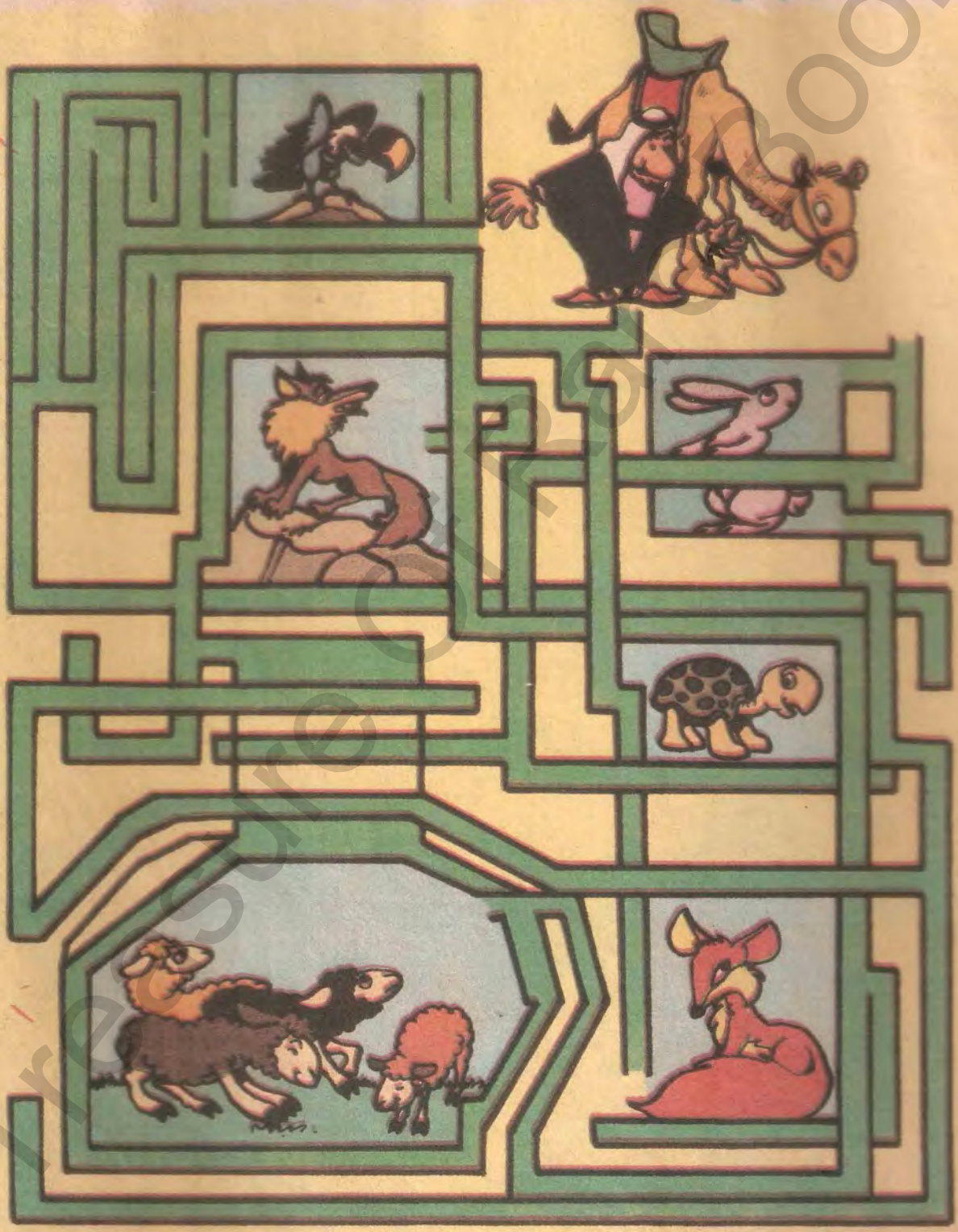

A Treasure Of Read Books

BED TIME STORY

چیک بک

اختر عباس

آج بڑا ہی عجیب دن ہے۔ گھر پہ مہمان آئے ہوئے ہیں اور میں فوری طور پر ان کی خاطر تواضع کرنے سے قاصر ہوں۔ عجیب شرمندگی سی ہے۔ یوں لگتا ہے شاید سارا گھر ہی اس شرمندگی سے بھرا ہوا ہے۔ گھر میں میرے علاوہ اس وقت کوئی اور نہیں ہے۔ اس لئے کسی اور پہ غصے ہونے، چلانے اور حکم دینے کی سہولت بھی نہیں ہے۔ میں نے مہمانوں سے نہانے دھونے کو کہا ہے اور خود چیک بک لے کر تیزی سے بنک کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔

یہ واقعی عجیب دن ہے۔ بنک میں ابھی کام شروع نہیں ہوا۔ سویئیپر جھاڑو دے رہا ہے، قاصد کرسیوں میزوں پہ صافی لگا رہا ہے اور عملے کے چند لوگ کھڑے خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔ کاش انہیں علم ہوتا کہ میں کس قدر پریشان ہوں۔ اور وہ فوراً ساری باتیں چھوڑ کر اپنے کام سنبھال لیتے اور میرا چیک کیش کر دیتے..... مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ میں بنک سے باہر آکر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا سوچ رہا ہوں کہ میں ان سے جو توقع لگا رہا ہوں، میں نے خود کب کسی کی توقع پوری کی تھی۔ ہمیشہ من مرضی کی۔ اپنا فائدہ دیکھا۔ دوسرے کی خوشی کو کب اہمیت دی ہے۔

اچانک میری آنکھوں کے سامنے سکول کے دروازے پہ کھڑے غلام حسین کی ریڑھی آگئی..... میرا اکلوتا بیٹا ارحم وہاں کھڑا چنے کھا رہا تھا۔ وہ روز دوپہر کو یہی کھاتا تھا۔ کیونکہ میں اسے اتنا ہی جیب خرچ دے سکتا تھا جس سے بمشکل چنے ہی کھائے جا سکتے تھے..... میں نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا اور کچھ کہے بنا گزر گیا..... مجھے ریڑھی والے پہ بے حد غصہ آیا

Area Of Rare Books

کہ آخر وہ اس طرح چیزیں کیوں بناتا ہے کہ بچے شوق سے انہیں کھالیں ..... لیکن زیادہ غصہ مجھے اپنے آپ پر آیا کہ میں اس قدر کیوں نہیں کما سکتا کہ بیٹا دوپہر کو کوئی اچھا اور شاندار لنچ کر سکے۔ اس دن میں نے سکول ٹیچنگ کی نوکری چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور گھر آکر کسی بہت منافع بخش نوکری کا سوچنے اور منصوبے بنانے لگا..... دوپہر کو ارحم سکول سے آیا تو میں نے ویسے ہی پوچھ لیا کہ دوپہر کو لنچ کیا کرتے ہو ۔ میرا خیال تھا کہ وہ جی بھر کر غصہ کرے گا..... اور بڑے افسوس سے بتائے گا کہ چنے کھاتا ہوں مگر یہ سوال سن کر اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں' اس نے پہلے غلام حسین کی تعریف کی پھر اس کی صفائی اور اخلاق کی' اور آخر میں چٹخارے لے لے کر بتایا کہ چنے تو ایسے ہوتے ہیں جیسے اللہ میاں نے حضرت موسیٰ ؑ کی قوم پہ من وسلویٰ اتارا تھا۔ وہ فری ملتا تھا' یہ تھوڑے سے پیسے خرچ کر کے ملتا ہے ہم سارے دوست کھاتے ہیں۔ بہت مزہ آتا ہے۔ کھا کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

مجھے دوسروں کی خوشی اور جذبات کا اتنا ہی احساس ہوتا تو میں ٹیچنگ چھوڑ کر ایک بڑی کمپنی کا سٹور کیپر بن کر نہ بیٹے کا سکول بدلواتا' نہ غلام حسین کی ریڑھی سکول سے اٹھواتا اور نہ اچھی خاصی رزق حلال کی زندگی چھوڑ کر کمیشن' بدعنوانی اور کرپشن کی مشین کا حصہ بنتا..... دیکھتے ہی دیکھتے میرے گھر میں روپے پیسے کی ریل پیل ہو گئی..... گھر بدل گیا' رہن سہن بدل گیا میرا بیٹا جو پہلے ایک روپیہ جیب خرچ ملنے پہ ہفتوں خوش رہتا تھا' اب سو روپے روز ملنے پہ بھی نالاں رہتا ہے۔ میری جیبیں پیسوں سے بھری رہتی ہیں۔ میرے بنک میں ڈھیروں روپیہ ہے۔ اور میرے پاس نئی چیک بکیں۔

اگر دل بھی ایک بنک ہو تو میرا اکاؤنٹ پریشانیوں سے بھرا ہوا ہے۔ جتنے مرضی چیک کیش کرا لوں..... ہر چیک کے بدلے ایک کی بجائے کئی پریشانیاں ملتی ہیں..... آج کتنے دنوں بعد مجھے سوچنے کا موقع ملا ہے جبکہ میری بیوی اور بیٹا ہسپتال میں ہیں۔ دونوں زخمی ہیں۔ ان کے زخم بھر جائیں گے وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ مجھے لگتا ہے میرے دل کے زخم کبھی نہیں بھریں گے کیونکہ ایک بھرتا نہیں نیا لگ جاتا ہے۔ چند ماہ پہلے میں اچانک چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہسپتال میں مجھے ہوش آیا تو ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ بیٹا اپنی ماں سے کہہ رہا ہے اگر انہیں کچھ ہو گیا تو بنک سے پیسے کیسے نکلوائیں گے۔ اللہ جانے اپنی چیک بکیں کہاں رکھتے ہیں..... میری بیوی نے اسے گھور کر دیکھا اور بولی شرم کرو باپ کی زندگی کی دعا کرنے کی بجائے بالکل کسی مردار کی طرح سوچ رہے ہو..... بیٹے نے کئی باتیں کہیں ہر بات پہ مجھے یوں لگتا تھا۔ دل کی زمین پہ میزائل گر رہے ہیں جو اتنے گہرے زخم لگا رہے ہیں کہ کبھی مندمل نہیں ہوں گے۔ اصول' قائدے' حرام' حلال سب پرانی باتیں ہیں۔ جب ہمارے گھر میں نیا نیا پیسہ آنے لگا تو آس پاس کے لوگوں نے آہستہ آہستہ باتیں کرنی شروع کر دیں..... وہ باتیں ہم تک بھی پہنچیں پہلے تو ہم سبھی پریشان ہوئے شرمسار ہوئے پھر میں نے سب باتیں کرنے والوں کے منہ بند کرنے شروع کر دیئے کسی سے ملنا بند کر دیا کسی کو گھر بلا لیا کسی کا کام کر دیا۔ قول اخیر ہے کہ فائدہ اٹھا گاڑھا شیرا ہوتا ہے کہ ہر انسان

Marfat Rare Books

سپورٹس کوئیز

یہ ہیں اس دفعہ کے آسان سوال:

1- باسکٹ بال ٹیم کتنے کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتے ہیں؟
2- امریکہ کا قومی کھیل کون سا ہے؟
3- برف پہ کھیلی جانے والی کوئی سی دو کھیلوں کے نام بتایئے؟
4- شطرنج کے اس عالمی چیمپئن کا نام بتائیں جس نے کمپیوٹر کو بھی شکست دے دی۔
5- دنیا کے اس تیز ترین کھیل کا نام بتائیں جس کا فیصلہ سیکنڈوں میں ہو جاتا ہے؟

آپ کے گھر میں کہانی گھر

چھٹیوں میں اور پھر چھٹیوں کے بعد بھی .... کیا خیال ہے اگر آپ کے گھر میں کہانی گھر قائم ہو .... آپ کے کتنے ہی دوست کہانی سننے آئیں .... اور ہم کہانی سنانے آئیں .... پہلے ایک دو کہانیاں آپ لوگوں کی اور پھر ایک دو کہانیاں ہماری .... کہئے! کیا خیال ہے آئیڈیا پسند آئے تو ایک لفافے پہ موٹا موٹا کہانی گھر لکھیں .... اور بتایئے کہ آپ کے ہاں کتنے ساتھی آ سکتے ہیں کہانی سننے والے اور کتنے سنانے والے .... مکمل پتہ، فون نمبر ضرور لکھئے .... ابو امی سے بھی پوچھ لیں .... ورنہ پتہ چلے کہ کہانی گھر سجا ہوا ہو اور آواز آئے یہ .... نہیں ہو سکتا۔ سوچیں کتنا مزہ آئے گا۔ جب آپ کی کہانیاں بھی شائع ہوں گی اور تصاویر بھی ....

اونے پونے

1- دنیا کا کون سا بادشاہ ہے جس کو سونے کا کفن پہنایا گیا۔
2- ایک ایسا جانور بھی ہے جو درخت پر الٹا چڑھتا ہے۔؟
3- اللہ میاں کی گائے کسے کہتے ہیں اور یہ کس ملک میں پائی جاتی ہے۔
4- جھینگر کی آنکھیں کتنی ہوتی ہیں۔ ایک، تین یا پانچ

(مرسلہ: زینت خاتون بٹ ضلع جہلم حلیمہ ناز عبدالستار کراچی حافظ مقبول احمد۔)

کوئز کی دُنیا

اگر میرے پر نکل آئیں تو.....

آئندہ ماہ کا موضوع ہے

ہی مکھی کی طرح آسانی سے جا پھنستا ہے..... وہ دن جلدی آ گیا جب یہ کسی کا مسئلہ ہی نہ رہا کہ میرے گھر میں کیا آ رہا ہے اور کہاں سے آ رہا ہے۔

خواہشیں ضرورت بن جائیں تو تکمیل کے کئی ناجائز راستے کھل جاتے ہیں..... میں خود بند راستے کھولنے کا بہت ماہر ہوں۔ میرا بیٹا مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلا۔ میں دفتر بیٹھ کر یہ کام کرتا ہوں۔ اس نے چلتے پھرتے ہاتھ دکھانے شروع کر دیئے۔ ابھی چند روز پہلے وہ اپنے دوست کے ساتھ سیر کرنے گیا تھا۔ دوپہر کو اطلاع ملی کہ پولیس کے پاس ہے اور شدید زخمی ہے۔ دونوں باتیں ہی خوف زدہ کرنے والی تھیں۔ میں نے اپنی چیک بک ساتھ لی اور ایک مسئلہ حل کر لیا..... پولیس نے ایک عورت سے پرس چھین کر بھاگتے ہوئے ارحم اور اس کے دوست کو اسی لمحے پکڑ لیا جب دونوں کا موٹر سائیکل کامیاب واردات کر کے بھاگتے ہوئے ایک ریڑھی کے اچانک سامنے آنے سے حادثہ کا شکار ہو گیا ارحم کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ ریڑھی والے کا بھی خاصا نقصان ہوا..... یہ وہی غلام حسین تھا کبھی جس کے پاس کھڑے ہو کر ارحم کی آنکھیں خوشی سے چمکا کرتی تھیں..... اور اس لمحے اس کی آنکھیں شرم کے مارے اٹھ نہیں رہی تھیں ..... وہ عورت چیختی چلاتی وہاں نہ پہنچتی تو ممکن ہے یہ دونوں ہی بچ جاتے..... آپ اندازہ کریں مجھے افسوس اس بیچاری عورت کے وہاں پہنچنے اور ان کو پکڑوانے کا ہے ان کی گھٹیا حرکت کا نہیں.....

قول اختری ہے برائی اور برے اعمال دیمک کی طرح ہوتے ہیں۔ بظاہر کچھ نہیں بدلتا اندر سے سب کچھ مٹی ہو جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ دیمک رزق حرام پر پلتی ہے۔ یہی اس کی غذا ہے۔ یہی کھانے والے کی سزا ہے۔ مجھے نہیں یاد پڑتا کم تنخواہ والے دنوں میں ہم میں سے کوئی بیمار پڑا ہو..... کبھی نوبت یہاں تک آئی کہ پولیس تھانے کے چکر لگانے پڑیں..... تب تو انگلی بھی اٹھتی تو یہ کہ آج کے زمانے میں ایسے بھی لوگ ہیں جو کرپشن کے بغیر جی لیتے ہیں..... اور آج یہ عالم ہے کہ کرپشن چھوڑ میں ہڑپ شن کا ماہر ہوں۔ مگر اس مہارت سے نہ ظاہر کی آنکھ مطمئن ہوتی ہے نہ دل کی آنکھ بھرتی ہے..... میرا حال سبزی کی اس چھوٹی سی کیاری کا ہے جس میں پانی ڈالتے جاؤ مگر وہ نظر نہ آئے۔ بس ساں ساں کی آواز آئے اور وہ غائب ہوتا جائے۔ یہ بہت بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہاں ایک سوراخ ہے۔ جو نجانے کہاں سے آ رہا ہے سارا پانی تو اس میں جا رہا ہے۔ دولت مجھ پہ برسات کے مینہ کی طرح برس رہی ہے۔ مگر لگتا ہے اس نے ہر طرف کیچڑ اور گندگی پھیلائی ہے۔ جو نہ جانے کہاں کہاں سے آئی ہے۔

ہسپتال میں ارحم سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی..... اور کرنی ہی تھی تو بے احتیاطی سے کیوں کی تو وہ بولا میرا دوست بلیئرڈ گیم میں بہت زیادہ پیسے ہار آیا تھا، مجھ سے بولا چلو تھوڑی کسر تو پوری کر لیں..... ہم نکل کھڑے ہوئے۔ اور قسمت کی خرابی کہ پکڑے گئے..... پولیس والوں کے آگے پیچھے بھاگ کر۔ سفارشیں اور چیک بک استعمال کر کے ارحم کو اس کیس سے میں نے بچا لیا..... اس ساری بھاگ دوڑ میں بہت پیسہ خرچ ہوا۔ مگر نہ جانے مجھے کیوں افسوس نہیں ہوا..... افسوس ہوا تو اس بات کا کاش ارحم اسی سکول میں رہتا، اس ریڑھی پر چنے کھاتا اور ویسا ہی نیک اور پارسا اور مطمئن ہوتا..... مگر کسی نے سچ کہا ہے کہ زمین میں سڑا ہوا بیج ڈالا جائے تو وہ مزید گل سڑ جائے گا۔ اس کو نہ کوئی ہرا لباس ملے گا اور نہ اس پہ بہار آئے گی۔ اس کے جزو زمین میں ہی رہیں گے بے وقعت، بے قیمت اور بے مصرف۔

میں کسی کو کیا دوش دوں..... یہ کارنامہ میرے اپنے ہاتھوں انجام پایا ہے۔ اچھا بیج ڈالا ہوتا تو زندہ وجود کے طور پر باہر آتا۔ ہرا بھرا بن کر لہراتا۔ نئی زندگی اور نیا مقام پاتا..... یوں رسوائی گھر نہ لاتا..... ہر جگہ شرمسار نہ کرواتا.....

وہ شادابی تو میں نے خود چاٹ لی..... وہ رونق تو میرے اپنے ہاتھوں ویرانی میں بدلی..... ایک اچھے خاصے بیج کیلئے میں نے حالات ہی ایسے بنا دیئے کہ اس کی شکل ہی نہیں تاثیر بھی بدل گئی.....

بیٹا ابھی ہسپتال میں زیر علاج تھا کہ بیوی گھر میں گیلے فرش سے پھسل کر گر گئی اس کا پاؤں فریکچر ہو گیا

Treasure of Pak Books

ہے..... میں نے دفتر سے چھٹی لے لی ہے۔ صبح دوپہر شام ہسپتال کے چکر ہیں۔ اور میں ہوں۔ کبھی کھانا' کبھی پھل کبھی ادویات ..... اس معمول سے میں بالکل اکتا گیا ہوں..... میں ہمیشہ دوسروں کیلئے سوچتا اور کرتا آیا ہوں۔ اپنے لئے کبھی سوچا بھی نہیں۔ آج صبح مہمان نہ آتے اتفاق سے میری جیب خالی نہ ہوتی۔ میں بنک جلدی نہ آ جاتا اور مجھے یہاں انتظار میں کھڑا نہ ہونا پڑتا تو کب کچھ خیال آنا تھا۔

مجھے پہلی بار خیال آیا ہے کہ یہ سوچیں کسی ریلوے پلیٹ فارم پر گونجنے والی وہ سیٹی کی آواز ہیں جس کا مقصد ہوتا ہے جو پلیٹ فارم پر بے احتیاطی اور لاپرواہی سے کھڑا ہے وہ آکر بیٹھ جائے اور جو لائن پہ ہے وہ سامنے سے ہٹ جائے۔ گاڑی اپنی منزل کو روانہ ہونے والی ہے۔

میری زندگی کی گاڑی کی وسل بھی کسی روز بج جائے گی..... کیا میں اس میں بیٹھ پاؤں گا ـــــ جن لوگوں کو میں نے زندگی کی آسانیاں اور آسائشیں لا کر دی ہیں۔ مجھے کب اس راہ سے ہٹنے دیں گے..... کیا گاڑی میرے اوپر سے گزر جائے گی مجھے کاٹتے ہوئے..... اس لمحے مجھے یوں لگا جیسے واقعی گاڑی کے پہیئے مجھے چلتے ہوئے گزر رہے ہوں اور میں جھرجھری لے کر رہ گیا..... نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔

میں بنک کے اندر دوبارہ داخل ہو گیا ہوں کیش کاؤنٹر پہ چیک جمع کروا کے منتظر ہوں کہ اچانک آواز آئی۔ سر! آپ کا اکاؤنٹ تو خالی ہے۔ سوری! ادائیگی نہیں ہو سکے گی۔ میرے پاؤں سے زمین نکل گئی ہے۔ گھر میں مہمان میرے منتظر ہوں گے۔ میں ان کا سامنا کیسے کروں گا ..... ہسپتال میں میری بیوی اور بچہ اپنی ضروریات کی راہ تک رہے ہوں گے۔ اتنے دنوں سے ان پر خرچ کرتے کرتے میں تو بھول ہی گیا کہ بنک اکاؤنٹ میں رکھے گئے پیسے بھی زندگی کی طرح ہوتے ہیں۔ انہیں ایک نہ ایک روز ختم ہو جانا ہوتا ہے..... چیک بک میرے ہاتھ میں ہے اور اس کے سارے چیک ان خواہشوں اور جھوٹی تمناؤں کی طرح خالی میرے سامنے ہیں..... جن کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔

ایک آنسو میری آنکھ سے گرا ہے۔ شکر ہے کسی نے نہیں دیکھا ..... ہاں میری چیک بک پہ گرا ہے۔ اور وہ۔ ایسی بے زبان ہے۔ جو صرف ہندسوں کی زبان سمجھتی ہے..... آنسوؤں کی زبان کب سمجھے گی۔

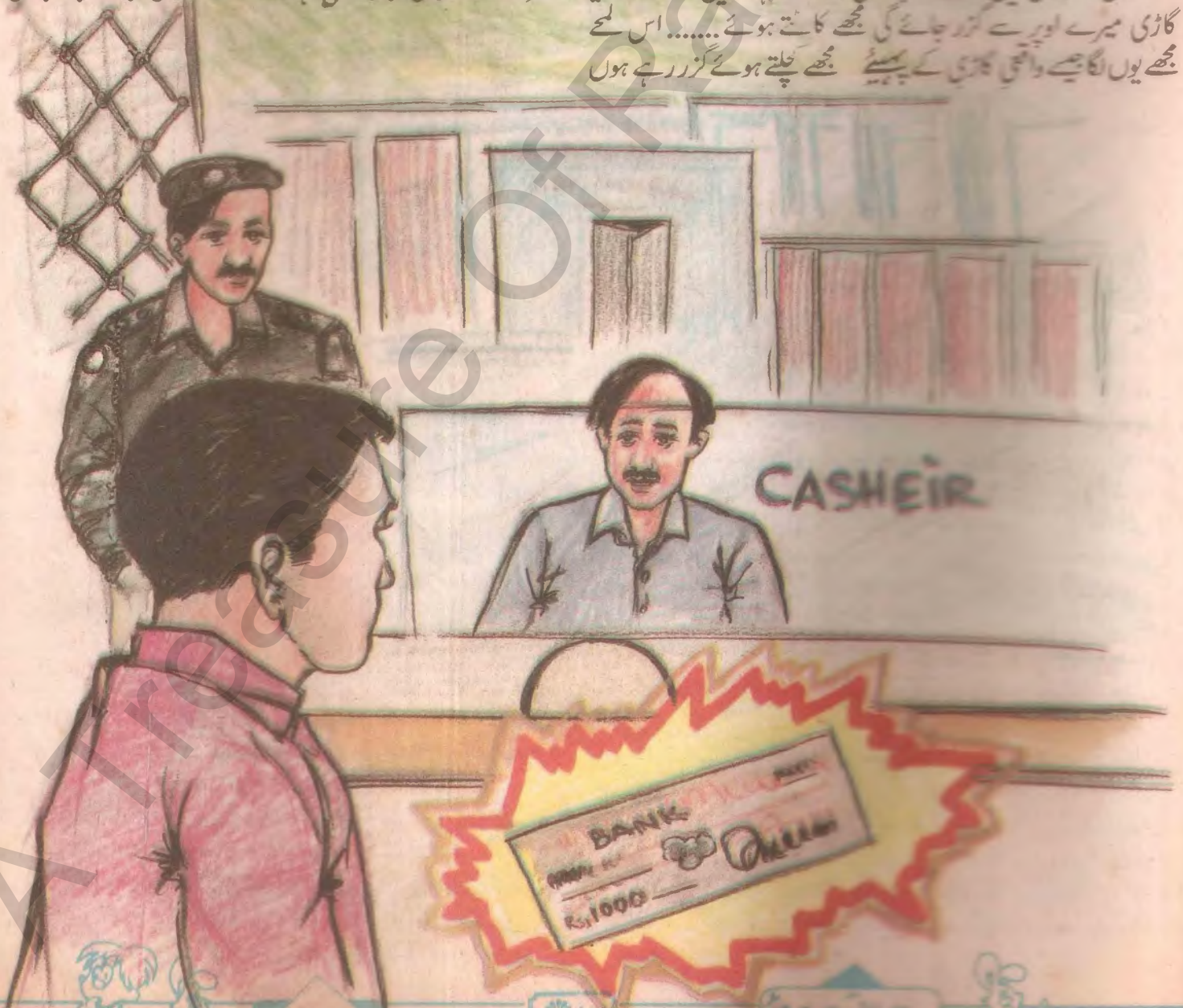

A Treasure Of Rare Books

چابی

بشیر احمد بھٹی

وہ چار منچلے نوجوان تھے۔ نٹ کھٹ اور شریر سے لڑکے "اوٹ پٹانگ حرکتیں کر رہے تھے۔" گالی گلوچ ان کا خاصہ تھا۔ بات بات پر ان کے منہ سے گالیاں نکلتی تھیں۔ لگتا تھا انہیں کسی نے بتایا ہی نہیں کہ ماں بہن کی گالی دینا اچھی بات نہیں۔"

ایک حدیث پاک ہے۔

نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے والدین کو گالیاں دے گا وہ جہنم میں جائے گا۔"

صحابہؓ نے عرض کی۔ جناب اپنے والدین کو کون بدبخت گالیاں دیتا ہو گا۔

نبی پاکؐ نے فرمایا جو شخص کسی کو ماں کی گالی دے پھر اس کے بدلے میں دوسرا شخص بھی گالی دے تو سمجھو۔ دونوں نے اپنی اپنی ماؤں کو گالی دی۔

میں کافی دیر سے ان منچلوں کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اچانک وہاں ایک بوڑھا شخص چلا آیا جو بہت ہی کمزور تھا بینائی بھی کمزور تھی وہ ہری ہری گھاس پر بیٹھ گیا۔ لگتا تھا زیادہ چل نہیں سکتا تھک جانے کے باعث ستانے کی غرض سے بیٹھ گیا ہے بوڑھے کو دیکھ کے وہ چاروں مسکرائے۔"

ان کی مسکراہٹ دیکھ کر میں نے دل میں کہا۔ اللہ خیر..... یہ شرارتی کہیں اس کمزور کو ستائیں ناں۔" بوڑھا تھکاوٹ سے نڈھال تھا درخت کی گھنی چاؤں میں وہ پرسکون تھا۔" یہ پرانا قلعہ قاسم باغ کا واقعہ ہے میں میں پلاٹ میں بیٹھا ستا رہا تھا۔ ملتان شہر کی سیر کرنے آیا تھا۔ تھک گیا تھا میرے دوست ابھی تک نہ آئے تھے وہ آتے تو ہم فوراً ہی ریلوے اسٹیشن یا بس اڈہ کا رخ کرتے گھاس پر ایک سڑا ہوا بینگن پڑا تھا ایک لڑکے نے وہ بینگن اٹھایا اور بوڑھے کی طرف اچھال دیا بینگن بوڑھے کی پیٹھ پر لگا وہ درخت کی شاخوں کی جانب دیکھنے لگا۔

بابا جی آم ہے۔ اٹھا لو..... بینگن پھینکنے والا لڑکا بولا.....

بوڑھے کی بینائی کمزور تھی اس نے ہاتھوں سے ٹٹول کر گھاس پر سے آم ڈھونڈھنے کی کوشش کی بینگن اس کے ہاتھ میں آ گیا..... اس نے بینگن کو آنکھوں کے قریب کر کے غور سے دیکھا اور پھر یہ دیکھ کے کہ یہ بینگن ہے اور وہ بھی سڑا ہوا۔" اسے دور پھینک دیا۔ لڑکے ہنسنے لگے۔ میں افسوس کرنے لگا۔ وہ بوڑھے کو تنگ کرنے کے چکر میں تھے۔ اسی لڑکے نے بینگن دوبارہ اٹھا لیا۔ پھر وہ بینگن کو گھماتے ہوئے گانا گانے لگا۔

روتے روتے ہنستا سیکھو
ہنستے ہنستے رونا.....

بوڑھے کی طرف اشارہ کر کے۔

جتنی بھری رام نے چابی
اتنا چلے کھلونا.....

پھر وہ چاروں مل کے یک زبان ہو ہو کر یہی گانا گانے لگے۔ وہ گانا بھی گاتے جاتے تھے اور بوڑھے کی طرف اشارے بھی کر رہے تھے قریب ہی دو موٹر سائیکل کھڑے تھے جوانی کے تھے پھر وہ چاروں بھنگڑا ڈالتے ہوئے بوڑھے کے قریب گئے اور اس کے گرد گھیرا ڈال کے ڈانس کرتے ہوئے گانا گاتے گاتے شرارتیں کرتے رہے ان کی بے ہودہ حرکات کا مظاہرہ جاری تھا..... وہ بوڑھے کو تنگ کر رہے تھے بوڑھا مسکرا رہا تھا یہ ہلڑ بازی دیکھ کے کچھ بچے بھی وہاں جمع ہو گئے اور تماشہ دیکھنے لگے۔ جس لڑکے نے ابتداء میں بوڑھے کو بینگن مارا تھا۔ اس نے نیلے رنگ کی پینٹ پہن رکھی تھی اور پھول دار شرٹ کسی امیر گھرانے کا چشم و چراغ لگتا تھا۔ چہرے پر سنہرے فریم والا چشمہ تھا۔ اس کے دوستوں نے بھی اچھے سے اچھا لباس پہن رکھا تھا۔" کچھ دیر تک وہ گھیرے کی صورت میں ڈانس کرتے رہے دوران ڈانس وہ بوڑھے کو کبھی کبھار لات بھی رسید کر دیتے تھے مذاق کے سے انداز میں۔"

وہ بوڑھے کی تذلیل کر رہے تھے۔ ان کی نظر میں یہ مذاق تھا ماڈرن مذاق....." ڈانس کرتے کرتے چشمے والا لڑکا نیچے جھک کر بوڑھے سے کہتا۔ باباجی..... آپ کی چابی ختم ہونے کو ہے رام نے جتنی چابی بھری تھی۔ لگتا ہے اس سے زیادہ آپ چل چکے ہیں اور مزید چلنے کے چکر میں ہیں بادشاہوں..... ہن چھڈ دی دیو دنیانوں۔" غذا دی بڑی قلت اے۔ آن والیاں نسلاں وی کچھ کھان دیو۔

اتنا کہہ کر اس لڑکے نے ایک اور گانا شروع کر دیا۔

کبوتر جا جا جا..... از رائیل آ آ آ.....

بابے نو لئے جا..... یہ گانا گاتے ہوئے موٹر سائیکلوں کی طرف بڑھے وہ چاروں موٹر سائیکلوں پر بیٹھ گئے۔ موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے وہ دوبارہ بوڑھے کی طرف آئے اور اس کے ارد گرد موٹر سائیکل دوڑاتے رہے گانا بھی گاتے رہے پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بوڑھا بھی مسکراتا ہوا چلا گیا۔"

دس منٹ بعد میرے ساتھی آدھمکے ہم قاسم باغ کی ڈھلوان والی سڑک اتر کے نیچے آئے بازار میں آ کر ہم ایک ویگن میں سوار ہوئے اور اڈے کی طرف روانہ ہوئے۔ ویگن نے کوئی ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک جگہ ڈرائیور کو آدمیوں کی بھیڑ نظر آئی ایک موٹر سائیکل کا ایک ویگن سے ایکسیڈنٹ ہوا پڑا تھا کافی لوگ جمع تھے دو آدمی زمین پڑے تھے۔" ہماری ویگن رک چکی تھی۔ میں نے کھڑکی سے اس طرف دیکھا جہاں دو لڑکے نیچے پڑے تھے۔ میں نظارہ دیکھ کر جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔ نیلی پینٹ، پھول دار شرٹ والا وہی لڑکا خون میں لت پت نیچے پڑا تھا قریب ہی ٹوٹا ہوا چشمہ بھی پڑا تھا تب ایک آدمی ہماری ویگن کے ڈرائیور کے پوچھنے پر بولا بڑا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا ہے جناب..... ایک مر گیا ہے دوسرا زخمی ہے میں نے غور سے دیکھا اس لڑکے کا جسم ساکت تھا جو باغ میں یہ گانا گا رہا تھا۔ جتنی بھری رام نے چابی۔ اتنا چلے کھلونا۔

A Treasure Of Rare Books

WE TRY HARD TO *BEAT* ALL PRICES!

Anum Game Centre

Home of Video Games

LG-122, Hafeez Centre, Main Boulevard
Gulberg III near Pace Lahore.

Game Point

The house of games

Ahmed Plaza, Opp. Zaitoon Plaza,
Hall Road, Lahore.
Phone Nos: 7220089, 7230089

Al-Amin Electronics

Shop No. 14, Rafi Plaza,
25-Hall Road, Lahore.
Phone No: 7238708

A Treasure Of Rare Books

MONTHLY PHOOL LAHORE Regd No. L-9019 ماہنامہ پھول

قرشی

جوہر جوشاندہ

جوہر جوشاندہ
خریدتے ہوئے
قرشی
کا نشان ضرور دیکھیں

3 روپے

تحقیق کی روایت - معیار کی ضمانت

Interflow